
SILENT SMILE
چار دوستوں کی پراسرار کہانی
کاشف راؤ
Novels Mania
Urdu Novels Mania Team©
www.urdunovelsmania.com

4 دوستوں کی پراسرار کہانی

از قلم کاشف راؤ

گریجویٹ پوسٹ گریجویٹ کلاسز کے فائنل ائیر کے اسٹوڈنٹس کے ٹریپ کی بس بھرپور ملے گلے کے ساتھ موٹر وے پر دوڑ رہی تھی۔ چیک پوسٹ پر تھوڑی دیر رکنے کے بعد بس مری کے روٹ کی طرف روانہ ہوگئی۔ اسٹوڈنٹس نے بھرپور انداز میں نعرے لگائے ''ہرے! مری کا سفر شروع ہو چکا ہے۔''

شرارت بھری حرکتوں پر مسکرائے جا رہی تھے۔

''مجھے اس وقت بہت اچھا لگتا ہے جب گاڑی گول چکر کاٹتی ہوئی پہاڑ پر چڑھتی ہے اور ہم زمین کو پیچھے چھوڑتے ہوئے بلندیوں کو چھونے لگتے ہیں۔''

مس اریبہ نے سیٹ سے پشت ٹکاتے ہوئے لمبا سانس کھینچا۔

''واقعی من تمام تفکرات سے آزاد ہو کے خوشیوں کی فضا میں جھومنے لگتا ہے۔'' سر حسنان نے بھی اپنی رائے دی۔

پیچھے سے ایک اسٹوڈنٹ نے سر حسنان کی بات سن کر کہا۔ ''تھوڑا سا انتظار کرلیں سر! ہم ہوا میں پرواز کرنے والے ہیں۔''

سر حسنان نے مسکراتے ہوئے مس اریبہ کی طرف دیکھا۔ مس اریبہ بس کی آخری سیٹ پر بیٹھے چار اسٹوڈنٹ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

سر حسنان نے محسوس کیا کہ مس اریبہ یک دم سنجیدہ ہوگئی ہیں۔

''کیا بات ہے، آپ وہاں پیچھے کیا دیکھ رہی ہیں۔''

''جو میں محسوس کر رہی ہوں کیا وہ تم محسوس نہیں کر رہے ہے۔ میں ان چار اسٹوڈنٹس کی بات کر رہی ہوں جو آخری سیٹ پر بیٹھے ہیں۔''

''ہاں دیکھ رہا ہوں
دوسرے اسٹوڈنٹس کے شور شرابے میں وہ چاروں مسلسل خاموشی ہیں لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں۔ امیر زادوں کی یہ بگڑی ہوئی اولاد ایسی ہی ہے۔ یہ چاروں بہت موڈی ہیں۔ ان کی اپنی ہی دنیا ہے۔ تم ان کے بارے میں کیوں سوچ رہی ہو کیا تم انہیں جانتی نہیں۔''
''انہیں جانتی ہوں اس لیے تو پریشان ہوں، پر رونق ماحول میں کسی ایک انسان کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ تمہارا واسطہ تو ان کے ساتھ رہتا ہے تم ان کے بارے میں کتنا جانتے ہو۔''
''چھوڑو! اس قدر پر مزہ سفر کو میں بور نہیں کرنا چاہتا۔''

'ابھی چڑھائیوں کا سفر شروع نہیں ہوا، ابھی بات کر لیتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے اگر تمہیں بہت شوق ہے تو بتاتا ہوں۔ حوریہ، وشاء، خیام اور فرحادیہ، چاروں کلاس کے نالائق ترین اسٹوڈنٹ ہیں۔''

''یہ تو میں اچھی طرح جانتی ہوں مجھے تو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ یہ چاروں یونیورسٹی تک کیسے پہنچ گئے۔ ان کی تعلیمی حالت دیکھ کر تو بالکل نہیں لگتا کہ یہ فائنل ایئر کے اسٹوڈنٹس ہیں۔ میں نے ان چاروں میں کچھ عجیب سی باتیں محسوس کی ہیں۔ اس لیے میں تم سے ان کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔''

''تم بتاؤ کہ تم نے کیا محسوس کیا ہے۔ پھر میں تمہیں مزید کچھ بتاؤں گا۔''

اریبہ نے اردگرد کے ماحول پر نظر ڈالی اور پھر آہستگی سے کہنے لگی۔ ''یہ چاروں ہمیشہ ہی ساتھ رہتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے کی پل پل کی خبر ہوتی ہے۔

گزشتہ کچھ دنوں سے یہ چاروں کلاسز جوائن نہیں کر رہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ آج حوریہ کلاس میں نہیں ہے اور کل وشاء نہیں ہے۔ یہ چاروں ہی کلاس سے غائب ہوتے ہیں۔ میں نے ایک اسٹوڈنٹ کو

ان چاروں کا تعاقب کرنے کو کہا۔ اس اسٹوڈنٹ نے بتایا کہ وہ چاروں بار بار یونیورسٹی کے میوزیم میں جاتے ہیں اور کبھی یونیورسٹی کے ایسے حصے میں جاتے ہیں جہاں انہیں تنہائی میسر آئے۔ ''

حسنان کی تمام تر توجہ اریبہ کی طرف مرکوز ہو گئی۔

''میوزیم میں وہ چاروں کیا کر رہے تھے۔ تم نے اس اسٹوڈنٹ سے پوچھا۔''
اریبہ نے تذبذب کی سی کیفیت میں اپنے سر کو جھٹکا۔

''اس اسٹوڈنٹ کا کہنا تھا کہ ان چاروں نے میوزیم سے کچھ چرایا ہے۔ کچھ چھوٹے چھوٹے سٹفڈ، مگر جب میں نے ان چاروں کی تلاشی لی تو مجھے ان سے کچھ نہیں ملا اور میوزیم کی اشیاء میں کچھ کمی نہیں لگی۔''
حسنان نے اریبہ کی سیٹ پر ہاتھ رکھا ''مگر مجھے کچھ ملا تھا۔ میں نے بھی ان کی مشکوک حرکات کا نوٹس لیتے ہوئے حوریہ کو کسی کام سے بھیج کے اسکے بیگ کی تلاشی لی۔ مجھے اسکے بیگ سے بلیک میجک کی بک ملی۔ میں نے وہ بک اسکے بیگ میں واپس رکھ دی۔ اسی طرح سے میں نے خیام کے بیگ کی تلاشی لی، اسکے بیگ سے مجھے ہیروئن بھرے سگریٹ ملے۔ میں نے پرنسپل صاحب کو وہ سگریٹ دکھائے تو انہوں نے اس پر کچھ ایکشن نہ لیا۔ بس خیام کو بلا کر ڈانٹ دیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے یہ چاروں ہی ڈرگز لیتے ہوں۔''

وہ دونوں جوں جوں ان چار اسٹوڈنٹس کی بات کرتے جا رہے تھے وہ تفریح بھرے ماحول سے کٹتے جا رہے تھے۔

ایک اسٹوڈنٹ بندر کی طرح چھلانگ لگا کر ان دونوں کے درمیان آ گیا۔

''سر! آپ کیوں اس قدر سنجیدہ بیٹھے ہیں۔ آپ نے جو کہا تھا کیا وہ بھول گئے ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ ٹرپ پر جائیں گے تو میں تمہارا استاد نہیں تمہارا دوست بن کر رہوں گا۔''

حسنان نے مسکراتے ہوئے اریبہ کی طرف دیکھا۔ ''اور مس اریبہ، یہ بھی تمہاری ٹیچر نہیں ہیں۔''

اریبہ نے گھور کر حسنان کی طرف دیکھا۔ ''جی نہیں۔۔۔ میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی۔''

تین اسٹوڈنٹ مزید کھڑے ہو گئے۔ ''ہم کچھ نہیں جانتے آپ دونوں ہمارے ساتھ انتاک شری کھیلیں۔ ایک اسٹوڈنٹ کا گانا جس حرف پہ ختم ہو گیا دوسرے کو اسی حرف سے گانا شروع کرنا ہو گا۔''

اریبہ نے منہ بنایا۔ ''حسنان!۔۔۔''

"کوئی بات نہیں اریبہ! ان کا ساتھ دیتے ہیں۔" پھر حسنان خیام سے مخاطب ہوا۔ "تم چاروں بھی کھیلو۔"

خیام کی جگہ جواب وشاء نے دیا۔ "ہمارا موڈ نہیں ہے۔"
اریبہ نے سر کو خفیف سا جھکایا۔ "یہ لڑکی وشاء مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ ناک میں نتھنی اور جینس کے ساتھ شارٹ شرٹ، مہذب گھروں کی لڑکیوں کے یہ طور طریقے نہیں ہوتے۔"

"باغی لوگ ہر اس روایت سے بغاوت کرتے ہیں جو ان پر زبردستی مسلط کی جائے۔ چاہے وہ ان کے فائدے کے لئے بھی ہو۔ تم انہیں چھوڑو انتاک شری کھیلتے ہیں۔" حسنان نے کہا۔
جب انتاک شری کا کھیل شروع ہوا تو ہنسی اور مذاق میں کب بیس کلومیٹر کا سفر طے ہوگیا پتہ بھی نہ چلا حسنان نے شیشے سے باہر جھانک کے زوردار نعرہ لگایا۔ "بس اب کھیل ختم، پہاڑی سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ Letsenjoyit مجھے یہ سب بہت پسند ہے۔"
اریبہ نے مسکراتے ہوئے لمبا سانس کھینچا۔ "دل چاہتا ہے کہ قدرت کے بنائے ان دلفریب مناظر کو آنکھوں میں جذب کرلوں۔"
دیوہیکل پہاڑوں پر لگے چیڑ کے درخت جیسے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ کچھ فاصلے کے بعد بس ایک ناہموار تنگ سڑک پر گولائی میں چکر کاٹتی ہوئی پہاڑی پر چڑھنے لگی۔

''سانپ کی طرح لہریں بناتی ہوئی سڑک کو پیچھے چھوڑ کر ہم آسمان کو چھو رہے ہیں۔'' ایک لڑکے نے ونڈو سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے نعرہ لگایا۔

پہاڑی سلسلوں کا پر لطف سفر سبھی لڑکے لڑکیوں کے لیے خوشی بھری تفریح کا باعث تھا۔ تقریباً سبھی قدرت کے ان شاہکاروں کی پراسرار خوبصورتی میں محو تھے۔ پر مزہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ سفر انتہائی پر خطر بھی تھا۔ کچھ سفر کے بعد اب بس بلند ترین چڑھائیوں کی طرف رواں دواں تھی۔ ونڈو سکرین سے کھائیوں کی طرف دیکھتے تو سر چکرا جاتا۔ پروفیسر حسنان نے اسٹوڈنٹس سے کہا ''یہاں پر لینڈ سلائیڈنگ کا خطرہ ہوتا ہے اور یہ راستہ بھی دشوار گزار ہے۔ خاص طور پر ایک بھری ہوئی بس کے لیے، اس لیے تم سب درود شریف کا ورد کرتے ہو

بلند ترین چڑھائیوں کے بعد مری سے پہلے آنے والے چھوٹے چھوٹے قصبوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہاڑوں پر لوگوں کے بیترتیب گھروں کی آبادی حیران کن تھی۔ کہیں گھر پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھائی دیتے اور کہیں کھائیوں میں پہاڑوں کے کناروں پر آویزاں دکھائی دیتے۔ جس علاقے سے ان کی بس گزر رہی تھی وہ بلند ترین پہاڑی سلسلہ تھا۔

خیام اور فواد نے اپنے اپنے بیگ سنبھالے اور بس کے دروازے کے قریب بس کا راڈ پکڑ کے کھڑے ہو گئے۔

’تم لوگ اپنی سیٹ پر بیٹھ جاؤ یہ سفر اس طرح کھڑے ہو کر کرنے والا نہیں ہے۔‘‘ حسنان نے ان دونوں سے کہا۔

خیام نے دھیرے سے پوچھا۔ ’’یہ پڑوکسل کا علاقہ ہے؟‘‘

’’ہاں‘ حسنان نے سرسری سا جواب دیا۔ خیام کے قریب بیٹھے ہوئے لڑکے نے مضحکہ آمیز انداز میں کہا۔ ’’کیوں؟ تم نے یہاں سے چھلیاں لینی ہیں۔‘‘

سارے اسٹوڈنٹس ہنس پڑے وشاء اور حوریہ بھی خیام اور فواد کے ساتھ کھڑی ہو گئیں۔ اس بار انہیں مس اریبہ نے ڈانٹا۔ ’’تم لوگوں کو بات سمجھ نہیں آتی۔ جاؤ جا کے اپنی اپنی سیٹس پر بیٹھو۔‘‘

فواد کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ بکھر گئی جس کے ساتھ ہی اس نے چلتی ہوئی بس کا دروازہ کھول دیا۔ پھر ان چاروں نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے گہری کھائی میں اس طرح چھلانگ لگا دی جیسے انہوں نے پیراشوٹ باندھ رکھے ہوں اور انہیں گرنے کا خطرہ نہ ہو۔

’’روکو۔۔۔ گاڑی روکو‘‘ پروفیسر حسنان نے چلا کر ڈرائیور سے کہا۔

ڈرائیور نے ایمرجنسی بریک لگائی اور بس کے کنارے پر زوردار جھٹکے سے جا رکی۔

''پروفیسر صاحب اس سڑک پر بس روکنا انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔ ہمارے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی۔''

''مگر ہمارا اس جگہ اترنا ضروری ہے تم ایسا کرو کہ مجھے اور اریبہ کو اور تین لڑکوں کو ادھر چھوڑ دو۔ باقی طالب علم گاڑی میں ہی بیٹھے رہیں۔ دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہوٹل ہے۔ وہاں اسٹوڈنٹس کو چھوڑ کر واپس آنا۔''

جیسا پروفیسر حسنان نے کہا۔ ڈرائیور نے ویسا ہی کیا۔

پروفیسر حسنان اریبہ کے ساتھ عارفین، حیدر اور بلال وہیں اتر گئے۔

اس اچانک پریشانی نے پروفیسر اور اریبہ کے ہوش اڑا دیئے۔ ٹرپ کے ساتھ جانے کی ساری خوشی ہوا ہو گئی۔ وہ پانچوں سڑک کے ساتھ پہاڑی سلسلے میں بکھر گئے۔

''وہ چاروں انسان تھے یا آسیب، اس کھائی میں کس طرح کھو گئے۔ یہاں تو اس قدر گہرائی اور خوفناک پہاڑ ہیں کہ کوئی زندہ ہی نہیں بچ سکتا۔'' حسنان نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔

عارفین، حیدر اور بلال بھی تھک ہار کے واپس آ گئے۔

''سر ان چاروں کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ ہمیں تو لگتا ہے ان چاروں نے خودکشی کی ہے۔'' عارفین نے اپنی پھولی ہوئی سانس کے ساتھ اپنی رائے دی۔

اریبہ تذبذب کی کیفیت میں بولی۔ ''تم لوگوں کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ وہ یہاں کیا خودکشی کرنے آئے تھے۔''

حسنان جو فرسٹریشن میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا چڑ کر بولا۔ ''اگر خودکشی کرنی بھی تھی تو ہمارے ساتھ آنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہیں پر بھی اپنا شوق پورا کر لیتے۔ اب ہم یونیورسٹی والوں کو اور ان چاروں کے پیرنٹس کو کیا جواب دیں گے۔''

''حسنان باتیں کرکے وقت برباد نہ کرو۔ ہمیں پولیس اور ریسکیو کی مدد لینی ہوگی۔'' حسنان نے اریبہ کی بات سنتے ہی پولیس اور ریسکیو کے نمبر ملائے اور ان سے مدد مانگی۔ اریبہ نے ان چاروں اسٹوڈنٹس کے والدین کو فون کرکے ساری صورت حال بتائی اور یونیورسٹی کے پرنسپل کو بھی ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

یہ خبر ملتے ہی ان چاروں کے والدین نے کہرام برپا کر دیا۔

پروفیسر حسنان اریبہ سے جھگڑ پڑا۔ ''ابھی یہ خبر بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ فون کالز کی وجہ سے ہم اپنا کام ٹھیک طرح سے نہیں کر پائیں گے۔''

''یہ خبر سننے کے بعد ان لوگوں کا ردعمل کچھ بھی ہو مگر انہیں حالات سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ ''تم پولیس اور ریسکیو سے رابطہ کرو۔'' اریبہ نڈھال ہو کر بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی۔

حسنان بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ''یہ واقعہ ایسی جگہ پر ہوا ہے کہ جب تک ریسکیو یا پولیس یہاں تک پہنچے گی بہت دیر ہو چکی ہوگی۔''

''کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے وہ چاروں ملیں یا نہ ملیں لیکن ہمیں ان کی تلاش میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی ہوگی۔''

اریبہ کی بات سنتے ہی حسنان نے ریسکیو سے رابطہ کیا۔

اس کیبعد وہ اریبہ سے گویا ہوا۔ ''میں نے فون کر دیا ہے تھوڑی دیر تک ریسکیو کی ٹیم روانہ ہو جائے گی۔ ہم سب مل کر ان چاروں کو ڈھونڈیں گے۔ ہمیں دوسرے اسٹوڈنٹس کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔ میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں وہ تمہیں لے جائے گا۔''

''میں تمہارے پاس ہی رکوں گی۔''

''سمجھا کرو دوسرے اسٹوڈنٹس کے پاس بھی کسی کو ہونا چاہیئے۔''

حسنان نے ڈرائیور کو فون کیا۔ تقریبا آدھے گھنٹے کے بعد ڈرائیور وہاں پہنچ گیا۔ حسنان کے کہنے پر وہ کچھ کھانے پینے کی اشیاء بھی لے آیا تھا۔

اریبہ اس کے ہمراہ چلی گئی

گہری کھائی کے گھمبیر پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کی تاریک غار سے سرگوشیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

سامنے سے اس غار کا منہ چھوٹا تھا مگر اندر سے وہ وسیع اور گہری تھی۔

ٹارچ کی دھیمی روشنی میں حوریہ، فواد، خیام اور وشاء پتھر سے پشت لگائے غار کے اندر ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔

وشاء کے بازوؤں پر شدید چوٹ آئی تھی۔ خیام اس کے زخم پر مرہم لگا رہا تھا۔

وشاء کے حلق سے سی سی کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ اس نے خیام کی طرف دیکھا۔

''مجھے تو تمہارا اور فواد کا پلان بالکل سمجھ میں نہیں آرہا۔ ہم یہاں سے کس طرح نکلیں گے۔ ایک تو راستہ دشوار اور دوسری طرف پروفیسر حسنان۔۔۔جس گھر کی تم بات کر رہے ہو وہاں تک ہم کیسے پہنچیں گے۔''

خیام نے دھیرے سے وشاء کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا "یہ تمہارا مسئلہ نہیں، تم صرف اپنا خیال رکھو۔ میں اور فواد سب سنبھال لیں گے۔ ہم دونوں نے سب کچھ پلان کر رکھا ہے۔ بس تم اور حوریہ اس بات کا خیال رکھو کہ پروفیسر حسنان ہم تک نہ پہنچے۔"

فواد اور حوریہ نے اپنے بیک بیگ کے بیلٹس ٹائٹ کیے اور خیام کے قریب آئے۔ "خیام، جلدی ڈریسنگ کرو ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔" فواد نے کہا۔

خیام نے فواد کی طرف دیکھا۔ "پروفیسر حسنان اور اس کے ساتھ بہت سے لوگ ہمیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ ابھی باہر نکلنا ٹھیک نہیں ہو گا۔"

"لیکن ہمارا اس طرح کسی ایک جگہ رکنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ جو ہماری منزل ہے۔ وہاں تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ اس جگہ پہنچنے کے بعد کوئی ہمیں ڈھونڈ نہیں سکتا۔"

خیام نے اپنا بیک بیگ اٹھایا اور فواد کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ "تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔ اس غار میں ہم محفوظ ہیں۔ یہ غار باہر سے اس قدر تنگ ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہاں کوئی چھپ بھی سکتا ہے۔ یہ جگہ بہت خطرناک ہے۔ پروفیسر حسنان اور اس کے آدمی، زیادہ دیر تک ہمیں نہیں ڈھونڈیں گے۔ یقیناً وہ مغرب سے پہلے چلے جائیں گے اور پھر ہم رات کے اندھیرے میں اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ تم جانتے ہو تمام راستے کس قدر دشوار گزار ہیں اور اندھیرے میں۔"

حوریہ نے فواد کی بات کاٹ دی۔ ''آئی تھنک خیام ٹھیک کہہ رہا ہے۔ رات کے اندھیرے میں ہمیں کتنی ہی دشواری کیوں نہ ہو، ہمیں دن کی روشنی میں باہر جانے کا رسک نہیں لینا چاہیئے۔''

''یہاں ٹھہرنا بھی تو رسک ہے۔'' فواد نے کہا۔

''دیکھا جائے گا۔'' حوریہ نے اپنا بیک بیگ پھینک دیا۔

فواد بھی اپنا بیگ پھینک کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔

ادھر پروفیسر حسنان ریسکیو کی ٹیم کی مدد سے ان چاروں کو تلاش کر رہا تھا۔

غار کی گھمبیر تاریکی میں وہ اپنے سارے کام ٹارچ کی معمولی سی روشنی میں کر رہے تھے۔

حوریہ نے اپنے بیگ سے برگرز نکالے اور اپنے دوستوں کو دیئے۔

خیام نے برگر کا ایک لقمہ لیا اور فواد سے گویا ہوا ''جس ریسٹ ہاؤس کی تم بات کر رہے ہو تم نے مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا بس یہی بتایا ہے کہ وہ سالوں سے بند پڑا ہے۔ وہاں کوئی نہیں جاتا اور وہ لوگوں کی نظروں سے چھپا ہوا بھی ہے۔''

فواد نے مسکراتے ہوئے کیچپ برگر پر ڈالا۔ ''اس ریسٹ ہاؤس کی کہانی بہت دلچسپ ہے۔ دو سال پہلے میری ایک لڑکے سے دوستی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے اس ریسٹ ہاؤس کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ اس کے دادا کا تھا۔ لینڈ سلائیڈنگ ہوئی تو اس ریسٹ ہاؤس کے ساتھ تین ریسٹ ہاؤس

نیست و نابود ہو گئے۔ اس ریسٹ ہاؤس کے اوپر لینڈ سلائیڈنگ سے دو اطراف سے پہاڑ اس طرح سرک گئے ہیں کہ وہ ریسٹ ہاؤس نہ صرف چھپ گیا ہے بلکہ رہائش کے قابل بھی نہیں ہے۔ مگر ہمیں جو عمل کرنا ہے اس کے لیے وہ جگہ ٹھیک ہے۔ ہماری وہاں موجودگی کے بارے میں کوئی بھی شک نہیں ہو سکتا۔"

وشاء نے دلچسپی سے پوچھا "کسی نے تو کوشش کی ہوگی اس ریسٹ ہاؤس کی نئی کنسٹرکشن کی۔"

"ہاں۔۔۔ میرے دوست کے چچا نے کوشش کی تھی۔ مگر ان کی اس ریسٹ ہاؤس سے لاش ملی اس کے بعد
کسی نے اس ریسٹ ہاؤس کی کنسٹرکشن ہی نہ کی۔"

"اور وہ تمہارا دوست۔۔۔؟" وشاء نے پوچھا۔

"اس کی پچھلے مہینے ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

"مگر کیسے۔۔۔!" وشاء چونک گئی۔

"میں نے معلوم نہیں کیا وہ میرا اتنا قریبی دوست نہیں تھا۔ بس اس کا وقت پورا ہو چکا ہوگا۔"

حوریہ نے سراسیمہ نگاہوں سے فواد کی طرف دیکھا۔

''کہیں اس ریسٹ ہاؤس میں آسیب کا سایہ تو نہیں۔''

''اگر آسیب کا سایہ نہیں ہے تو وہاں ہم جا رہے ہیں نا آسیب کا سایہ ہو جائے گا۔'' خیام اونچی آواز میں ہنسنے لگا۔

فواد نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''آواز بند کرو اپنی، ہم سب کو مروانے کا ارادہ ہے۔'' وشاء نے طنزیہ نگاہ سے فواد کی طرف دیکھا۔

''تم الٹ بول رہے ہو۔ ہم تو زندگی سے بھاگ رہے ہیں اور موت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔''

فواد چڑ گیا ''ہم تمہیں اپنے ساتھ زبردستی نہیں لائے تم خود آئی ہو۔ ابھی بھی وقت ہے اگر ہمارے ساتھ نہیں جانا چاہتی تو پروفیسر حسنان کے ساتھ چلی جاؤ۔''

''نہیں مجھے اس دنیا میں واپس نہیں لوٹنا جس نے مجھے سوائے غموں کے اور کچھ نہیں دیا مجھے اپنے ایک ایک دکھ کا حساب لینا ہے اس دنیا سے'' وشاء سنجیدہ ہو گئی۔
پروفیسر حسنان نے ریسکیو کی ٹم کے ساتھ ان چاروں کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی ان چاروں کے گھر والے بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ بھی اپنے طور پر ان چاروں کو ڈھونڈتے رہے مگر وہ سب ناکام

رہے۔ بالآخر اندھیرا ہونے پر ان سب کو واپس لوٹنا پڑا۔ ان چاروں کیگھر والے بھی پروفیسر حسنان کے ساتھ ہوٹل لوٹ گئے

رات کا اندھیرا ہونے پر فواد، خیام، وشاء اور حوریہ غار سے نکلے اور انتہائی مشکل سے سڑک تک پہنچ گئے اور ریسٹ ہاؤس کی طرف چل پڑے۔ بہت مہارت اور ہوشیاری سے وہ ریسٹ ہاؤس کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

رات کے اندھیرے میں پہاڑوں میں چھپا ہوا ریسٹ ہاؤس بالکل بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ انہیں ریسٹ ہاؤس ڈھونڈنے میں کافی دیر لگی۔

فواد اور خیام اپنی اپنی ٹارچ سے ریسٹ ہاؤس کے اندر داخل ہونے کا راستہ ڈھونڈنے لگے۔

وشاء اور حوریہ بہت تھک گئی تھیں۔ وہ دونوں ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئیں۔

خیام نے فواد کو آواز دی۔ ''ادھر آؤ فواد دروازہ مل گیا ہے۔''

فواد، خیام کے پاس گیا۔ اس نے دروازے کو چھوا۔ ''اس پر تو قفل لگا ہوا ہے۔''

ان دونوں نے دروازے کا قفل توڑا۔

حوریہ اور وشاء بھی سامان اٹھائے ان دونوں کی طرف بڑھ گئیں۔

جونہی خیام نے دروازہ کھولا۔ دھول سے اسے کھانسی آنے لگی۔
حوریہ نے آگے بڑھ کر مکڑی کے بڑے بڑے جالے صاف کیے اور وہ چاروں اندر داخل ہو گئے۔
اندر داخل ہوتے ہی فواد نے دروازہ بند کر دیا اور وہ چاروں خود کو قدرے محفوظ سمجھنے لگے۔

وہ جوں جوں آگے بڑھ رہے تھے دھول اور بڑے بڑے جالوں سے انہیں سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔

یہ چھوٹا سا ریسٹ ہاؤس تین کمروں، ایک کچن اور ایک باتھ روم پر مشتمل تھا۔

ساری عمارت انتہائی خستہ حال تھی۔ دراڑیں، چھتیں جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی، فرش دھول، مٹی اور پتھروں سے بھرا ہوا تھا۔

وشاء اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اکتاہٹ میں بولی۔ ''یہ ریسٹ ہاؤس نہیں کھنڈر ہے۔''
خیام فرش سے نوکدار پتھر اٹھا کے راستہ صاف کرنے لگا۔ ''جیسا بھی ہے ایک کمرہ تو مل کر صاف کرنا ہو گا تاکہ ہم رات گزار سکیں۔''

حوریہ نے کمرے کے چاروں اطراف میں ٹارچ گھمائی۔ ''تھوڑا بہت صاف کر لیتے ہیں باقی دن کی روشنی میں صاف کریں گے۔ یہاں پر کون سا بجلی ہے۔ اندھیرے میں اس طرح چیزوں کو الٹ پلٹ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔''

وہ چاروں جس کمرے میں کھڑے تھے وہ ہال نما بڑا کمرہ تھا۔

کمرے کے فرنیچر کو کپڑوں سے ڈھانپا ہوا تھا۔ سفید کپڑوں کی حالت دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ دیمک نے اس فرنیچر کا کیا حال کیا ہوگا۔

دیوار پر انتہائی پرانی طرز کی وال کلاک لگی تھی۔ دیوار کے ساتھ آتش دان تھا۔ جس پر سفید جالی کے پردوں کیطرح جالے لٹک رہے تھے۔ وہ چاروں سردی سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔

حوریہ اپنے کندھے سکیڑے آتش دان کے قریب آئی۔ ''کاش یہاں آگ جل جائے ہم سارے ادھر ہی رات گزار لیں گے۔''

وشاء بھی حوریہ کے قریب آگئی ''اگر ایسا ہو جائے تو کیا ہی بات ہے لیکن ہمیں لکڑیاں کہاں سے ملیں گی۔'' فواد نے ایک کرسی پر سے کپڑا اتارا۔

''یہ گلا سڑا فرنیچر کس کام آئے گا۔'' یہ کہہ کر فواد نے کرسی کو جس کو دیمک نے جگہ جگہ سے کھوکھلا کر دیا تھا دو تین ضربیں لگائیں کرسی دو تین حصوں میں ٹوٹ گئی۔ آتش دان صاف کرنے کے بعد خیام اور وشاء وہاں لکڑیاں رکھ کر آگ جلانے لگے اور فواد اور حوریہ کمرے کی تھوڑی بہت صفائی کرنے لگے۔ خیام نے لکڑیاں ترتیب سے رکھ کے اپنے لائٹر سے ان میں آگ لگا دی۔ آگ جل گئی تو وہ چاروں آتش دان کے قریب بیٹھ گئے۔

حوریہ اپنے کندھے سکیڑے چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ''فواد! یہ چھت اس قدر خستہ حال ہے نہ جانے کب ہمارے اوپر آ گرے۔''

''گرتی ہے تو گر جائے ہر جنگ جیتنے کے لیے ضروری ہے کہ تم ہر طرح کا ڈر اپنے اندر سے نکال پھینکو، آسانیوں بھری زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔ زندگی میں اینڈونچر ہونا چاہیئے۔ چیلنجز ہونے چائیں۔''

حوریہ جیسے تپ گئی ''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں ہوں۔ لڑکی ہونے کے باوجود سینے میں پتھر جیسا دل رکھتی ہوں۔ مگر کسی غیر محفوظ جگہ کو محفوظ کہنا حماقت ہے اور میں احمق نہیں ہوں۔''

''میں تو یونہی کہہ رہا تھا تمہارا اس مشن میں ہونا ہی تمہاری بہادری کی دلیل ہے۔ اس مشن میں آنے والے ہر فرد کا سینہ پتھر کا ہی ہے۔ جس پر احساسات چھید نہیں کر سکتے۔ ہمارے والدین خوامخوہ ہمیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ ہمیں مردہ تصور کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔''

خیام نے بھی فواد کی تائید کی۔ ''اب ہمیں وہ ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ ہم ان کی اولاد تھوڑی ہیں ہم تو ان کے ہاتھوں کٹھ پتلیاں ہیں۔ اب ہم وہی کچھ کریں گے جو ہمارا دل چاہے گا۔''

حوریہ نے فواد کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ''ہمیں ان جیسا عام انسان نہیں ہمیں تو خاص بننا ہے'' اس ساری گفتگو میں وشاء خاموش تھی۔

بیٹھے بیٹھے کہیں کھو گئی تھی۔ سوچکے دریچوں سے اپنے ماضی میں جھانکنے لگی تھی۔ جہاں اس کی ماں اس پر اپنی محبتیں نچھاور کر رہی تھی وہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ ڈیڈی انتہائی مصروف رہتے تھے مگر ماں کی محبت جیسے اسکی ہر کمی پوری کر دیتی تھی۔ ڈیڈی کا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس تھا۔ وہ زیادہ بیرون ملک ہی رہتے۔ اگر گھر پر ہوتے تو اپنے آفس میں نیٹ پر مصروف رہتے۔

وہ سولہ برس کی ہوئی تو تقدیر نے اس سے جیسے اس کی ساری خوشیاں چھین لیں۔ اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ڈیڈی نے تو دو ماہ بھی صبر نہ کیا اور نئی شادی رچالی۔ سوتیلی ماں کے برتاؤ نے وشاء کی شخصیت میں جو تبدیلیاں پیدا کیں۔ اس سے اس کی راہیں گم ہو گئیں۔ اپنے ہی گھر میں انجان ہونے کے احساس نے اسے بے گھر کر دیا۔

خیام نے وشاء کے سر پر تھپکی دی۔ ''تم کہاں کھوگئی ہو۔'' وشاء کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''کچھ نہیں میں یہ سوچ رہی تھی کہ جب ہم والدین کے گھر میں اپنے مجسم وجود میں اپنا آپ کھو دیتے ہیں تو وہ ہمیں ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرتے مگر جب ہمارا وجود ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو ہمیں تلاش کرتے ہیں۔''

خیام نے اپنی جیکٹ اتار کر وشاء کے کندھوں پر ڈال دی۔ ''اب وہ ہمیں جتنا بھی ڈھونڈلیں ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔''

باتیں کرتے کرتے کب ان کی آنکھ لگ گئی۔ انھیں پتہ ہی نہ چلا۔

چھت کی دراڑوں میں سے اور بند کھڑکیوں کے چرے ہوئے دروازوں سے سورج کی روشنی چھن چھن کر ان کے چہروں پر پڑی تو وہ نیند سے بیدار ہوئے۔

فواد، حوریہ اور خیام دھیرے دھیرے آنکھیں کھول رہے تھے مگر وشاء کو اپنی کی طلب ہو رہی تھی۔ وہ آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ اسنے اپنے قریب پڑی ہوئی پانی کی بوتل اٹھائی اور اس کا ڈھکن کھول کر بوتل منہ سے لگالی۔ اس کی نظر اردگرد کے ماحول پر پڑی تو اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

کمرے کا ماحول تبدیل ہو چکا تھا۔ فرش صاف ستھرا تھا۔ اس پر گندگی نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

گندے کپڑوں سے ڈھانپا ہوا بوسیدہ فرنیچر نئے فرنیچر کی طرح دمک رہا تھا۔

پانی وشاء کے منہ میں ہی رہ گیا اسنے بہ مشکل پانی حلق میں اتارا تو خیام کو جھنجھوڑتے ہوئے اٹھانے لگی۔ ''خیام اٹھو۔۔۔''

''کیا بات ہے۔۔۔ سخت نیند آرہی ہے۔ ایک سورج سونے نہیں دے رہا اوپر سے تم۔۔۔'' وشاء نے ایک بار پھر اسے جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

وشاء کی گھبرائی ہوئی آواز سے فواد اور حوریہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئے۔

خیام بڑبڑاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ ''اب بتاؤ کیا مصیبت آگئی ہے۔''

''میری طرف نہیں سامنے دیکھو۔'' وشاء نے اس کا چہرہ سامنے کی طرف موڑ دیا۔

خیام کے ساتھ ساتھ فواد اور حوریہ کی بھی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی ''اوہ مائی گاڈ! یہ سب کیسے ہو گیا۔''

فواد نے پھرتی سے اپنے بیگ سے اپنی پسٹل نکال لی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ یہاں پر کوئی ہے۔''

''ہاں بلاشبہ ہمارے آنے سے پہلے یہاں کوئی رہتا ہوگا۔''

وہ چاروں یک دم چونکنے لو گئے۔

حوریہ اور وشاء دھیرے دھیرے چلتے ہوئے فرنیچر کے قریب آئی۔ حوریہ نے صوفے کو چھوا۔

''ایک رات میں کوئی انسان اتنی صفائی کیسے کر سکتا ہے۔'' وہ بھی تب جب یہاں بجلی بھی نہ تھی۔''

''صفائی کی بات تو ذہن مان سکتا ہے مگر یہ گلا سڑا فرنیچر، یہ کیسے نیا بن گیا۔'' وشاء صوفے پر بیٹھ کر بولی۔۔۔۔

خیام نے بھی اپنی گن نکالی اور وشاء سے مخاطب ہوا۔ ''تم دونوں یہیں ٹھہرو ہم ابھی آتے ہیں۔'' وہ دونوں ریسٹ ہاؤس کے سارے کمروں میں گئے۔ باقی کمرے بھی ہال کی طرح صاف ستھرے تھے اور ان کے فرنیچر چمک رہے تھے۔

کھنڈر نما ریسٹ ہاؤس ایک خوبصورت رہائش گاہ میں تبدیل ہوگیا تھا۔

فواد اونچی اونچی آواز میں چلا رہا تھا 'کون ہے یہاں سامنے آؤ۔'' مگر ہر طرف سناٹے یہ سرگوشی کر رہے تھے کہ یہاں برسوں سے کوئی نہیں آیا۔ ان چاروں کے علاوہ اس ریسٹ ہاؤس میں کوئی نہیں تھا۔

وہ دونوں کچن میں داخل ہوئے تو ہر چیز اپنی جگہ سلیقے سے سیٹ تھی۔

ڈائننگ ٹیبل پر گرم گرم ناشتہ لگا ہوا تھا اور اس کے ساتھ تازہ پھل پڑے تھے۔

فواد نے حیرانی سے خیام کی طرف دیکھا۔ ''یار! ان غیر آباد پہاڑوں پر اور اس کھنڈر میں یہ سب کچھ کیسے۔ اور پورے ریسٹ ہاؤس میں کسی انسان کا نام و نشان تک نہیں ہے۔''

''خیام نے اپنا سوکھا ہوا حلق تر لیا'' ہو سکتا ہے کہ وہ شخص باہر گیا ہو۔''

''باہر جانے کا دروازہ تو اندر سے بند ہے اس کے علاوہ باہر جانے کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔'' فواد نے اپنی گن بیلٹ میں ڈال لی۔

''جو کچھ بھی ہے کسی نے یہ ناشتہ ہمارے لئے ہی بنایا ہے۔ میز پر پوری چار پلیٹیں پڑی ہیں۔'' خیام نے کہا۔

''مگر ہم یہ چیزیں نہیں کھا سکتے۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' فواد نے بے چینی سے اردگرد دیکھا تو اس کی نظر کچن کی دیوار پر ٹھہر گئی جہاں کسی نے خون سے لکھا تھا۔

''طلسماتی اور سنسناتی دنیا میں تمہارا خیر مقدم۔''

''وشاء، حوریہ، جلدی آؤ۔'' خیام کے پکارنے پر وشاء اور حوریہ کچن میں داخل ہوئیں۔
دونوں تحریر پڑھ کر دم بخود رہ گئیں۔ ''یہ تحریر اس بات کا ثبوت ہے کہ اس ریسٹ ہاؤس میں کسی ماورائی قوت کا بسیرا ہے۔'' وشاء نے کہا۔

حوریہ نے دیوار کے قریب جا کے دیوار کو چھوا تو خون میں چپچپاہٹ ابھی تک موجود تھی۔ ''یہ تحریر تازہ خون سے لکھی گئی ہے۔ کسی نے واقعی ہمیں خوش آمدید کہا ہے مگر ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔''

یہ کہہ کر حوریہ نے اپنے دونوں بازو مشرق و مغرب کی سمت کی طرف پھیلا لیے۔ آنکھیں بند کر لیں اور بلند آواز میں گویا ہوئی۔

''ہم تمہارے مہمان ضرور بنیں گے مگر ہمیں ثبوت دو کہ تم کوئی ماورائی قوت ہو یا انسان ہو۔''

''حوریہ یہ تم کیا کر رہی ہو۔'' فواد، حوریہ کی طرف بڑھنے لگا تو جسم کو جھلسا دینے والی تیز حرارت نے اسے حوریہ سے دور کر دیا۔

حوریہ جس حالت میں کھڑی تھی اسی حالت میں جیسے پتھر کی ہوگئی۔

وشاء اور خیام بھی اسے پکارتے رہے مگر اس نے کسی کی طرف بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ اپنے دوستوں کی طرف پلٹی تو اسکے چہرے کے خدوخال تبدیل ہو چکے تھے۔ چہرے کی جلد سلیٹی مائل ہو کے سلوٹوں میں تبدیل ہو چکی تھی۔ وشاء چیخ کر خیام کے کندھے سے لگ گئی۔

حوریہ مردانہ گرج دار آواز میں بولی۔ ''طلسماتی اور سنسناتی دنیا میں خوش آمدید۔ تم فانی دنیا کے کمزور لوگوں کو چھوڑ کر ہماری دنیا میں شامل ہونے آئے ہو۔ اپنے دل سے انسانوں کے ڈر کو نکال پھینکو۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ایک ویمپائر کی طاقت اس کا ارادہ ہوتی ہے۔ جس مشن پر آئے ہو صرف اس پر دھیان دو۔ مجھے اپنا دوست سمجھو۔ تمہاری ہر مشکل تمہارے پکارنے سے پہلے حل کر دوں گا۔ میں وِلہان ہوں، بار بار ظاہر نہیں ہو سکتا۔ میری پوروں میں بھی آگ ہے اور میری سانسوں میں بھی، کچھ دیر یہاں اور رکا تو یہ ریسٹ ہاؤس جل کر راکھ ہو جائے گا اور ساتھ میں تمہاری دوست بھی۔''

آواز کے ختم ہوتے ہی حوریہ کا جسم بجلی کے سے جھٹکے لینے لگا۔ ایک سفید ہیولہ اس کے جسم سے نکل کر ہوا میں تحلیل ہوگیا۔

حوریہ زمین پر اس طرح گری جیسے کسی نے اسے پٹخ کر زمین پر دے مارا ہو۔

فواد نے اسے سہارا دے کر بیٹھایا۔ وہ نڈھال تھی۔ اسے پانی پلایا۔

''مجھے کیا ہوا تھا۔۔۔؟'' حوریہ نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو سمیٹتے ہوئے فواد کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کچھ نہیں۔۔۔ تمہیں چکر آ گیا تھا۔'' فواد نے حوریہ کو سہارا دیتے ہوئے کھڑا کیا۔

وہ چاروں ڈائننگ ٹیبل کی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ بھوک تو بہت لگی ہے، کیا خیال ہے۔'' خیام نے فواد سے پوچھا۔

فواد نے لاپروائی سے کہا ''دیکھا جائے گا۔ شروع کرو۔''
حوریہ نے پلیٹوں کے اوپر ہاتھ رکھ لیے۔'' یہ کسی کی سازش بھی ہو سکتی ہے۔''

خیام نے تمسخرانہ انداز میں حوریہ کی طرف دیکھا۔ ''خود ہمیں ناشتے کی پیشکش کر کے اب منع کر رہی ہو۔''

''کیا مطلب؟'' حوریہ نے حیرت سے خیام کی طرف دیکھا۔

فواد نے مسکراتے ہوئے حوریہ سے کہا ''تم ناشتہ کرو۔ ہم تمہیں بعد میں ساری بات بتا دیں گے۔''

ان چاروں نے ناشتہ کرلیا اور اس کے بعد چاروں اپنے مشن کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔
پروفیسر حسنان اور اریبہ خیام، وشاء، حوریہ اور فواد کے والدین کے ساتھ مسلسل ان چاروں کی تلاش میں مصروف تھے۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا۔۔۔ان چاروں کے والدین کے خدشات بڑھتے جا رہے تھا۔۔۔جس کی وجہ سے پروفیسر حسنان اور اریبہ پر دباؤ بھی بڑھتا جا رہا تھا۔
تقریبا پورا دن ہی وہ لوگ تلاش میں مصروف رہے۔ رات کو تھک ہار کے واپس ہوٹل آئے تو گمشدہ اسٹوڈنٹس کے والدین اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

پروفیسر حسنان اور اریبہ اپنے اپنے کمروں کے جانے کے بجائے باہر بینچ پر ہی بیٹھ گئے۔ رات کے اندھیرے میں اس پہاڑ کا منظر بہت ہی خوبصورت تھا۔

آسمان پر ٹمٹماتے ہوئے ستارے اتنے قریب محسوس ہو رہے تھے کہ یہ گمان ہو رہا تھا جیسے وہ اس آسمان میں ہی کہیں موجود ہیں۔

پہاڑوں کے نشیب و فراز پر جگمگاتے ہوئے گھر بھی اس طرح دکھائی دے رہے تھے جیسے قدرت نے کچھ ستارے ان پہاڑوں پر بھی پھینک دیئے ہوں مگر یہ ساری خوبصورتی حسنان اور اریبہ کے لیے بے معنی ہوگئی تھی۔

اریبہ کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ ''حسنان! یہ سب کیا ہوگیا۔ ہم کتنے شوق سے اسٹوڈنٹس کو تفریح کے لیے لے کر آئے تھے اور اس پریشانی کا شکار ہو گئے۔ مجھے تو بار بار اس غلطی کا احساس ہوتا ہے کہ ہم نے ان چاروں پر نظر کیوں نہیں رکھی۔ ان کا عجیب برتاؤ دیکھ کر ہمیں انہیں اپنے ساتھ ہی نہیں لانا چاہیئے تھا۔ ہمارے سٹاف کی، یونیورسٹی کی کس قدر بدنامی ہوئی ہے۔''

پروفیسر حسنان نے لمبا سانس کھینچا ''یہ سب باتیں تو قابل برداشت ہیں مگر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر ان چاروں کو کچھ ہوگیا تو ان کے والدین پر کیا گزرے گی۔ مری کا کوئی ہوٹل ہم نے نہیں چھوڑا۔ مری کے قریب علاقوں کے ہوٹلوں میں بھی ڈھونڈا۔ دوردراز کے علاقوں میں تو وہ اتنی جلدی نہیں پہنچ سکتے۔ مگر پھر بھی وہاں پر فون کے ذریعے ہوٹلز کے مالکان سے رابطہ ہے۔ ٹریفک پولیس کو الرٹ کر دیا گیا ہے۔ پورے شہر میں پولیس پھیلی ہوئی ہے۔ وہ چاروں آخر گئے کہاں؟''

اریبہ مسلسل کچھ سوچ رہی تھی پھر اس نے حسنان کی طرف دیکھا۔ ''میرا خیال ہے کہ ہمیں ان کے والدین کو ان چاروں کی گزشتہ دنوں کی حرکات سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ اس سے بھی ان چاروں کی تلاش میں مدد ملے گی۔ آخر ان چاروں کے ذہن میں چل کیا رہا تھا۔ انہوں نے کھائی میں چھلانگ لگا دی۔ ان

چاروں کی غیر اخلاقی حرکات کا نوٹس نہ لینے کے جس قدر ذمے دار ہم ہیں۔ اتنے ہی ذمے داران کے والدین ہیں۔"

صبح ہوتے ہی اریبہ اور حسنان نے ان چاروں کے والدین کو باہر لان میں بلایا۔

وہ سب باہر لان میں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ پریشانی سے سب کی حالت بہت خراب تھی۔ ایک رات مزید گزر جانے کے بعد ان کا حوصلہ ٹوٹنے لگا تھا۔

فواد کے والد ہائی بلڈ پریشر کے مریض تھے۔ حسنان کے بات شروع کرنے سے پہلے ہی وہ بول اٹھے۔ "اب یہاں پر ہمیں کیوں بلایا ہے۔ آپ لوگ باتیں کرنے کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارا وقت برباد نہ کریں۔ ہم اپنے طور پر اپنے بچوں کو ڈھونڈیں گے۔"

"پلیز انکل آپ تحمل سے ہماری بات تو سنیں۔" اریبہ نے انہیں کرسی پر بٹھایا اور پھر حسنان کو خاموش رہنے کا اشارہ کرکے خود بات شروع کی۔

'دیکھئے کسی بھی منزل تک پہنچنے کے لیے راستے کا تعین کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح چاروں تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ گمشدہ ہونے سے قبل وہ چاروں کس قسم کے حالات سے دوچار تھے۔ ان دنوں ان کی حرکات کیا تھیں وہ کس قسم کے لوگوں سے مل رہے تھے۔

میرا مطلب ہے کہ وہ کس راستے پر چل رہے تھے ۔ ایسا کیا ہوا تھا انہوں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ۔ اگر ان سب باتوں کا علم ہو جائے تو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں گئے ہوں گے ۔''

خیام کی والدہ کو اریبہ کی بات معنی خیز لگی، وہ باقی لوگوں سے مخاطب ہوئی ۔ ''میرا خیال ہے کہ آپ مرد حضرات یہیں ٹھہریں اور ہم خواتین اپنے گھروں میں جا کے ان کے کمروں کی تلاشی لیتی ہیں، ان کے کمپیوٹرز سے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ان کا میل جول کن لوگوں سے تھا ۔''

وشاء کے والد نے بھی اس کی بات کی تائید کی اور کہا ''اس علاقے کا تو ہم نے چپہ چپہ چھان مارا ہے ۔ ویسے بھی ادھر پولیس انہیں تلاش کر رہی ہے ۔ ہمیں انہیں دوسری جگھوں پر تلاش کرنا چاہیئے ۔ مس اریبہ کے کہنے کے مطابق ہمیں انکی چیزوں کی تلاش بھی لینی ہوگی ۔ میں آج ہی گھر کے لیے روانہ ہو جاؤں گا ۔''

حسنان نے اریبہ سے سرگوشی کے انداز میں کہا ۔

'میرا خیال ہے کہ تم جو بات کہنا چاہتی تھیں وہ کہہ دو ۔ تمہاری بات یہ سب زیادہ غور سے سنیں گے ۔'' اریبہ نے بات شروع کی تو بولتے بولتے خاموش ہو گئی ۔

ندامت کے احساس سے اس کی زبان میں جیسے بل آگیا کیونکہ وہ جو کچھ بتانے جارہی تھی اس کا ذمہ دار اس کا سٹاف بھی تھا۔

پھر بھی اسنے ہمت کر کے دوبارہ بات شروع کی۔ ''یونیورسٹی کے دوسرے اسٹوڈنٹس کی نسبت ان چاروں کا برتاؤ بہت عجیب تھا۔ تعلیمی حالت کا تو آپ لوگوں کو علم ہے۔ وہ کلاس میں سب سے پیچھے تھے حیرت کی بات تو یہ تھی کہ ان کا ہر عمل ایک جیسا تھا۔ ایک بات کا مجھے بہت افسوس ہے کہ ان کی کچھ باتیں جو ہمیں آپ لوگوں کے علم میں لانی چاہیئے تھیں۔ ان سے ہم آپ کو آگاہ نہیں کر سکے۔

پروفیسر حسنان نے ایک بار حوریہ کے بیگ کی تلاشی لی تو انہیں اس کے بیگ سے Black Magic کی کتاب ملی۔ اسی طرح سے انہوں نے خیام کے بیگ کی تلاشی لی تو انہیں اس کے بیگ سے ڈرگز ملی۔

حسنان نے پرنسپل صاحب کو ان باتوں سے آگاہ کیا تو انہوں نے حوریہ اور خیام کو اپنے آفس میں بلا کر سمجھا دیا۔ مگر آپ لوگوں کو اس ساری صورت حال سے آگاہ نہیں کیا۔''

حوریہ اور خیام کے والدین کسی قسم کا سخت رد عمل ظاہر کرنے کے بجائے سر جھکائے خاموش تھے۔ جیسے وہ خود بھی اپنے بچوں کی ان حرکات سے واقف تھے۔

حوریہ کی والدہ نے ٹشو سے اپنے آنسو پونچھے۔ ''ان سب باتوں کا جتنا ذمہ دار آپ کا سٹاف ہے اس سے کہیں زیادہ یہ ذمہ داری والدین پر عائد ہوتی ہے۔ یہ تو اساتذہ کی کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ وہ یونیورسٹی تک پہنچ گئے۔ مگر رشتوں کے معاملات میں وہ اس قدر باغی کیسے ہو گئے۔ ان کا برتاؤ ایسا جارحانہ ہو گیا کہ انہیں ہر طرف سے دھتکار اور نفرت ملنے لگی۔ ایسا کیا ذہنی انتشار تھا کہ وہ ڈرگز کی طرف مائل ہو گئے۔'' حوریہ کی والدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ان چاروں کے والدین ایک روز کے لیے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ انہوں نے ان چاروں کے کمروں کی اچھی طرح تلاشی لی۔

ان کے Contact چیک کیے اور جو اشیاء خاص لگیں انہیں ایک بیگ میں ڈال لیا۔

خواتین اپنے گھروں میں رہ گئیں۔ اور ان چاروں کے والد دوبارہ مری پہنچ گئے۔

انہوں نے پولیس کی مدد سے تلاش کا دائرہ وسیع کر دیا اور دور دراز کے علاقوں میں بھی تلاش شروع کر دی

حسنان اور اریبہ نے باقی سٹوڈنٹس کو ان کے گھروں تک پہنچا دیا اور خود وہیں ٹھہر گئے۔

دیو ہیکل پہاڑوں کی خاموش وادی میں چیڑ کے درختوں میں گونجتی بندروں کی چیخ دار آوازیں سناٹے کو دہلا رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے جانوروں کی آوازیں ساتھ شامل ہو جاتیں تو یوں محسوس ہوتا گویا دو

قبیلوں میں جنگ چھڑ گئی ہے۔ بندروں کا غول اچانک پھوٹنے والے فوارے کی طرح نمودار ہوتا اور وہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگوں کے تبادلے میں مصروف نظر آتے۔

مادائیں اپنی پیٹھ پر بچوں کو چڑھائے اس سلسلے میں بہت پھرتیلی نظر آتیں۔ فواد اور خیام صحن میں بیٹھے اپنے ہتھیاوروں کی صفائی میں مصروف تھے۔ وشاء بڑی سی شال اوڑھے دھیرے دھیرے ٹہل رہی تھی۔ وہ صحن میں لگے خوبصورت گول پتھروں پر پاؤں رکھتے ہوئے مسلسل سوچ رہی تھی کہ جب ہم لوگ یہاں آئے تھے تو یہ عمارت کھنڈر تھی اور یہ فرش نہیں تھی۔ یہاں بس مٹی ہی مٹی تھی۔ یا تو کسی ماورائی قوت نے جادو سے یہ سب کچھ بدل دیا پھر ہم کئی سال پیچھے ماضی میں پہنچ گئے ہیں۔ جب یہ ریسٹ ہاؤس نیا نیا بنا تھا۔

وہ چلتے چلتے کب کیاری کے پاس پہنچ گئی اسے معلوم ہی نہ ہوا۔ ہرے ہرے تازے پتوں کی ڈالی نے اس کے ہاتھ کو چھوا تو وہ ہڑبڑا کے رہ گئی۔ اس نے سہمی سہمی نظروں سے پودوں سے بھری کیاری کی طرف دیکھا۔

"اس سنگلاخ زمین پر یہ جیتے جاگتے سانس لیتے پودے کہاں سے آ گئے۔" اس نے سرخ گلاب کی پتیوں کو ہاتھوں سے چھوا تو اس کی انگلیاں لہو سے بھر گئیں۔ وہ چیخ کر دوسری طرف پلٹی تو خیام سے ٹکرا گئی۔

"خیام یہ دیکھو میرے ہاتھ۔۔۔" اس نے خیام کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے۔

خیام نے اس کے ہاتھوں کو چھوا۔ "کیا ہوا تمہارے ہاتھوں کو یہ تو صاف ہیں۔"

وشاء نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ "میں نے گلاب کے پھول کو چھوا تو میرے ہاتھوں میں لہو لگ گیا۔"

"کون سا گلاب! وہاں کیاری میں تو گلاب کے پودے ہے ہی نہیں۔"

وشاء نے کیاری کی طرف دیکھا تو واقعی وہاں گلاب کا پودا نہیں تھا۔

وشاء نے خیام کا ہاتھ پکڑا اور اسے اندر کمرے میں لے گئی۔

"یہاں بیٹھو مجھے تم سے بات کرنی ہے۔" وشاء اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"خیام! مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ یہ جگہ بہت عجیب ہے۔ ہم میں سے کوئی یہ کیوں نہیں سوچ رہا کہ جب ہم یہاں آئے تو یہ جگہ کھنڈر تھی۔ پھر ایک دم سب کچھ بدل گیا۔ یہ ریسٹ ہاؤس کسی شیطانی طاقت کی آماجگاہ ہے۔

یقیناً یہ کئی سال پہلے ایسا ہی ہوگا۔ جب اس میں انسانوں کی گہما گہمی ہوتی ہوگی۔ مگر لینڈ سلائیڈنگ میں جن لوگوں کی جان چلی گئی۔ کیا پتہ ان کی روحیں بھی اس ریسٹ ہاؤس میں بھٹکتی ہوں۔" خیام نے وشاء کے سہمے ہوئے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"ان سب باتوں سے وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ جن کی آنکھوں میں زندگی کے خواب ہوتے ہیں۔ مگر ہم جس منزل کے مسافر ہیں اس کی راہ میں ڈر و خوف کو ہم نے اپنے پیروں کی دھول میں روندتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔"

فواد کمرے میں داخل ہوا۔ "خیام! آج مغرب کے بعد ہی ہم اپنا عمل شروع کریں گے۔" فواد نے خیام کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

حوریہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ خیام نے فواد کی طرف دیکھا۔ "ابھی یہ ٹھیک نہیں۔"

"کیوں؟" فواد نے پوچھا۔

"ہمیں یہ عمل پہاڑوں کے وسط میں کرنا ہے اور آگ بھی جلانی ہے۔ ہماری تلاش میں پولیس کے آدمی چپے چپے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ دور دور تک دیکھ لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ہم اس علاقے میں نہیں ہیں۔"

’’مگر ہم تو بہت لیٹ ہو جائیں گے۔ دو دن کے بعد بھی تو وہ لوگ اس علاقے میں ہو سکتے ہیں۔ ویسے بھی وہ عمل ایسا ہے کہ اس کے پورے ہونے کے بعد کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔‘‘ فواد کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ خیام بول پڑا۔

’’اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ہم پہلی بار میں ہی اس عمل میں کامیاب ہو جائیں گے۔‘‘

فواد نے اٹھ کر خیام کا گریبان پکڑ لیا۔ ’’تم کمزور ہو تو دفع ہو جاؤ ہمارے گروپ میں سے۔‘‘

حوریہ نے فواد کو خیام سے پیچھے کیا ’’یہ وقت آپس میں جھگڑنے کا نہیں ہے۔ تحمل سے بیٹھ کر کچھ سوچتے ہیں تم دونوں کی بات اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ ہم کوئی اور راستہ نکال لیں گے۔‘‘

فواد، حوریہ کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا۔ خیام بھی غصے سے سر کو جھٹک کر بیٹھ گیا۔

سارے خاموشی سے سر جھکائے کچھ دیر بیٹھے رہے پھر حوریہ، خیام سے گویا ہوئی۔ ’’ہمارے عمل کے لیے یہی شرط ہے نا کہ جس جگہ عمل کیا جائے وہ جگہ پہاڑوں کے وسط میں ہو جہاں سے کھلا آسمان دکھائی دے۔ تو یہ عمل ہم ریسٹ ہاؤس کے صحن میں کر سکتے ہیں۔‘‘

خیام بلا تامل بولا ’’تم نے تو دیکھا ہے کہ لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے صحن کا آدھا حصہ ڈھک گیا ہے۔ تھوڑے سے حصے سے ہی آسمان دکھائی دیتا ہے۔‘‘

حوریہ فوراً بولی۔ ''دکھائی تو دیتا ہے نا۔ تم لوگ خوامخواہ وہم کرکے کسی مصیبت میں پھنس جاؤ گے۔''

وشاء نے بھی حوریہ کی تائید کی۔

''مجھے بھی حوریہ کی بات سے اتفاق ہے ہمیں وقت ضائع کیے بغیر آج ہی مغرب کے بعد وہ عمل کر لینا چاہیۓ۔''

فواد خاموشی سے سب کی باتیں سنتا رہا۔ پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر صحن میں چلا گیا۔ خیام بھی اس کے پیچھے پیچھے صحن میں چلا گیا۔

خیام کو دیکھتے ہی فواد نے صحن کے اطراف میں بلند ترین پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا ''ان بلند ترین پہاڑوں پر کوئی بھی نہیں چڑھ سکتا۔۔۔ جو ہمیں کوئی دیکھ سکے۔۔۔ اس لیے حوریہ کی بات ٹھیک ہے۔۔۔ ہم صحن میں ہی عمل شروع کریں گے۔''

خیام مسلسل پہاڑوں کی طرف دیکھ رہا تھا ''وہ لوگ ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹرز بھی استعمال کرسکتے ہیں۔''

فواد سر جھٹک کر بولا ''اتنے روز سے ایسا کچھ کیا نہیں، ایک دن میں کیا کرلیں گے۔ بس زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے ہم آج مغرب کے بعد اپنا عمل شروع کریں گے۔''

خیام نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ دونوں اندر کمرے میں چلے گئے۔

خیام، وشاء کے قریب بیٹھ گیا ''فواد کیا کہہ رہا ہے۔'' وشاء نے خیام سے پوچھا۔

خیام نے انتہائی سنجیدگی سے کہا ''ہم نے طے کرلیا ہے ہم مغرب کے بعد ہی عمل کریں گے۔''

وشاء نے گہری نظر سے خیام کی طرف دیکھا۔ ''تم بات پلان کی کر رہے ہو اور تمہارا لہجہ تمہارے دل کی کیفیت کی چغلی کھا رہا ہے۔''

''کیا مطلب۔۔۔؟'' خیام نے سوالیہ نظروں سے وشاء کی طرف دیکھا۔
وشاء نے مسکراتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔ ''مجھے بتاؤ کیا سوچ رہے ہو۔''
خیام نے گہری نظر سے وشاء کی طرف دیکھا ''وہی سوچ رہا ہوں جو ایک پل کے لیے تم بھی سوچو گی، آج جو ہم کرنے جا رہے ہیں نہ جانے ہم ایک دوسرے کے دوست رہیں گے بھی یا نہیں۔ نہ جانے اس عمل کا انجام کیا ہوگا۔۔۔''

''جو کچھ بھی ہو موت سے برا انجام تو نہیں ہو سکتا۔ اور ہم اپنی یہ زندگی نہیں چاہتے۔ مگر یہ ضرور چاہیں گے کہ ہم جو روپ بھی لیں ایک دوسرے سے ضرور ملیں۔'' وشاء نے خیام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

خیام نے وشاء کے ہاتھ پر دھیرے سے ہاتھ رکھا ''چلو پھر ڈھیر ساری باتیں کرتے ہیں۔''

حوریہ اور فواد بھی اداس بیٹھے تھے۔ ایک عجیب سا اضطراب تھا ان کے اندر، بالکل ایسے ہی جیسے دیے کی لو بجھنے سے پہلے بھڑکتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنا چاہتے تھے۔

اپنی زندگی کو شکستوں سمیت خدا حافظ کہہ کے خود کو ایک نئی جنگ کے لیے آمادہ کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے باتیں کرتے کرتے کب مغرب کا وقت ہو گیا انہیں علم ہی نہ ہوا تھا۔ وہ چاروں پھرتی سے اٹھے اور کتابیں اٹھائے اس خوفناک عمل کی تیاری کرنے لگے۔ عمل کے طریقے کار کو دہرانے کے بعد خیام اور فواد نے لکڑیاں جمع کرنا شروع کیں۔

پھر وہ لکڑیاں لا کر کے صحن کے درمیان میں رکھیں اور انہیں آگ لگا دی۔ ان لمحوں میں انہوں نے اپنے دل سے ہر طرح کے ڈر کو نکال پھینکا اور اپنی پوری توجہ اپنے عمل کی طرف مرکوز کر دی۔

چند ساعتوں کے بعد وہ چاروں آگ کے اردگرد آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئے۔ وشاء کے ہاتھ میں شیشے کی بوتل تھی جس میں ایک خوبصورت تتلی تھی جو Stuffed تھی۔ اس کے نازک پر خوبصورت رنگوں سے بھرے ہوئے تھے۔

ان چاروں نے آنکھیں بند کرلیں، اور ایک خاص عمل ایک ساتھ اونچی آواز میں پڑھنے لگے وہ جوں جوں عمل پڑھتے جارہے تھے آگ مزید بھڑکتی جارہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ان چاروں نے آنکھیں کھولیں۔ تو ان کی آنکھیں دہک کے انگارہ ہو رہی تھیں۔ فواد نے آگ کے قریب Pig کی ہڈیاں اور انسانی کھوپڑی رکھی اور خیام سے گویا ہوا۔

''اب ہم منتر نمبر 5 پڑھیں گے۔''
وشاء اپنے حلق کو چھو کر نڈھال ہو رہی تھی۔ خیام نے اس کی طرف دیکھا۔ ''تمہیں کیا ہوا ہے۔''

''پتہ نہیں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کسی نے مجھے تپتی ریت پر پھینک دیا ہو۔ پورے جسم پر جلن کا احساس ہو رہا ہے۔ حلق میں سوکھ رہا ہو۔''

اس سے پہلے کہ خیام کچھ کہتا فواد سفاکی سے بولا ''کچھ بھی ہو۔ ہمیں یہ عمل درمیان میں نہیں چھوڑنا۔ تمہیں منتر نمبر 5 ہمارے ساتھ پڑھنا ہو گا گلا سوکھ رہا ہے تو آہستہ آواز میں پڑھ لو۔''

وشاء نے دھیرے سے کہا 'کوشش کرتی ہوں۔ ان چاروں نے ایک بار پھر آنکھیں بند کیں اور منتر پڑھنا شروع کر دیا۔

رات کے گمبھیر سناٹے میں یہ منتر بھیانک ماورائی مخلوق کے لیے بلاوا تھا۔

اچانک سے تیز ہوا کا جھکڑ آیا اور آگ بجھ گئی۔ آگ بجھنے کا مطلب تھا کہ ان کا منتر ناکام ہو گیا ہے ان کا عمل ادھورا رہ گیا، ہر طرف دھول ہی دھول ہو گئی۔

ان چاروں نے آنکھیں کھولیں۔ دھول میں تیز جھکڑ کے ساتھ باریک باریک کنکریاں ان چاروں پر اس طرح برسنے لگیں کہ ان کے جسموں پر زخم ہو گئے۔

پھر ان کی سماعت سے وہی گرج دار آواز ٹکرائی جس نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ اس آواز کے ساتھ طوفانی صورت حال بھی ختم ہو گئی۔

''تم لوگ میری مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو غلط کر رہے ہو۔ تمہارے مخنی وجود جل کر راکھ ہو جائیں گے اور یہ راکھ مٹی میں مٹی ہو جائے گی۔ اگر ماورائی قوتیں حاصل کرنے ہیں تو جیسا میں کہوں ویسا کرو۔''

فواد فضا میں گونجتی آواز کی سمت کا تعین کرنے لگا ''تم کون ہو، کیوں ہمارے کام میں دخل دے رہے ہو۔ تم ہمارے سامنے کیوں نہیں آتے۔''

گرج دار آواز فضا میں پھر سے گونجنے لگی۔ ''میں ایک آسیب ہوں۔ تم لوگوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ کالا جادو صرف کتابوں سے نہیں سیکھا جاتا۔ اس کے لیے گھناؤنے جرم کرنے ہوتے ہیں۔ انسانیت کی تذلیل کر کے شیطان کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ اگر ان چیزوں سے بچ کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا ہو تو کسی بڑے عامل کی ضرورت ہوگی یا میرے جیسے آسیب کی۔''

وشاء نے فواد کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ اس پر بھروسا کیا جائے پھر وہ بلند آواز میں بولی۔ ''ہم تمہاری بات تب مانیں گے جب تم کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوگے۔''
فضا میں دل دہلا دینے والا قہقہہ گونجا۔ ''میرا ہر روپ بھیانک ہوگا ویسے جو عمل تم کرنے جا رہے ہو اس میں فولاد کا کلیجہ چاہیۓ جو مافوق الفطرت مخلوق کا ہر روپ سہہ سکیں۔ چلو اب تو ظاہر ہونا پڑے گا۔''

اس کے خاموش ہوتے ہی فضا میں خوفناک غرغراہٹ کی آواز گونجنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز کی شدت میں اضافہ ہوگی
وہ آواز چاروں طرف گونج رہی تھی۔ وہ چاروں پاگلوں کی طرح چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی ماورائی مخلوق نے ان پر ہلہ بول دیا ہے۔ جیسے کسی غیبی مخلوق نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہو۔

حوریہ اور وشاء چیختی ہوئی فواد اور خیام کی طرف بڑھنے لگیں تو فواد نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ''جہاں کھڑی ہو وہیں رہو۔ اپنے ڈر پر قابو رکھو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

وشاء اور حوریہ سہمی سہمی نظروں سے اردگرد دیکھ رہی تھیں کہ وہ آسیب کس روپ میں رونما ہوتا ہے کہ اچانک انہیں اپنے قریبی درخت سے آہٹ محسوس ہوئی۔ ان دونوں نے ایک ساتھ پیچھے دیکھا تو وہ سر تا پا کانپ کے رہ گئیں، ان کے حلق سے کریہہ چیخ نکلی۔

ایک بدہیت ضعیف آدمی چوپائیوں کی طرح چلتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کا جسم بھی چار ٹانگوں والے جانور کی طرف مڑ تڑ گیا تھا۔ جسم کی ہڈیاں جگہ جگہ سے بڑھی ہوئی تھیں۔ کندھوں کی دونوں ہڈیاں اونٹ کی کوہانوں کی طرف کھڑی تھیں اور جب وہ اپنے دونوں بازوؤں اور ٹانگوں سے کسی جانور کی مانند چلتا ہوا انکی طرف بڑھ رہا تھا تو گویا اس کے جسم کی ساری ہڈیاں ہل رہی تھیں۔

فواد کے کہنے کے مطابق دونوں لڑکیوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی۔ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتی رہیں۔

وہ بدہیت شخص فواد اور خیام کی طرف بڑھنے لگا فواد اور خیام نے اپنے ڈر پر قابو رکھا۔

وہ ان دونوں کے قریب سے گزرتا ہوا ان کے سامنے آگیا۔ اس کا چہرہ اور اس کا جسم بالکل ایسا ہی تھا جیسے قبر سے مردہ اٹھ آیا ہو۔ وہ ان دونوں کی طرف دیکھ کر ہنسا "کیوں اپنے آپ کو دیکھ کر ڈر گئے۔"

"کیا مطلب؟" خیام نے اپنے خشک لبوں کو تر کیا۔

"اگر تم کمزور انسان ڈیڑھ سو سال تک نہ مرو تو تمہارا ایسا حال ہو گا۔ میں اس وقت ڈھائی سو سال کے ضعیف انسان کے روپ میں تمہارے سامنے ہوں۔"

"ت۔۔۔ت۔۔۔تمہارا اپنا روپ کون سا ہے۔۔۔؟"

'میرا روپ اگر دیکھ لیتے تو اپنا عمل بھول جاتے اسلیے تمہارے سامنے تمہارے ہی روپ میں آیا ہوں۔ ویسے بھی میرا تم لوگوں کے سامنے اصلی روپ میں آنا ضروری نہیں تھا مگر جو شیطانی عمل تم کرنے جا رہے ہو اس میں کسی بھی وقت کوئی شیطانی طاقت تمہارے سامنے آ سکتی ہے۔ اس لیے ایک بار پھر سوچ لو اتنی ہمت ہے تمہارے اندر۔"

"ہمت ہو یا نہ ہو ہم سب کچھ کرنے کو تیار ہیں اگر تم واقعی ہماری مدد کرنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے ہم تو پر بھروسا کرتے ہیں" یہ کہہ کر فواد نے خیام کا ہاتھ پکڑا اور حوریہ اور وشاء کے قریب چلا گیا۔

'یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔؟" حوریہ نے اپنے دونوں ہاتھ سوالیہ انداز میں پھیلا دیئے۔

فواد سر گوشی کے انداز میں گویا ہوا۔ ''میرا ذہن کہتا ہے کہ ہمیں اس پر بھروسا کر لینا چاہیئے۔''
''اس پر بھروسا کرنے کا مطلب ہے کہ ہمیں وہی سب کچھ کرنا پڑے گا جو یہ کہے گا۔'' خیام نے کہا۔

''تو کر لیتے ہیں جو یہ کہتا ہے۔۔۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اگر ہمیں کچھ ٹھیک نہ لگا تو ہم پیچھے ہٹ جائیں گے۔ تم صرف یہ سوچو کہ ہم جو کچھ کرنے جا رہے تھے۔ وہ بھی تو آسان نہیں تھا اور یہ ایک غیبی مخلوق ہے۔ ماورائی قوتوں کی حامل ہے میرے خیال میں ہمیں اس کی مدد لے لینی چاہیئے۔''

فواد کی بات سن کر وشاء نے گھبراہٹ سے اس عجیب الخلقت مخلوق کی طرف دیکھا ''جو کچھ یہ کہے گا اگر وہ سب ہم سے نہ ہو سکا۔''

''تو ہم منع کر دیں گے کوئی زبردستی نہیں ہے، اس کو ایک موقع دے دیتے ہیں۔'' خیام نے وشاء کو سمجھایا۔
پھر وہ چاروں اس بوڑھے آدمی کی طرف بڑھے۔ فواد نے ایک نظر اپنے تینوں دوستوں کی طرف ڈالی پھر وہ اس سے گویا ہوا۔ ''ٹھیک ہے ہمیں منظور ہے تم جیسا کہو گے ہم کریں گے۔''

چند ساعتوں میں وہ بوڑھا آدمی ان چاروں کو بغور دیکھنے لگا پھر گرج دار آواز میں بولا۔

'جس طرح آگ کے گرد پہلے بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھ جاؤ۔ آگ دوبارہ بھڑک اٹھے گی۔ اپنے ادھورے عمل کو پھر سے شروع کردو۔ بس اس بات کا دھیان رکھنا کہ جب تک تمہاری آنکھوں میں جلن محسوس نہ ہو تم نے آنکھیں نہیں کھولنی۔ آنکھیں کھولنے کے بعد تمہیں جلتی آگ میں جنات وشیاطین کے بھیانک چہرے دکھائی دیں گے۔ اس وقت بلند آواز میں جو روپ لینا چاہتے ہو وہ سب کہنا لیکن اس سے پہلے ایک اہم بات ہے۔۔۔'' وہ خاموش ہوگیا۔

خیام نے پوچھا 'کون سی اہم بات۔۔۔؟''

خوفناک آدمی اپنی گردن کو چاروں طرف گھمانے لگا ''یوں کہہ لو کہ ایک اہم سوال ہے۔۔۔ جو میں تم لوگوں کے آنکھیں کھولنے سے پہلے کروں گا۔ اگر وہ جواب ٹھیک ہوا تم نے سچ بولا تو یہ سارا عمل آگے چلے گا اگر جھوٹ بولا تو یہ عمل وہیں رک جائے گا۔''

''ٹھیک ہے ہم اپنا عمل شروع کرتے ہیں۔'' خیام نے کہا اور وہ چاروں آگ کے گرد آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئے۔ انہوں نے آنکھیں بند کیں تو آگ خود بخود بھڑک اٹھی۔

انہیں آگ بھڑکنے کا احساس ہوا تو انہوں نے عمل پڑھنا شروع کردیا۔ وہ جوں جوں عمل پڑھتے جا رہے تھے۔ اردگرد کے ماحول سے غافل ہوتے جا رہے تھے۔ ان کا دماغ جیسے ان کے کنٹرول سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اپنی ہر سوچ سے بے نیاز ہو جاتے، بھیانک آدمی کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

’اپنے ذہن کی وسعتوں میں اس ایک جذبے کو ڈھونڈو، جس کا احساس دوسرے تمام جذبوں پر غالب ہو۔‘‘

وہ چاروں اپنی سوچ کے دریچوں سے اپنے دل کے محسوسات میں کھو گئے۔

وشاء کی بند آنکھوں سے آنسو نکل کر اسکے رخسار پر چھلک گئے وہ کانپتے لبوں سے بولی۔

’’ساحل میں تمھیں کبھی نہیں بھول سکتی۔‘‘فواد نے کانپتے لبوں سے کہا ’’جس زندگی میں وینا نہیں، مجھے وہ زندگی نہیں چاہیئے۔‘‘

خیام اپنے لبوں کو اپنے دل کے محسوسات بتانے سے روک نہیں سکا۔ ’’اگر میں ایک عام انسان کی طرح جیتا تو اپنی خوشیاں وشاء کی آنکھوں میں ڈھونڈتا۔‘‘ حوریہ اپنے آنسوؤں سے بھرے چہرے کے ساتھ چیخ کر بولی۔ ’’نفرت ہے مجھے محبت کے اس احساس سے، جس کے نام پر لوگ دوسروں کو استعمال کرتے ہیں۔‘‘

یہ جملے ادا کرتے ہی جیسے ان کی میموری گم ہونے لگی۔ کسی کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک کی طرح ان کا برین واش ہونے لگا۔

وہ عمل مسلسل پڑھ رہے تھے، وہ کیا پڑھ رہے تھے کیوں پڑھ رہے تھے انہیں کوئی ہوش نہیں تھی۔
مگر جب ان آنکھوں میں جلن ہونے لگی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔
ان کی آنکھوں کے سامنے دل دہلا دینے والا ایک بھیانک منظر تھا۔ بھڑکتی ہوئی آگ میں جنات و شیاطن کے ہولناک چہرے نمودار ہونے لگے جن کے ساتھ ہی فضا میں خوفناک غرغراہٹوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

آگ میں ابھرنے والے چہرے جیسے آگ ہی کا حصہ تھے۔ ان کے نقوش بھڑکتی آگ کے ساتھ بڑھتے اور سکڑتے۔ خیام، وشاء، فواد اور حوریہ بخوبی جانتے تھے کہ اب انہیں کیا کرنا ہے۔
وشاء نے شیشے کا جار اپنے ہاتھ پر رکھا جس میں ایک خوبصورت تتلی کا Stuffed تھا۔ وہ بلند آواز میں بولی۔ ''تتلی کے روپ میں ایک خوبصورت بلا۔''
حوریہ بلند آواز میں بولی ''ایک خوبصورت ایسی آواز جو اس قدر دلفریب ہو کر لوگ اس کے پیچھے دوڑتے دوڑتے موت کی آغوش میں چلے جائیں۔''
فواد نے سگریٹ کا کش لیا اور اس کا دھواں فضا میں اڑایا۔ ''اس کا روپ لے کر اس ہوا میں بکھر جاؤں، کسی بھی وقت کوئی بھی روپ لے سکوں۔''

خیام بھی بلند آواز میں بولا ''پراسرار قوتوں کی حامل بس ایک روشنی کی شعاع جو کسی بھی وقت کہیں بھی نمودار ہو سکے کوئی بھی روپ لے سکے۔''

خیام کی بات ختم ہوتے ہی جیسے بھیانک شیاطین و جنات آگ سے باہر آ گئے۔ ان چاروں کی چیخ و پکار فضا میں گونجتی رہی پھر ایک بھونچال میں ان کی آوازیں بھی کھو گئیں اور ان کے وجود بھی غائب ہو گئے۔

بھونچال ختم ہونے کے بعد نہ وہاں آگ تھی نہ لکڑیاں اس طرح کی کوئی نشانی نہیں تھی جس سے پتہ چلے کہ کیا ہوا تھا مگر چند ساعتوں کے بعد ایک خوبصورت تتلی اڑتی ہوئی نظر آئی جو کیاری میں لگے پودوں میں چھپ گئی۔

ایک خوبصورت آواز فضا میں گونجنے لگی جس کے ساتھ ہی روشنی کی ایک شعاع اور سیاہ دھواں آسمان کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا جو دیو ہیکل پہاڑوں کی طرف بڑھتا ہوا غائب ہو گیا۔ جس کے ساتھ ہی نسوانی آواز بھی ختم ہو گئی۔

اس گمبھیر سناٹے میں دلخراش قہقہہ سنائی دیا۔ بدہیت بوڑھا آدمی قہقہے لگاتا ہوا درخت کے پیچھے سے چوپائیوں کی طرف چلتا ہوا سامنے آ گیا۔ وہ بمشکل سیدھا کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو پیچھے باندھا اور وہ بدہیت بوڑھا آدمی وجیہہ نوجوان میں بدل گیا۔

اس نوجوان نے فاتحانہ انداز میں اپنے بازو پھیلا لیے۔ ''طلسمانی دنیا کا ساحر زرغام، شیاطین وجنات پر راج کرنے والا آج اور طاقتور ہوگیا۔ خیام، وشاء، فواد اور حوریہ پر اسرار روپ لے کر تم کیا کرنا چاہتے تھے مجھے اس سے غرض نہیں مگر میں تم سے کیا کراؤں گا یہ میں بخوبی جانتا ہوں۔''

اس نے ایک بار پھر قہقہہ بلند کیا ''تم لوگ مجھے آسیب سمجھ بیٹھے جبکہ میں انسان کا ہی روپ ہوں۔''

زرغام اندر ریسٹ ہاؤس میں چلا گیا۔
پروفیسر حسنان نے اریبہ کو تو واپس بھیج دیا تھا مگر وہ خود اور ان چاروں کے والد نے ایک خاص ٹیم کی مدد سے ان چاروں اسٹوڈنٹس کو ڈھونڈنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

بہت دونوں کی تگ ودو کے بعد وہ سب واپس اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔ اس مایوسی کے بعد ان چاروں کے گھر ماتم کدہ بن گئے۔

چھ ماہ گزر گئے مگر خیام، وشاء فواد اور حوریہ کا کہیں کوئی پتہ نہ چلا سکا۔ ان کے والدین نے ملک کا چپہ چپہ چھان مارا مگر کوئی ایسی نشانی تک نہ ملی جس سے ان کا کوئی سراغ مل سکے یہ سانحہ ان چاروں کے والدین کے لیے ایک روگ بن کے رہ گیا۔

ٹی وی چینل پر وشاء کی تصویر کے ساتھ Missing کا اشتہار دیکھ کر اس کے والد ظفر کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کی سوتیلی ماں نے بیزاری سے سر کو جھٹکا دیا۔ وہ دھیرے دھیرے اس صوفے کے قریب بڑھ رہی تھی جہاں ظفر بیٹھا تھا۔ وہ من ہی من میں بڑبڑائی "یہ لڑکی جب اس گھر میں تو بھی آفت تھی اور اب گمشدہ ہو کے عذاب بن گئی ہے نہ جانے زندہ ہے یا مر گئی ہے۔"

وہ جھوٹے ٹسوے بہاتی ہوئی ظفر کے قریب بیٹھ گئی۔ "نہ جانے وشاء کس حال میں ہوگی۔ آخر کیا ضرورت تھی اسے ایسے نکمے دوست بنانے کی۔"

وشاء کی گمشدگی کے بعد ہی ظفر ماریہ سے اکھڑا اکھڑا سا رہتا تھا۔ اس نے طنزیہ نظروں سے ماریہ کی طرف دیکھا۔ "وشاء کے گمشدہ ہونے میں تمہارے رویے کا بہت دخل ہے تم نے اسے کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ تم کیسی ماں ہو جو اپنی بیٹی کے ذہن میں پیدا ہونے والی منفی سوچوں کو نہ پڑھ سکیں۔ میں تو کاروبار کے سلسلے میں ملک سے باہر ہوتا تھا مگر تم اس قدر بے خبر رہی کہ وشاء نے ڈرگز لینا شروع کر دیا اور تمہیں خبر نہ ہوئی۔ میں نے تم سے اس لیے شادی کی تھی کہ وشاء کو ماں کی ضرورت تھی۔"

ماریہ غصے سے کھڑی ہوگئی۔ "آپ یہ بھول رہے ہیں کہ جب میں اس گھر میں آئی تو وشاء عمر کے اس حصے میں تھی جب ایک بچی کی شخصیت بن جاتی ہے۔ اس کی خامیوں اور خوبیوں میں اس کی اپنی ماں کا ہاتھ تھا۔"

''مگر تمہارے آنے کے بعد اس کی شخصیت میں جو بولاؤ میں نے دیکھا تھا وہ غیر معمولی تھا۔''

''تو پھر اس وقت اپنی بیٹی کو کیوں نہیں سنبھالا اب کیوں تاؤ کھا رہے ہو۔''
''تم اس وقت میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔''ظفر نے ماریہ سے کہا اور پھر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

اس نے ٹی وی بند کیا اور اپنے کمرے کی طرف گیا۔ اس نے الماری سے ایک بیگ نکالا جس میں اس نے وہ ساری خاص خاص چیزیں رکھی تھیں جو اسے وشاء کی الماری سے ملی تھیں اس نے وہ بیگ بیڈ پر رکھا اور پھر سے وہ ساری چیزیں دیکھنے لگا۔ وہ تمام چیزیں کسی کی بربادی کی داستان سنا رہی تھیں۔ وہ اس کی چیزوں کو چھو کر بیٹی کی قربت کو محسوس کرنے لگا۔

''ماریہ کو میں باتیں سنا آیا ہوں مگر اپنے آپ کو کیسے سزا دوں۔ کیوں نہ میں نے اپنی بیٹی کو وقت دیا۔۔۔ پردیس میں رہ کر جس کے لیے دولت جمع کرتا رہا۔۔۔ آج وہی میرے پاس نہیں رہی۔ میں اس کی محرومی کو نہ سمجھ سکا۔ اس کی ترجیحات نہ جان سکا۔ وہ میرے ساتھ کے لیے ترستی رہی اور جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو خود وہ مجھ سے دور ہو گئی۔''
حوریہ کی والدہ رخسانہ بیٹی کے غم میں سخت بیمار تھی اس کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک کم ہو گیا تھا۔ وہ ایک گھریلو عورت تھی۔ حوریہ کے والد توقیر کی شوگر مل تھی، زمینیں بھی تھیں۔ جہاں انہوں نے مختلف

قسم کی فصلیں اگائی ہوئی تھیں۔ زمینداری کے کام کے لیے ڈیروں پر کسانوں کو رہائش بھی دی ہوئی تھی۔

حوریہ ہی ان کی واحد اولاد تھی۔ وہ لے پالک تھی، رخسانہ اور توقیر نے اسے بہت پیار دیا۔ اس کے لیے وہ سب کچھ کیا جو انسان اپنی سگی اولاد کے لیے کرتا ہے مگر اسے کہیں سے علم ہو گیا کہ وہ لے پالک ہے اس وقت وہ نہم جماعت کی طالبہ تھی اپنی ذات کی تلاش کی کھوج نے اسے بے راہ کر دیا۔

فواد کا تعلق بھی امیر باعزت گھرانے سے تھا۔ فواد کے والد شاہ انڈسٹریز کے مالک وقار احمد جن کے پاس سب کچھ تھا سوائے وقت کے۔

فواد کی والدہ ایمن جو ایک ویمن این جی او کی جنرل سیکرٹری تھی۔ عورتوں کی فلاح و بہبود کا بیڑا اٹھانے والی خاتون جو کبھی اپنے گھر کو گھر نہ بنا سکی میاں بیوی کے تعلقات سے لے کر اولاد کے جذبات تک سب کچھ پیسہ اور شہرت کے نشے میں پامال ہو رہے تھے

فواد کو چار سال کی عمر سے ہی بورڈنگ ہاؤس میں ڈال دیا گیا تھا۔

خیام بھی اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے والد شہر کے مشہور سرجن تھے۔ ڈاکٹر زبیر اور اس کی بیوی ماہین نے خیام کی پرورش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی مگر جس راستے پر خیام چل پڑا تھا وہ سب اس کے والدین ماننے کو تیار نہیں تھے۔ خیام کی گمشدگی کے بعد ان کا جیسے سب کچھ ہی لٹ گیا تھا۔ عیش و آرام بھی ان کے لیے سزا بن کے رہ گیا تھا کہ نہ جانے ان کا بیٹا کس حال میں ہو گا۔ وہ خیام

کے گمراہ ہونے کی وجہ اس کی صحبت کو ہی جان رہے تھے یا پھر کوئی ایسی وجہ تھی جن سے وہ غافل تے۔

اس سانحہ کو پورا ایک سال گزر گیا۔ کسی کے جانے کے بعد معمولات کے کام نہیں رکتے۔ وقت کے بے لگام اسپ پر سواری کرنا ہی پڑتی ہے۔
وقت غموں اور خوشیوں کے لمحوں کو سیچتا ہوا نہ جانے کب گزر گیا۔ آنکھوں سے بہنے والے اشک نہ جانے کیسے تھم گئے۔ کسی کے نام سے دھڑکنے والے دل کسی کے بغیر بھی دھڑکتے رہے۔
یہ ساری گہما گہمی اس سناٹے کو ختم نہ کر سکی جو اکلوتی اولاد کے جانے کے بعد گھروں میں ٹھہر گیا، امیدیں مایوسی میں بدل گئیں کوششیں دم توڑ گئیں۔

چار گھروں کا عمر بھر کا خزانہ لٹ گیا۔

را کے سناٹے میں جب سب لوگ گہری نیند سو رہے تھے۔ جب رات کو دیوی کی سیاہ زلفوں پر جگمگاتی روشنیاں ٹمٹمانے لگی تھیں تب شہر کا ایک حصہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاں زندگی کا سورج طلوع نہیں ہوتا۔ جہاں موت کا راج ہے۔ جہاں مردہ جسم تو ابدی نیند سو رہے ہیں مگر ان کی ارواح اسی قبرستان میں بھٹک رہی ہیں۔

کوئی اہل دل سنے تو روح فرسا سناٹے میں کسی کے سسکنے کی یا غموں میں ڈوبے قہقہوں کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ جیسے کوئی اُس مان پر ہنس رہا ہو جو اسے اپنی زندگی پر تھا۔

رات بارہ بجے کے بعد اس نے سناٹے میں مہین سی آوازیں کئی رازافشاں کرتی ہیں۔ کئی قبروں کے کتبے نہیں ہیں اور کئی قبریں نیست و نابود ہو چکی ہیں اسی اندوہناک وادی میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔

قدموں کی آہٹ واضح ہوتی جارہی ہے مگر کوئی وجود نمایاں نہیں ہوتا۔ پھر انتہائی پرانی خستہ حال قبروں کی طرف کوئی بڑھتا ہے۔ رات کی سیاہی میں اس کا سراپا وجود بہت مدھم تھا۔

اس نے دیا جلایا تو اس سیاہ پوش کا معمولی سا خاکہ دکھائی دیا۔ اس نے جلا ہوا چراغ اس پرانی قبر کے قریب رکھ دیا۔ اسی طرح اس نے چراغ دوسری قبر کے قریب کر دیا۔ دوزانو بیٹھ گیا اور کسی منتر کا جاپ کرنے لگا۔ وہ تقریباً آدھا گھنٹہ اسی کیفیت میں رہا پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

اس کے جانے کے بیس منٹ کے بعد وہ دونوں قبریں ایک دھماکے کے ساتھ پھٹیں۔ جن قبروں میں ڈھانچے بھی گل سڑ چکے تھے۔ ان میں سے جیتے جاگتے انسانوں کے سے وجود نمایاں ہوئے اور پھر ان کے مخفی وجود ہوا میں تحلیل ہو گئے۔

حوریہ کے والد توقیر کے دوست کی جوان بیٹی کا انتقال ہوگیا۔ حوریہ کی والدہ رخسانہ تعزیت کے لیے ان کے گھر گئیں۔

میت صحن کے وسط میں رکھی ہوئی تھی۔ لڑکی کی ماں اور بہنیں رو رو کے بے حال ہو رہی تھیں۔ رخسانہ نے انہیں دلاسہ دینے کی بہت کوشش کی مگر وہ غم سے نڈھال تھیں۔

رخسانہ میت کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے مری ہوئی لڑکی کا چہرہ دیکھا تو ایک تکلیف دہ احساس نے اس کا سینہ چیر کے رکھ دیا۔ اسے حوریہ کا خیال آیا کہ نہ جانے وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔
وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے ممتا کے پیار سے بھری آنکھوں سے اس لڑکی کی طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ اس کی نظریں اس لڑکی کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ رخسانہ کو محسوس ہوا کہ لڑکی کے سر نے حرکت کی ہے۔ اس کے جسم میں تھرتھراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے خوفزدہ ہو کے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔
مردہ لڑکی نے اپنے اکڑے ہوئے چہرے اور ساکت آنکھوں کے ساتھ رخسانہ کی طرف دیکھا۔ اس کی سرد آنکھیں رخسانہ کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔ اس کے خشک سلیٹی مائل لبوں میں جنبش ہوئی۔ وہ حوریہ کی آواز میں بولی۔

''مما! کہاں ڈھونڈو گی مجھے، زندوں میں یا مردوں میں، آسمان میں یا زمین میں۔۔۔''جس کے ساتھ ہی جھٹکے سے اس نے اپنا سر سیدھا کر لیا۔

رخسانہ کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ وہ چیخنے لگی۔ ''حوریہ! کہاں ہو تم، اس نے مجھ سے حوریہ کی آواز میں بات کی ہے۔'' وہ لاش کے قریب ہونے لگی تو دو عورتوں نے اسے پکڑ لیا۔

''بیٹی کی جدائی نے اس کے دماغ پر اثر ڈال دیا ہے۔ ہم سب یہاں بیٹھے ہیں اور یہ کہہ رہی ہے کہ میت نے اس سے بات کی ہے۔''

رخسانہ رو رو کے بتانے لگی ''میرا یقین کریں، اس نے مجھ سے حوریہ کی آواز میں بات کی ہے۔'' لڑکی کی ماں نے رخسانہ کی حالت دیکھی تو توقیر کو بلا لیا۔

توقیر، رخسانہ کو اٹھانے لگا تو وہ لاش کے پاس جم کے بیٹھ گئی۔ ''میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔''

توقیر اسے زبردستی وہاں سے گھر لے آیا۔ گھر آنے کے بعد بھی وہ یہی کہتی رہی کہ میت نے اس سے بات کی تھی مگر کوئی بھی اس کی بات ماننے کو تیار نہیں تھا۔

حوریہ کی والدہ رخسانہ اس واقعے کے بعد بہت خوفزدہ ہوگئی، عجیب عجیب سے واہمے اس کے سینے پر خنجر گھونپنے لگے۔ ''ایک روح ہی مردہ جسم میں سرایت کر سکتی ہے۔ نہ تو مردہ بول سکتا ہے اور نہ ہی ایک زندہ انسان مردے میں سرایت کر سکتا ہے۔ کہیں میری حوریہ۔۔۔''

اس خیال سے وہ کانپ اٹھی۔ ''نہیں میری حوریہ کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ ضرور واپس آئے گی۔'' اس نے اگلے روز ہی گھر میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ قرآن خوانی میں اس نے وشاء، فواد اور خیام کے گھر والوں کو بھی بلایا۔

وشاء کے گھر سے کوئی نہیں آیا مگر خیام اور فواد کے گھر سے ان دونوں کی والدہ آئی تھیں۔ جو خود غم سے نڈھال تھیں۔ وہ بھی اس مذہبی تقریب میں شامل ہو کے اپنے غموں کا مداوا کرنے لگیں۔ درس دینے والی عورت قرآن پاک کی آیتوں کے ترجمے کی تفسیر کرتے ہوئے عورتوں کو سنت رسول صلی اللہ علی وسلم پر عمل کرنے کی ہدایت دے رہی تھی۔ اس کے درس کا موضوع فانی زندگی سے جب ابدی زندگی کی طرف گیا تو وہ موت کے بعد کے تلخ حقائق بیان کرنے لگی۔
فواد کی والدہ ایمن اور خیام کی والدہ ماہین تو زارو قطار رو رہی تھیں۔

خوف میں پس پردہ ایک احساس جسے ان کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا، انہیں رلا رہا تھا۔ ایسی ہی حالت رخسانہ کی بھی تھی

درس ختم ہوا تو وہ تینوں رخسانہ، ایمن اور ماہین درس دینے والی عورت کے پاس جا بیٹھیں۔ عورت نے ان تینوں کی طرف بغور دیکھا۔ "کیا بات ہے آپ تینوں بہت پریشان لگ رہی ہیں۔"

رخسانہ نے اسے ساری بات بتائی اور اس واقعہ کا ذکر کیا جو اس سے گزشتہ دنوں پیشآیا۔ ان کی ساری بات سننے کے بعد عورت سوچ میں پڑ گئی۔

"آپ تینوں کی باتیں بہت حیران کن ہیں مگر ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق آپ کے بچے کالے جادو کی طرف راغب تھے۔ پولیس کی انتھک کوشش کے باوجود ان کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ پولیس کے ذریعے تو ان کی تلاش جاری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے لاپتہ ہونے میں کالے جادو کا ہی چکر ہو۔ عملیات کا توڑ عملیات سے ہی کیا جاتا ہے۔ آپ ان کا حساب نکلوائیں۔ میں آپ کو ایک عامل کا ایڈریس لکھ کر دیتی ہوں۔ وہ بہت قابل ہیں لیکن آپ کو شہر سے باہر جانا ہوگا۔"

رخسانہ گلوگیر لہجے میں بولی "ہم ہر جگہ جانے کے لیے تیار ہیں، ہمارے بچے مل جائیں۔"

ایمن نے عورت کے ہاتھ سے ایڈریس کی پرچی لی۔ "ہم تینوں وہی ان کے پاس جائیں گی۔ میں نے تو اپنے خاوند کو کئی بار کہا مگر انہوں نے اس چیز کو توہمات پرستی اور شرک کا نام دیا۔"

عورت مؤدبانہ انداز میں بولی "بی بی! یہ فقیر تو وسیلے ہیں جو قرآن پاک کی آیتوں کے ذریعے کالے علوم کا توڑ کرتے ہیں۔ آپ جلد ہی اس بزرگ سے رابطہ کریں۔ میں آپ تینوں کے لیے دعا کروں گی۔ ان

شاء اللہ آپ کے بچے خیریت سے گھر واپس آجائیں گے۔ آپ امید کا دامن نہ چھوڑنا، مایوسی بنتے کام بگاڑ دیتی ہے۔ بس درود شریف کے ساتھ اللہ الصمد کی تسبیح کا ورد کرتی رہیں لیکن ایک بات میں آپ سے ضرور کہوں گی۔ اولاد کو اخلاقی تعلیم والدین دیتے ہیں۔ والدین کو اپنے بچوں کی ہر عادت، نظر اور روزمرہ کے معمولات پر نظر رکھنی چاہیے۔ ان کی ترجیحات کا بھی دھیان رکھنا چاہیے۔ جرم وہاں ہوتا ہے جہاں محرومی ہوتی ہے اور بری سوچ ان کے ذہنوں میں آجاتی ہے۔ جہاں خلا ہوتی ہے اپنے بچوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' وہ تینوں سر جھکائے خاموشی سے عورت کی باتیں سنتی رہیں۔

''آپ ہمارے لئے دعا ضرور کیجئے گا۔'' رخسانہ نے کہا۔

ڈاکٹر زبیر ہوسپٹل سے تقریباً گیارہ بجے گھر آئے۔ ملازمہ نے دروازہ کھولا۔ زبیر عقبی دروازے سے لاؤنج میں آگیا۔

ماہین ہمیشہ اس کا لاؤنج میں ہی انتظار کرتی تھی۔ لاؤنج میں اندھیرا تھا بس فینسی لائٹ کی ملگجی سی روشنی مدھم سی پھیلی ہوئی تھی۔

''ماہین بھئی کہاں ہو۔'' وہ ماہین کو پکارتا ہوا بیڈروم تک چلا گیا۔ ماہین بیڈروم میں نہیں تھی۔ وہ دوبارہ لاؤنج میں آگیا اس نے لائٹ آن کی تو ماہین اپنی ٹانگیں سیکڑے صوفے پر براجمان تھی۔ زبیر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا پھر وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔

ماہین نے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑلیا۔ وہ زبیر سے اپنے آنسوچھپانے کی کوشش کررہی تھی۔

زبیر نے اس کا چہرہ دھیرے سے اپنی طرف کیا۔ ''یہ کیا تم رو رہی ہو اور اس طرح اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو۔''

ماہین نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں زبیر کی آنکھوں میں گاڑدیں۔ ''یہی ہم دونوں کی زندگی کی حقیقت ہے ہماری زندگی اندھیروں میں ڈوب گئی ہیں۔ ہمارے گھر کا چراغ کہاں ہے۔۔۔'' ماہین، زبیر کے شانوں سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کررونے لگی

زبیر کی بھی آنکھیں بھر آئیں۔

'میں نے اسے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا، میں اور کیا کرسکتا ہوں۔ یہ آزمائش ہے خدا کی طرف سے، مگر مجھے یقین ہے کہ میرا بیٹا زندہ ہے۔ وہ ان شاء اللہ ضرور واپس آئے گا۔''

''آپ نے جو کرنا ہے آپ کریں مگر میں کسی بزرگ سے حساب نکلوانا چاہتی ہوں آپ نے کئی طریقوں سے انہیں ڈھونڈا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم ان طریقوں سے بھی انہیں تلاش کریں۔'' ماہین نے اپنے دل کی بات کہی۔

زبیر نے ماہین کے شانوں پر ہاتھ رکھے۔ ''اگر تم خیام اور اسکے دوستوں کو روحانی طریقوں سے ڈھونڈنا چاہتی ہو تم عبادت کرو جتنی ہو سکے۔ ہمیں خدا کی ذات سے امید کی ڈوری باندھے رکھنی چاہیئے۔ یہ پیر فقیر ایسی ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو ہم برداشت نہیں کرسکیں گے۔''

ماہین نے زبیر کا ہاتھ تھام لیا۔ ''آپ یہ ساری باتیں چھوڑیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں رخسانہ اور ایمن ہم تینوں بزرگ کے پاس جائیں گی۔''

زبیر نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ ''ٹھیک ہے اگر اس طرح تمہاری تسلی ہوتی ہے تو چلی جانا۔''

ایمن اور رخسانہ نے بھی اپنے اپنے خاوند سے بات کرلی۔ تو قیر ان تینوں کے ساتھ جانے کے لیے رضامند ہوگیا۔ جمعہ کے روز وہ چاروں فجر کی نماز کے فوراً بعد سفر پر روانہ ہو گئے۔

وشاء کی والدہ گھر پر نہیں تھیں۔ ظفر ایک روز پہلے ہی بیرون ملک سے لوٹا تھا۔ اس نے ملازمہ سے چائے بنانے کو کہا اور بک شیلف سے بک ڈھونڈنے لگا۔ اسے چند شاعری کی بکس نظر آئیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وشاء کا چہرہ آگیا۔ یہ کتابیں وشاء کی تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک کتاب اٹھائی اور باہر لان میں بیٹھ گیا۔

ملازمہ چائے باہر لان میں ہی لے آئی۔ اس نے چائے میز پر رکھی اور اندر چلی گئی۔

ظفر نے کتاب کھولی اور پڑھنے لگا۔ اس کتاب میں رومینٹک شاعری تھی۔ وہ صفحات پلٹا رہا تھا کہ کتاب سے کچھ نکل کر اس کے قدموں میں گرا۔ وہ غالباً کسی کی تصویر تھی۔ ظفر نے وہ تصویر اٹھائی۔

''ساحل! وشاء کی بک میں ساحل کی تصویر۔۔۔'' اس نے تصویر کے پیچھے دیکھا تو وشاء نے اپنی ہینڈ رائٹنگ میں ساحل کے لیے غزل لکھی ہوئی تھی۔ ظفر نے تذبذب سی کیفیت میں تصویر واپس کتاب میں رکھ دی۔

'اس کا مطلب ہے کہ وشاء میری بہن کے بیٹے ساحل کو پسند کرتی تھی۔ مگر اس نے کبھی مجھے کیوں نہیں بتایا۔ میری بیوہ بہن غریب ہے تو کیا ہوا۔ میں وشاء کے لیے ساحل کو قبول کر لیتا۔ وہ تو ویسے بھی CSS کے امتحان کی تیاری کر رہا ہے۔''

مگر اسکے ذہن کے کسی کونے سے کوئی سرگوشی آئی کہ ایسی باتیں تو بیٹیاں ماؤں سے کرتی ہیں۔ ظفر کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ عجیب سی گھبراہٹ سے اس کا سر چکرا کے رہ گیا۔

''کاش میں اپنی بیٹی کے قریب ہوتا تو یہ بات ضرور جان لیتا۔''

اس نے چائے ایسے ہی چھوڑ دی اور تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا اور گاڑی لے کر پورچ سے نکل پڑا۔

شہر کے پرانے علاقے کی ٹوٹی پھوٹی بوسیدہ گلیوں میں گاڑی چلاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ وہ ان گلیوں میں شاید پانچ سال کے بعد آیا ہے پیسہ اور جھوٹی شان و شوکت کی دیوار ان بہن بھائیوں میں حائل رہی۔ وشاء کی گمشدگی کا سن کر وہ تڑپ کے رہ گئی تھی، کتنے ہی چکر بھائی کے گھر کے لگائے۔

مگر اب غم کے کسی شکنجے میں وہ بے اختیار بہن کے گھر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اینٹوں پر سیمنٹ کی لپائی سے بنے پرانے سے گھر کے قریب اس نے گاڑی روکی۔ ٹین کی پتلی چادر سے بنے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے نسوانی آواز ابھری۔ "کون۔۔۔"

"میں ہوں۔۔۔"

ساحل کی بہن ردا نے ماموں کی آواز پہچان لی اور جھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

ظفر نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر پیار دیا۔ وہ دوڑتی ہوئی اندر بھاگی۔ "امی جان! دیکھئے کون آیا ہے؟"

راحت کچن سے باہر نکلتے ہوئے دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی ہوئی باہر آئی۔ "کون آیا ہے؟"

بھائی کو کمرے میں دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ آگے بڑھ کر بھائی سے ملی۔ ''آج بہن کی یاد کیسے آ گئی۔''

ظفر خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ردا کی طرف دیکھا۔ ''ادھر آؤ میرے پاس۔''

ردا ماموں کے قریب بیٹھ گئی۔ ''تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔''

'فرسٹ ٹرم کے امتحان میں سیکنڈ آئی ہوں۔'' ردا نے خوشی سے بتایا۔

راحت بھی مسکراتے ہوئے بولی۔ ''سیکنڈ ٹرم کے بعد بارہویں جماعت میں ہو جائے گی۔''

ظفر نے پیار سے ردا کے سر پر تھپکی دی۔ ''اتنی بڑی ہو گئی ہو مجھے تو وہی چھوٹی سی ردا لگتی ہو۔''

''وشاء کا کچھ پتہ چلا۔'' راحت کے چہرے پر یکلخت سنجیدگی چھا گئی۔

ظفر نے سر جھکا لیا۔ ''نہ جانے تمہارے بھائی سے ایسی کون سی خطا ہوئی ہے جس کی اسے یہ سزا ملی ہے۔ میری جان سے پیاری بیٹی نہ جانے کہاں کھو گئی۔ میں نے اسے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔''

''آپ ہمت رکھیں بھائی جان! وشاء کو کچھ نہیں ہوگا۔ وہ بخیریت مل جائے گی۔''

ظفر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا ''ساحل کہاں ہے؟''

''وہ اپنے دوست کی طرف گیا ہے۔''

''کب تک آجائے گا۔''

''اگر آپ کو کوئی کام ہے تو اسے فون کر دیتی ہوں۔''

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے تم ایسا کرنا کہ رات کو اسے میرے گھر بھیج دینا۔'' ظفر نے کہا۔

''میں ساحل کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں۔'' راحت نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیوں۔۔۔ایسی کیا بات ہے۔'' ظفر نے پوچھا۔

راحت نے مرے مرے سے لہجے میں کہا ''میرا بیٹا بہت خوش مزاج تھا اس کی زندگی کے معمولات زندہ دلی سے بھرپور تھے مگر ایک سال ہونے کو ہے۔ ساحل پہلے جیسا نہیں رہا۔۔۔ بالکل بدل گیا ہے۔۔۔ چپ سی لگ گئی ہے اسے۔۔۔ ایسا حال ہو گیا ہے جیسے اس کی کوئی چیز کھو گئی ہو۔ میں نے تو دم درود بھی کروائے مگر وہ ایسا ہی ہے بدمزاج اداس اپنے آپ میں گم رہتا ہے۔''

''وہ تو سی ایس ایس کی تیاری کر رہا تھا نا۔'' ظفر نے پوچھا۔

راحت نے لمبی آہ بھری۔ ''پتہ نہیں کیسے پڑھتا ہے مجھے نہیں لگتا کہ وہ تعلیم کی طرف دھیان دے پا رہا ہے۔''

''تم رات کو اسے میرے پاس بھیجنا۔ میں اس سے بات کروں گا۔ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔ اسے کیا پریشانی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگا۔ ''اب مجھے اجازت دیں۔''

''یہ کیا بھائی جان! آپ نے تو کچھ کھایا پیا ہی نہیں۔'' ردا نے چولہے پر چائے رکھی ہے آپ چائے تو پی کر جائیں۔''

پھر راحت ردا سے مخاطب ہوئی ''جا جلدی سے ماموں کے لیے چائے بنا کر لاؤ۔''

ردا پھرتی سے کچن میں گئی اور چائے کے ساتھ بسکٹ لے آئی۔

''بھابی ٹھیک ہیں۔'' راحت نے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔وہ ٹھیک ہے لیکن تمہارا بھائی پچھتاوے کے ایسے کرب سے گزر رہا ہے کہ رات بھر نیند نہیں آتی۔'' راحت سر جھکائے خاموشی سے سب سن رہی تھی جیسے اس صورت حال کا اسے پہلے سے اندازہ ہو

ظفر کے من کی جوالا مکھی پھٹ گیا۔ ''میں اپنی بیٹی کو وقت نہ دے سکا۔ میں نے اسے ماں لا کر دے دی مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ سوتیلی ماں اسے وہ توجہ نہیں دے سکتی جس کی وہ مستحق تھی۔ اس کی شخصیت میں ہونے والی توڑ پھوڑ کا میں ذمہ دار ہوں۔ میں نے اپنی بیٹی کی ترجیحات جاننے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اندر ہی اندر سلگتی رہی اور میں اس کے دل کے حال سے غافل رہا۔ مثبت سوچوں کی مالک کب منفی انداز میں سوچنے لگی۔ اس کے من میں کیسا تصادم تھا کہ اس کی سوچ کے دریچوں سے شیطانی وسوسوں نے اس کے من میں گھر کر لیا۔ وہ کس طرح شیطانی علوم کی طرف مائل ہو گئی۔''

راحت نے شفقت سے بھائی کا ہاتھ تھام لیا۔ ''آپ وشاء کے شیطانی علوم کی طرف مائل ہونے کی بات کر رہے ہیں تو کسی عامل سے رابطہ کیوں نہیں کرتے۔''

ظفر نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا ''میں ان باتوں پر یقین نہیں کرتا۔'' یہ کہہ کر ظفر وہاں سے چلا گیا۔

ظفر کے جانے کے ایک گھنٹے بعد ہی ساحل آ گیا ''آج ماموں آئے تھے۔'' ردا نے ساحل کو بتایا۔

''آج کیسے راستہ بھول گئے ماموں۔۔۔'' ساحل نے اپنا لیدر کا بیگ الماری میں رکھتے ہوئے کہا۔
راحت سبزی کی ٹوکری اور پلیٹ میز پر رکھتے ہوئے تھکی تھکی سی کرسی پر بیٹھی اور ساحل سے گویا ہوئی۔

''بہت پریشان تھے تمہارے ماموں، اب تک وشاء کا کچھ پتہ نہیں چلا۔''

ساحل آنکھیں جھکائے کسی غم کے احساس میں ڈوب گیا۔ ''اب کیا پتہ چلے گا، پورا ایک سال بیت گیا ہے اس حادثہ کو۔''

''رات کو تمہارے ماموں نے تمہیں بلایا ہے۔'' راحت نے کہا۔

''کیوں؟''

''مجھے نہیں بتایا۔ کوئی کام ہوگا۔ اپنا تو کوئی بیٹا ہے نہیں۔ میرا بھائی بہت تنہا ہو گیا ہے۔''
سبزی کاٹتے ہوئے راحت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ''میں چلا جاؤں گا۔۔۔'' اس نے ماں کے گلے کے گرد باہیں حائل کر لیں۔ ''آپ کیوں رو رہی ہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

رات آٹھ بجے ظفر کے گھر کی بیل بجی، ماریہ نے کیمرے میں ساحل کی تصویر دیکھی تو بیزاری سے بولی۔ ''یہ اس وقت کیوں آیا ہے۔''

اس نے دروازہ کھولا تو ساحل نے آگے بڑھ کر کہا ''السلام علیکم ممانی۔۔۔''

''وعلیکم السلام۔''

''ماموں گھر پر ہی ہیں۔''

''ہاں اندر آجاؤ۔''

ظفر لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا۔ ساحل کو دیکھ کر وہ اس سے ملا۔ ''ٹھیک ہو۔''

''جی خدا کا شکر ہے۔''

''باہر لان میں بیٹھتے ہیں، باہر موسم بہتر ہے۔'' اس نے ترچھی نظر سے ماریہ کی طرف دیکھا۔

''ہماری چائے باہر بھجوا دینا۔''

ماریہ ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے بولی۔ ''بہتر۔''

گارڈن لائٹس کی ملگجی سی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ وائٹ کلر کے Chairsset پر بھی دھیمی دھیمی روشنی پڑ رہی تھی۔ وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

ساحل، ظفر سے گویا ہوا۔ ''وشاء کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہو سکا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے اس کی تلاش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی مگر تلاش تو ختم نہیں کی جا سکتی۔ زندگی کا مالک تو خدا ہے وہ اگر کسی کو زندہ رکھنا چاہیے تو کیسے ہی حالات ہوں وہ زندہ رکھتا ہے۔ میں وشاء کو جانتا ہوں وہ بہت ضدی ہے۔ اگر کسی بات کی ٹھان لے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ و خیریت سے ہوگی۔''

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔ میری بیٹی مجھے مل جائے تو میں اس کی ہر خواہش پوری کروں گا۔'' ظفر کے لفظوں کی ان ساعتوں میں ساحل کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔
'کبھی کبھی انسان اپنی خواہشوں کی قبر میں بھی دفن ہو جاتا ہے۔''

ظفر نے گہری نظر سے ساحل کی طرف دیکھا ''تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔ میں نے ایک نظر میں تمہیں پہچانا بھی نہیں تھا۔'' پھر ٹھہر کا کہا

''آج صبح ایک بہت بڑی حقیقت مجھ پر آشکار ہوئی۔''

ظفر کی بات پر ساحل نے پوچھا۔ ''کیسی حقیقت؟''

ظفر نے گہری نظر سے ساحل کی طرف دیکھا۔ ''وہ تمہیں پسند کرتی تھی کیا تم اس بات سے واقف تھے؟''

ماموں کے سامنے ساحل کا رنگ فق پڑگیا۔ دل جیسے تیزی سے دھڑکنے لگا، زبان پر بل آگیا۔ مگر اس نے بے خوف وہی کہا جو اس کے دل نے کہا۔

''جی۔۔۔''

ظفر نے ساحل کی گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ''تھوڑی دیر کے لیے یہ بھول جاؤ میں تمہارا ماموں ہوں سمجھ لو کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ مجھے سب کچھ تفصیل سے بتاؤ۔ میری بیٹی زندگی کے کن مراحل سے دوچار تھی۔ میں سب جاننا چاہتا ہو

ساحل کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اس کے چہرے پر دکھ کے تاثرات بہت نمایاں تھے۔ اس نے ایک لمبی سانس کھینچی۔ ''ماموں! جتنا وشاء کی گمشدگی پر آپ پریشان ہیں، میری کیفیت اس سے مختلف نہیں ہے۔ جب آپ اور آپ کا گروپ وشاء کی تلاش کرتے کرتے اس پہاڑی علاقے سے مایوس ہو کر واپس آیا تو میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ اس پہاڑی علاقے میں گیا۔ میں اپنے طور پر وشاء کو

ڈھونڈنا چاہتا تھا میں نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا، یہاں تک کہ مقامی لوگوں سے ان کے گھروں میں جا کے پوچھا۔ مگر جب مایوسی ہوئی تو اس غم نے جیسے مجھ سے میرے جینے کی خواہش ہی چھین لی۔ اب جی رہا ہوں مگر غم کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہوں۔

ماموں! وشاء آپ سے بہت پیار کرتی تھی۔ وہ آپ سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر آپ کے پاس وقت نہیں تھا اور ممانی کے اندر ممتا کے جذبات نہیں تھے آپ ہمارے گھر بہت کم آتے تھے مگر امی اور میں اور ردا تو وشاء کے لیے اس سے ملنے آجاتے تھے۔ وشاء بھی اکثر ہمارے گھر آجاتی تھی۔ اس نے کبھی ہم لوگوں کو کمتر نہیں سمجھا۔ وشاء اور ردا کی گہری دوستی میں جیسے میں بھی شامل ہو گیا۔ مجھ سے بھی وہ دل کی باتیں کرنے لگی۔ کتنے ہی عرصے تک میں اس کے دل کی بات نہیں جان سکا۔ وہ امیری غریبی کے فرق کو بھول کر مجھے چاہنے لگی تھی۔ وہ گھر میں عجیب ماحول سے دوچار تھی۔ ممانی سے اس کی بنتی نہیں تھی۔ ممانی اپنے آوارہ بھتیجے شمعون سے وشاء کا رشتہ کرنا چاہتی تھی۔ اس کا گھر میں آنا جانا بڑھ گیا تھا۔ ردا نے وشاء کو بار بار سمجھایا کہ آپ کو اس بات سے آگاہ کر دے مگر وہ کہتی کہ وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ایک روز وشاء نے مجھ سے محبت کا اقرار کر لیا۔ میری کیفیت وشاء سے مختلف نہیں تھی مگر میں نے حقیقت پسندی سے کام لیا اور اپنے جذبے کو وشاء کی بہتری کے لیے چھپا لیا۔ میں جانتا تھا کہ میں وشاء کو وہ سب آسائشیں نہیں دے سکتا۔ جسکی وہ عادی ہے پھر یہ بھی جانتا تھا کہ آپ حیثیت کے اس فرق کو کبھی نظر انداز نہیں کریں گے۔ اور بیوی کے پیسے پر حیثیت بنانا میرے مزاج کے خلاف تھا۔

میں نے دل پر پتھر رکھ کے وشاء سے کہہ دیا کہ میں نے کبھی اس کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا وہ میرا خیال دل سے نکال دے۔ اس وقت وہ بہت ٹوٹ چکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنا آخری سرمایہ بھی لٹا چکی ہو۔ دو ماہ تک میں اس سے نہیں ملا۔ ایک روز جب ردا نے مجھے بتایا تو میں سٹپٹا کے رہ گیا۔''

''ساحل! وشاء کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے وہ تو بالکل بدل گئی ہے۔'' ردا نے مجھے بتایا۔ ''کسی سے نہیں ملتی، اپنے کمرے میں بند رہتی ہے۔ اس کے چہرے کی حساسیت آنکھوں کی معصومیت کہیں غائب ہوگئی ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے وہ کہیں خود کو کچھ کر نہ لے۔''

میں نے ردا کا ہاتھ تھام لیا ''ردا میں اس سے ابھی ملنا نہیں چاہتا مگر تم اس کے گھر جاؤ۔ اسے سمجھاو۔ ماموں بھی اس ملک میں نہیں ہیں۔ امی جان کے ساتھ چلی جانا۔'' ردا امی کے ساتھ وشاء سے ملنے چلی گئی۔ ممانی امی اور ردا سے باتیں کرتی رہیں مگر وشاء کا برتاؤ بہت عجیب تھا وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ردا بھی وشاء کے کمرے میں چلی گئی۔ وشاء اپنے بیڈ پر لیٹی تھی۔ ردا اس کے قریب بیٹھ گئی۔ وشاء کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے تھے۔ ردا نے حیرت سے وشاء کی طرف دیکھا ''وشاء تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا، یا تمہیں کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ، میں تمہارا مسئلہ حل کروں گی۔''

وشاء نے بیگانے پن سے ردا کی طرف دیکھا۔ ''مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے میں ٹھیک ہوں۔''
ردا چلا کر بولی ''کیسے ٹھیک ہوں چہرہ دیکھا ہے اپنا تمہارا کیا حال ہو گیا ہے۔''

وشاء نے ردا کے شانوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنی پھٹی پھٹی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔

''مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے، میرے پورے جسم میں زہر پھیل گیا ہے مگر میں زندہ ہوں۔ کیونکہ میں نے اس سانپ کا سر کچلنا ہے۔ پھر میں آرام سے مر جاؤں گی۔''
ردا نے اپنے شانوں پر سے اس کے ہاتھوں کو ہٹایا۔ ''وشاء میری جان یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو تمہیں کسی نے تنگ کیا ہے تو مجھے بتاؤ میں اور ساحل تمہاری مدد کریں گے۔''

وشاء نے اطمینان کے ساتھ پشت لگالی۔ ''نہیں مجھے تم دونوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود اپنے مجرم سے بدلہ لوں گی۔ اس نے میرا مان میرا غرور توڑ دیا مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ نفرت کی طاقت کیا ہوتی ہے اگر لڑکی نفرت کرنے میں آئے تو بلا بن جاتی ہے۔''

وشاء کی اس طرح کی باتیں سن کر ردا رونے لگی ''وشاء میرا دل گھبرا رہا ہے مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے۔''

وشاء نے ردا کے آنسو صاف کیے اور دھیرے سے بولی۔ ''میری پیاری سہیلی مجھے تنہا چھوڑ دو۔ مجھے بہت نیند آرہی ہے مجھے سونے دو۔''

ردا اپنے آنسو پونچھتی ہوئی کمرے سے باہر آگئی۔ اس نے امی سے جانے کے لیے کہا۔ امی نے ممانی سے اجازت لی اور وہ دونوں گھر آگئیں۔ جب مجھے ردا نے یہ سب کچھ بتایا تو میں بہت پریشان ہوگیا۔ میں وشاء سے ملنے اس کی یونیورسٹی چلا گیا۔

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد گاڑی وشاء کو لینے آئی تو میں اپنی موٹر بائیک پر وشاء کے قریب آیا۔ ''آج میں تمہیں ڈراپ کردوں۔''

Thanks' میری گاڑی آگئی ہے۔ مجھے جانا ہے۔'' وشاء نے کہا

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔'' میں نے کہا۔

''جو کہنا ہے یہیں کہہ لو۔'' وشاء تلخ روئی سے بولی۔ میں نے اس سے التجا کی کہ وہ ایک بار میری بات سن لے۔

اس نے ڈرائیور سے رکنے کے لیے کہا اور ہم دونوں سامنے گراؤنڈ میں بیٹھ گئے۔

ردا کی بات ٹھیک تھی، واقعی وہ چہرے سے بیمار لگ رہی تھی۔ میں نے اسے بہت کریدنے کی کوشش کی مگر اس نے اپنے دل کی بات مجھے نہیں بتائی۔ جب میں نے اس سے اپنے بارے میں

پوچھا تو اس نے کہا۔ ''تمہیں اپنی زندگی کے فیصلے کرنے کا پورا حق ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ بس تم مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش مت کرنا۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔''

''میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کون ہے۔ جس نے تمہیں اذیت دی ہے۔ جس سے بدلہ لینے کی بات تم ردا کے سامنے کر رہی تھی۔''

میرے ایسے کہتے ہی وشاء بھڑک اٹھی۔ ''وہ جو بھی ہے۔ میں خود اسے دیکھ لوں گی۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پلیز مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش مت کرنا'' یہ کہہ کر وشاء کھڑی ہو گئی اور تیز تیز قدم چلتے ہوئے گاڑی تک چلی گئی۔

اس بات کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ واپس آ گئے۔ آپ کے آنے سے ہم گھر والوں کو وشاء کی طرف سے تسلی ہو گئی۔ مگر انہی دنوں یہ واقعہ ہو گیا۔ وشاء ہم سب کو چھوڑ کر نہ جانے کہاں چلی گئی۔''

ظفر جہاں بیٹھا تھا وہیں جیسے پتھر کا ہو گیا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی تھیں۔ دل پر غم کا بوجھ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ دھڑکنیں ڈوب رہی تھیں۔

''ماموں آپ اگر مجھ سے خفا ہیں تو مجھے معاف کر دیں۔ میں نے تو وہی کیا جو مجھے ٹھیک لگا۔'' ساحل نے ماموں کا ہاتھ تھام لیا۔

''اور اب تم کیا کر رہے ہو۔''ظفر نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔
ساحل کی نظریں ہواؤں میں ہی ٹھہر گئیں۔ ''اب وہ کر رہا ہوں جو میرا دل کہہ رہا ہے۔''

ظفر کھڑا ہو گیا اور بے چینی سے چہل قدمی کرنے لگا۔ ''تمہیں مجھ سے رابطہ کرنا چاہیئے تھا۔''
''بہت کوشش کی ماموں! نہ جانے خدا کو کیا منظور تھا کہ آپ سے رابطہ نہ ہو سکا۔ آپ ہمت رکھیں۔''

''تمہاری باتوں نے میری پریشانی بڑھا دی ہے۔ نہ جانے وشاء کن کن مراحل سے گزری ہو گئی۔ میری بیٹی کو کہیں کچھ ہو گیا تو میں کیسے جیوں گا۔ نہ جانے کون سا راز اپنے سینے میں چھپائے وہ یہاں سے چلی گئی۔''ظفر نے ساحل کے کندھے پر سر رکھ لیا وہ کسی شکستہ پتھر کی طرح چور چور ہو رہا تھا۔
تھوڑی دیر کے بعد ساحل وہاں سے چلا گیا۔ مگر ساحل کی بتائی ہوئی باتیں رات بھر اس کے سینے پر ڈنگ مارتی رہیں۔

توقیر جب سفر سے واپس لوٹو تورات کے بارہ بج چکے تھے۔ رخسانہ، ایمن اور ماہین بھی بہت تھک چکی تھیں۔

توقیر نے پہلے ایمن اور ماہین کو گھر ڈراپ کیا اور جب وہ دونوں اپنے گھر آئے تو تقریباً ایک بجنے والا تھا۔ وہ بس بیڈ پر ڈھیر ہو گئے۔ توقیر نے اپنا سر دھیرے دھیرے دباتے ہوئے کہا۔

''رخسانہ میرے لیے چائے بنا دو۔ میرا سر درد سے پھٹ رہا ہے۔''
رخسانہ بھی ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے کچن کی طرف گئی اور چائے کے دو کپ بنا کے لے آئی۔ توقیر نے چائے کپ لیا۔

''اگر سفر آرام دہ ہو تو انسان جہاں مرضی چلا جائے مگر اس طرح کا سفر ہو تو بہت تھکاوٹ ہو جاتی ہے۔ اور پھر کیا فائدہ، کیسی کیسی باتیں کر رہا تھا وہ بزرگ۔۔ میں اسی لیے تمہیں منع کرتا تھا۔مجھے ان پیروں فقیروں کی باتوں پر بھروسا نہیں ہے۔''
رخسانہ آنکھیں جھکائے جیسے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ توقیر کی بات کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔
کافی دیر کی خاموشی کے بعد وہ گویا ہوئی ''تم نے اس کی باتوں پر غور نہیں کیا وہ کہہ رہا تھا کہ وہ جہاں ہیں۔ وہاں اس کا حساب کام نہیں کر رہا۔ وہ چاروں اپنے مادی وجود میں کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے نہ زمین کے اوپر اور نہ ہی زمین کے نیچے۔''

توقیر جیسے تپ گیا ''یہ باتیں کس باشعور انسان کی ہیں۔ احمق تھا وہ بزرگ ہمیں بیوقوف بنا رہا تھا۔''

رخسانہ گلوگیر لہجے میں بولی ''بیوقوف بنا رہا ہوتا تو ہم سے پیسے لیتا، اس نے ہم سے کوئی پیسہ نہیں لیا۔''

''یہ طریقے ہوتے ہیں ان پیروں کے لوگوں کو پھانسنے کے۔'' توقیر پھر بھڑک کر بولا۔

رخسانہ رونے لگی۔ ''تو میں کیا کروں، کہاں ڈھونڈوں اپنی حوریہ کو۔''
توقیر رخسانہ کے قریب آگیا ''قرآن پاک پڑھو، نماز پڑھو اور خداوند کریم سے دعا کرو۔ باقی رہی تلاش کی بات تو میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ خدا کا کرم ساتھ ہوگا تو وہ ضرور مل جائے گی۔ تم خدا پر بھروسا رکھو اور آرام کرلو۔''

رخسانہ آنسو پونچھتی ہوئی بستر پر دراز ہوگئی۔ دل میں دعا کرکے سوئی کہ اسے اس کی بیٹی جس حال میں ہے خواب میں نظر آجائے۔ ایسے ہی سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ نیند گہری ہوئی تو وہ شعور کی گرفت سے نکل کر لاشعور کی گرفت میں چلی گئی۔ اس کی آنکھیں خواب دیکھنے لگیں۔

وہ پھولوں سے بھرے لان میں حوریہ کی ڈھونڈتی پھر رہی ہے۔ اچانک اسے حوریہ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ وہ چاروں طرف نظر دوڑاتی ہے مگر اسے حوریہ دکھائی نہیں دیتی۔ ایک بار پھر حوریہ کی آواز کی سماعت سے ٹکراتی ہے وہ آواز کی سمت کی طرف دیکھتی ہے تو اسے حوریہ فضا میں معلق دکھائی دیتی ہے۔

حوریہ نے سفید گاؤن پہنا ہوا تھا۔ اس کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے وہ پریوں جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ آنکھوں میں خلوص کی چمک، لبوں پر مسکراہٹ بکھیرے اس نے دونوں بازوماں کی طرف بڑھائے۔ رخسانہ جو مبہوت نظروں سے حوریہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پاگلوں کی طرح بیٹی کی طرف دوڑی۔ اس کے قریب پہنچی تو پریشانی سے اس کے پیروں کی طرف دیکھنے لگی "میری جان! تم اس طرح ہوا میں معلق کیوں ہو۔ میرے پاس کیوں نہیں آتی۔" اس نے بیٹی کے ہاتھوں کو چھونے کے لیے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے۔

اس سے پہلے کہ وہ حوریہ کو چھوتی، پری جیسی حوریہ بھیانک روپ دھار گئی۔ اس کے چہرے کی جلد کسی کریلے کی طرح سلیٹی مائل کھردری ہوگئی آنکھوں کا ہالہ بڑا ہوگیا اور وہ گولائی میں سرخ انگارہ ہوگئیں۔ اس کے چہرے کے نقوش بدل گئے جلد سلوٹوں میں بدلنے لگی۔ اس کے حلق سے خوفناک غرغراہٹوں کی آواز ابھر رہی تھی۔ وہ کسی شیرنی کی طرح چنگھاڑی تو اس کے سامنے کے اطراف کے

دو دانت کسی ویمپائر کی طرح بڑھ گئے تھے۔ ہاتھوں کے ناخن بھی چار انچ تک بڑھ گئے تھے اس نے سلیٹی مائل سلوٹوں والے ہاتھ رخسانہ کی طرف بڑھائے تو رخسانہ پر رعشہ طاری ہو گیا۔

وہ چیختی ہوئی بڑبڑا کر بستر پر اٹھ بیٹھی۔ توقیر بھی اس کی چیخ کی آواز سے اٹھ گیا۔ رخسانہ کا سانس پھولا ہوا تھا۔ چہرہ پسینے سے تر تھا۔ آنکھیں سرخ ہو کر سوجی ہوئی تھیں۔ وہ سر تا پا کانپ رہی تھی۔ ''وہ میری حوریہ نہیں ہو سکتی۔'' وہ مسلسل بول رہی تھی۔ توقیر نے اسے پانی پلایا۔

'تم نے کوئی برا خوب دیکھ لیا ہے آیت الکرسی پڑھ کر سو جاؤ۔'' توقیر نے اسے بستر پر لٹایا اور اس کا سر دابنے لگا۔ ''جب طرح طرح کے وہم ذہن پر مسلط ہوں تو ایسے خواب آجاتے ہیں۔ اس طرح خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہماری حوریہ کو کچھ نہیں ہو گا تم بھروسا رکھو خدا پر۔''

رخسانہ کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس کی گھبراہٹ دور نہیں ہو پا رہی تھی۔ وہ اکھڑے اکھڑے سانس کے ساتھ بولی ''میں حوریہ کے قریب گئی تو وہ بھیانک روپ اختیار کر گئی۔''

''میں تمہیں اسی لیے منع کرتا تھا کہ پیروں فقیروں کے پاس نہ جاؤ۔ تمہارے ذہن میں اس پیر کی باتیں گونج رہی ہیں اور کچھ بھی نہیں بس اب تم خدا کا نام لے کر سو جاؤ۔'' توقیر کو جیسے غصہ آ گیا تھا۔

یونیک ٹاؤن کی خوبصورت کوٹھی کا قفل چھ ماہ کے بعد کھلا تھا۔ کوٹھی کے ساتھ سرونٹ کوارٹر میں رہنے والا ساجد بابا دوسرے نوکروں سے کوٹھی کی صفائی کرا رہا تھا۔

ساجد بابا بھی تنہا تھے اور ان کا وہ مالک بھی جو چھ ماہ پہاڑی علاقے کے فلیٹ میں گزارتا اور چھ ماہ اس کوٹھی میں۔ ساجد بابا سرونٹ کوارٹر میں تنہا رہتے تھے۔ دوسرے ملازمین اپنا کام کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے۔

'جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ، صاحب آنے والے ہیں۔'' ساجد نوکروں کو ہدایت دے رہا تھا۔ فرش پر پوچا مارنے والی ملازمہ نے کراری آواز میں کہا۔ ''چھ ماہ کی گندگی اکٹھا کر کے صفائی کراتے ہو صاحب سے چابی لے لیا کرو۔ تین روز بعد صفائی کرایا کرو۔''

ساجد تپ کر بولا۔ ''مجھے سبق پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مالک کا حکم ماننا میری ڈیوٹی ہے۔ صاحب نے کہا ہے کہ جب وہ واپس آئے تو ہی یہ گھر صاف کروائیں۔ تم اب زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ جلدی کام کرو۔'' یہ کہہ کر ساجد کچن کے لیے بازار سے لایا ہوا سامان کچن میں سیٹ کرنے لگا۔ اسے زرغام کے لیے کھانا بھی تیار کرنا تھا۔ اس نے کچن کی ضروری صفائی کی اور کھانا پکانے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ ساتھ ساتھ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑاتا رہا۔

''بس اب اس کوٹھی میں اس خناس کے ناپاک قدم پڑیں گے اور یہ کوٹھی برائیوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔ جوا چھلے گا، شہر کے غیر مہذب لوگوں کی دعوتیں ہوں گی اور وہ اپنے ناجائز کام اس سے کروائیں گے۔ زرغام ان ناجائز کاموں کے عوض ڈھیروں پیسہ وصول کرے گا۔ پتہ نہیں کیوں میں اس گھر میں نوکری کر رہا ہوں۔ کیوں حرام کھا رہا ہوں۔''

ملازمہ کے بلانے پر اس نے ہنڈیا ڈھانپ دی اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ "کیا بات ہے؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا۔

"وہ اوپر والا کمرہ تو کھول دو صفائی کرنی ہے۔"

ساجد نے ہاتھ لہرا دیا "نہیں اس کمرے کی صفائی نہیں کرنی۔ اس کی چابی صاحب کے پاس ہے وہ خود یہ کمرہ کھولتے ہیں۔"

"مرضی ہے۔۔۔" ملازمہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

کچھ ہی دیر بعد ملازم دوڑتا ہوا ساجد کے پاس آیا۔ "زرغام صاحب آ گئے ہیں۔"

ساجد پھرتی سے کمرے کی چیزیں درست کرنے لگا۔ دراز قد، چھریرے بدن والا سانولا سا نوجوان گھر میں داخل ہوا۔ ملازمین نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا سوائے ساجد کے، اس نے ہاتھ ہوا میں لہرایا اور زینہ پھلانگتا ہوا بالائی منزل کی طرف بڑھا۔

آف وائٹ تھری پیس میں وہ گریس فل دکھائی دے رہا تھا، وہ ہمیشہ پینٹ شرٹ زیب تن کرتا تھا اسے قمیص شلوار قطعاً پسند نہیں تھی۔

نچلے پورشن کے سارے کمرے خالی تھے مگر وہ اوپری منزل کے دو کمرے ہی استعمال کرتا تھا، ایک اس کا بیڈروم اور دوسرا وہ خاص کمرہ جو اس کے علاوہ کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔ اس کے اپنے کمرے میں جانے کے بعد ساجد دوسرے نوکروں سے مخاطب ہوا۔ ''اسے سلام نہ کیا کرو۔ یہ تو نام کا مسلمان ہے یہ کیا کسی کو سلام کا جواب دے گا۔ یہ تو خناس ہے شیطان کا دوسرا روپ۔''

ایک ملازم نے تمسخرانہ انداز میں کہا ''اس قدر ناپسند کرتے ہو تو اس کی ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔''

ساجد نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ ''پتہ نہیں، تم لوگوں کا کام ختم ہو جائے تو چلے جانا۔ میں صاحب کے لیے چائے بنا دوں۔''

دوسرے ملازمین اپنا کام نپٹا کے چلے گئے۔ ملازمہ روبینہ سے ساجد نے کہا کہ جب تک زرغام یہاں ہے وہ برتن دھونا، صفائی اور کپڑے دھونے کا کام کر لیا کرے۔ یہ سارے کام وہ اکیلی ہی کیا کرے صاحب کو زیادہ ملازم پسند نہیں ہے۔ ملازمہ نے کراری آواز میں کہا ''ہر بار مجھے کیوں بتاتا ہے چار سالوں سے یہی روٹین ہے میں جانتی ہوں کل سے کام پر آجاؤں گی۔ آج کا کام ختم ہو گیا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ ملازمہ بھی چلی گئی۔

ساجد چائے لے کر زرغام کے کمرے میں گیا اس نے دروازہ نوک کیا۔ اندر سے آواز آئی۔

"آجاؤ۔۔۔"

ساجد نے چائے میز پر رکھی۔ "بابا! ٹھیک ہو؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی میری غیر موجودگی میں۔"

"نہیں صاحب! پریشانی کیسی، آپ ہو یا یا نہوں میرا رب میرے ساتھ ہوتا ہے۔" ساجد نے دھیرے سے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

رات دس بجے ساجد اپنے سرونٹ کوارٹر میں چلا گیا جو کوٹھی سے باہر تھا۔ زرغام نے کوٹھی کا دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ وہ زینہ چڑھتا ہوا بالائی منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں چابی تھی۔ اس نے اپنا خاص کمرہ کھولا۔

وہ ہال نما کمرہ کافی بڑا تھا۔ اس کمرے میں پڑا ہوا سامان انتہائی ہولناک اور پراسرار تھا۔ سامنے دیوار پر شیشے کی بڑی بڑی کھڑکیاں تھیں جہاں سے گھر کا لان اور باہر کا حصہ دکھائی دیتا تھا۔ اس کمرے میں سہولت کے لیے کسی قسم کا فرنیچر موجود نہیں تھا۔

دیواروں پر الماریاں نصب تھیں اور چاروں اطراف اس طرح ٹیبلز تھے جیسے کوئی سائنسی لیبارٹری ہو۔ ان ٹیبلز کے بڑے بڑے درازوں میں نہ جانے کیا کچھ تھا۔ حیرت کی بات تو یہ تھی یہ چھ ماہ کے بعد

کھلنے والا کمرہ اس طرح صاف تھا۔ اس کی ہر چیز اس طرح تھی جیسے کوئی باقاعدگی سے اس کمرے کی صفائی کرتا رہا ہو۔

زرغام ایک میز کی طرف بڑھا۔ اس میز پر الگ ڈبے پڑے تھے۔ جن میں مختلف جانوروں کی ہڈیاں تھیں۔ اس نے جانوروں کی ہڈیوں میں سے سور کی کچھ ہڈیاں لیں اور دوسرے ڈبے سے انسانی کھوپڑی اٹھائی۔

کمرے کے وسط میں جیسے کسی نے پہلے سے ہی آگ جلانے والا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ ہڈیاں لے کر اس جگہ بیٹھ گیا جہاں آگ جلانے کا سامان پڑا تھا۔ لوہے کی ایک ٹرے تھی جس میں چار لکڑیاں ایک دوسرے کے اوپر رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے جانور کی ہڈیاں ٹرے کے ارد گرد جوڑ دیں۔ اس نے انسانی کھوپڑی کو اپنے ہاتھ کے اوپر رکھا اور اسے لکڑیوں کے اوپر لے گیا۔ آگ خود بخود بھڑک اٹھی۔ اس نے اپنا ہاتھ جس میں اس نے انسانی کھوپڑی پکڑی ہوئی تھی۔ آگ کے اوپر کیا اور ہونٹوں سے تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھنے لگا۔

ہر میز پر کینڈل اسٹینڈ میں سولہ موم بتیاں لگی ہوئی تھیں۔ چند ہی ساعتوں میں ساری موم بتیاں خود بخود جل اٹھیں۔ کمرے میں سرخی مائل سی روشنی پھیل گئی۔ زرغام نے آنکھیں بند کر لیں اور وہ کچھ پڑھتا رہا وہ جوں جوں پڑھ رہا تھا کمرے کے ماحول میں تبدیلی ہوتی جا رہی تھی۔ زمین میں گڑگڑاہٹ سی پیدا ہونے لگی زلزلے کی سی کیفیت میں کمرے کی ہر چیز ہلنے لگی۔

مگر موم بتیاں ٹیبلز کی تیز حرکت کے باوجود جلتی رہیں پھر یک دم سامنے کی کھڑکیوں کے شیشے کھل گئے۔ بھونچال کی طرح ہوا کا تیز جھونکا کمرے میں داخل ہوا ساری موم بتیاں بجھ گئیں

زرغام نے آنکھیں کھولیں اور اس طرح گویا ہوا جیسے سامنے اسے کوئی دکھائی دے رہا ہے۔ ''حوریہ، وشاء، خیام اور فواد تمہیں اس ماورائی وسنسناتی دنیا میں خوش آمدید۔ میں نے تمہاری مدد کا وعدہ پورا کیا اور اب مجھے تم لوگوں سے کیا چاہیئے یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتاؤں گا۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ جو چاہتے ہو کرو۔ ہار اور جیت کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ میری مدد کی امید مت رکھنا۔ یوں سمجھ لو کہ تمہاری شیطانی قوتوں کی آزمائش شروع ہو گئی ہے۔''

یہ کہہ کر زرغام نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور کچھ پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد کمرے سے بھونچال کی کیفیت ختم ہو گئی اور کھڑکیوں کے شیشے خود بخود بند ہو گئے۔

زرغام نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں کھول دیں۔

ظفر اپنی پیکنگ میں مصروف تھا اسے صبح کی نو بجے کی فلائٹ سے بیرون ملک جانا تھا۔ ماریہ اس کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھی۔ اس نے ناشتہ میز پر لگایا۔ ظفر بریف کیس اٹھائے ٹیبل کے پاس سے گزر گیا۔

ماریہ جلدی سے اس کے قریب آئی۔ ''یہ کیا ناشتہ نہیں کریں گے۔''

ظفر نے اپنی ہینڈ واچ کی طرف دیکھا۔ ''مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔ میں لیٹ ہو جاؤں گا۔'

ماریہ نے اس کے ہاتھ سے بریف کیس لے لیا ''ابھی صرف آٹھ بجے ہیں آپ کی فلائٹ نو بجے کی ہے۔''

''مجھے راستے میں کسی سے ملنا ہے اور ائیر پورٹ پر بھی کچھ فارمیلٹیز پوری کرنی ہوتی ہیں۔'' ظفر نے ہاتھ بڑھا کر بریف کیس لے لی۔

ماریہ غصے سے بولی ''میرا قصور کیا ہے نہ مجھ سے ٹھیک طرح سے بات کرتے ہیں نہ گھر میں کھانا کھاتے ہیں۔ اس طرح کے رویے کا کیا مطلب ہے۔''

ظفر بھی بھڑک اٹھا ''تمہیں سمجھ آگیا ہو گا کہ میں تمہارے وجود سے بھاگ رہا ہوں۔ مجھے تمہاری قربت گوارہ نہیں۔''

''سزا دینے سے پہلے قصور تو بتایا جاتا ہے۔ آخر میں نے کیا کیا ہے؟''

ظفر کا لہجہ گلوگیر ہوگیا اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ''تم نے میری بیٹی وشاء سے برابر تاؤ رکھا تھا تم نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ تم اپنے آوارہ بھتیجے شمعون کے لیے وشاء کا ہاتھ مانگوگی۔ تم نے وشاء سے یہ بات پوچھی تھی یا نہیں؟''

ماریہ گھبرا گئی اس کی زبان پر بل آگیا۔ ''تت۔۔۔ تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔''

''صرف ہاں یا ناں میں جواب دو۔''ظفر نے اپنی آنکھیں ماریہ کے چہرے پر گاڑ دیں۔

ماریہ نظریں چراتے ہوئے دھیرے سے بولی ''میں نے اس سے اس کی رائے پوچھی، جب اس نے انکار کر دیا تو میں نے آپ سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ میں جانتی تھی کہ جو رشتہ وشاء کو پسند نہیں اس کے لیے آپ کبھی رضامند نہیں ہوں گے۔ اس میں اس قدر غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جہاں لڑکی ہوتی ہے وہاں رشتے آتے ہیں مگر یہ بات تو صرف میرے اور وشاء کے درمیان تھی۔ آپ کو کس نے بتایا۔''

'ماریہ بیگم! بات صرف اتنی نہیں ہے جتنی تم بتا رہی ہو۔ میں اس معاملے کی تہہ تک جاؤں گا۔ پندرہ روز کے بعد واپس آؤں گا تو پھر تسلی سے اس معاملے کا جائزہ لوں گا۔'' یہ کہہ کر ظفر وہاں سے چلا گیا۔

ماریہ جہاں کھڑی تھی وہیں ساکت ہو کر رہ گئی۔

''شمعون تو یہ بات ظفر کو بتا نہیں سکتا تو پھر کس نے ظفر کو یہ سب بتایا۔'' وہ خود کلامی میں بڑبڑاتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

اس نے اپنا موبائل لیا اور شمعون کا نمبر ملایا۔ شمعون نے موبائل اٹینڈ کیا۔ ''جی آنٹی! ہیلو۔۔۔ہلیو۔۔۔آپ کی آواز ٹھیک طرح سے نہیں آرہی ہے۔''
ماریہ بھی شمعون کی آواز ٹھیک طرح سے نہیں سن پا رہی تھی۔ فون پر بہت شور تھا جیسے وہ ہجوم میں کھڑا بول رہا ہو۔

شمعون اپنی جگہ سے اٹھ کر تھوڑا پیچھے چلا گیا اور پھر ماریہ سے بات کرنے گا۔ ''آنٹی میں ریس کورس میں ہوں۔ میرے گھوڑوں کی ریس چل رہی ہے اس وقت مصروف ہوں فارغ ہو کر جاؤں پھر آپ سے بات کروں گا۔'' یہ کہہ کر شمعون نے فون بند کر دیا۔

شمعون واپس اپنی جگہ پر بیٹھا اور تجسس سے ریس دیکھنے لگا۔

شمعون کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کے دونوں گھوڑے جیت کے قریب تھے۔ وہ گھوڑوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ وہ اس قدر تیز دوڑ رہے تھے کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب سے آگے جانے والے تھے۔

شمعون اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوست بھی اس ریس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اچانک شمعون کے گھوڑوں کی حالت عجیب ہو گئی۔ وہ اس طرح اچھلنے لگے جیسے کوئی ان پر چابک برسا رہا ہو۔

وہ ہنہناہٹ کی آواز سے پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کے اگلی ٹانگیں ہوا میں زور زور سے مارنے لگے۔ وہ بری طرح بپھر گئے تھے یا ڈر گئے تھے۔ انہوں نے آگے دوڑنے کے بجائے پیچھے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ گھوڑوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

تماشائی پریشان ہو کے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ کتنے ہی گھوڑے زخمی ہو گئے۔ ماہر گھوڑ سوار میدان میں اتر گئے اور صورتحال کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے لگے۔
شمعون اپنے دوستوں کے روکنے کے باوجود میدان میں خود پڑا۔ دوسرے گھڑسواروں کے ساتھ مل کر اس نے اپنے گھوڑوں کو قابو کیا اور گھمبیر صورت حال کو کنٹرول کر لیا۔ ریس ادھوری چھوڑ دی گئی۔

شمعون نے گھوڑے اپنے ملازمین کے حوالے کیے۔ ''لے جاؤ انہیں کسی کو بیچ دو۔ مجھے اپنے فارم ہاؤس میں یہ گھوڑے نظر نہیں آنے چاہئیں۔''

ملازم نے انکساری سے کہا ''سرکاران گھوڑوں نے کتنی ہی ریسیں جیتی ہیں۔ یہ معمولی گھوڑے نہیں ہیں۔''

شمعون تپ کر بولا۔ ''مالک میں ہو یا تم، اونے پونے دام میں بیچ دو۔ میں نئے گھوڑے خریدوں گا۔''

شمعون بے دلی سے گاڑی میں بیٹھا اور جلد ہی وہاں سے نکل گیا۔

گھر آیا اور دھڑام سے صوفے پر براجمان ہو گیا۔ اسی دوران اسے ماریہ کے فون کا خیال آیا۔ اس نے اپنا موبائل نکالا اور ماریہ کا نمبر ملایا۔

''جی آنٹی کیا کہہ رہی تھیں؟''

''ظفر نے آج کل بہت پریشان کر رکھا ہے نہ جانے وہ وشاء کہاں مر کھپ گئی ہے اور ظفر انٹیلیجنس کے آفیسر کی طرح تفتیش میں لگا ہوا ہے۔ وشاء سے تمہاری شادی کے متعلق جو بات میں نے کی تھی، وہ نہ جانے کیسے ظفر کو معلوم ہو گئی ہے پندرہ روز کے لیے بیرون ملک گیا ہے۔ جاتے جاتے دھمکی دے گیا ہے کہ میں واپس آ کے سارے معاملے کا جائزہ لوں گا۔''

ماریہ کی بات پہ شمعون نے قہقہہ لگایا۔ "کیا ہوگیا ہے آنٹی! ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں نہ ہی وشاء نے ملنا ہے اور نہ ہی حقائق انکل ظفر کو معلوم ہونے ہیں۔ خوامخواہ سٹریس کا شکار ہو رہی ہیں۔ آپ ان کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔"

"تم دوسرے شہر میں رہتے ہو ورنہ ابھی تمہیں گھر بلا لیتی۔ کل کوئی وقت نکل کر میرے گھر آؤ۔" ماریہ نے کہا۔

"کل نہیں۔۔۔ کل میرا دوستوں کے ساتھ شکار کا پروگرام ہے۔"

شمعون کی اس بات پر ماریہ خفگی سے بولی۔ "بھائی جان اور بھابی تو گاؤں میں ہوتے ہیں۔ تم شہر میں اکیلے رہتے ہو۔ اس لیے من مانی کرتے ہو اگر بھابی تمہارے ساتھ ہوتیں تو بات کرتی۔ تو اپنی مرضی کا مالک ہے۔ ٹھیک ہے میں خود بھابی سے بات کر لوں گی۔"

"شوق سے کر لیں بات۔ مجھے انہیں شیشے میں اتارنا اچھی طرح سے آتا ہے۔"

"تم نہیں سدھرو گے، چلو پرسوں آجاؤ، بیٹھ کے بات کریں گے۔" ماریہ نے کہا۔

شمعون نے لمبا سانس کھینچا۔ ''ٹھیک ہے آپ اس قدر زور دے رہی ہیں تو میں پرسوں آجاؤں گا۔ آج کا دن تو میرے لیے اچھا نہیں ہے، دعا کریں کہ کل شکار میں کوئی بیڈلک نہ ہو۔''

فون سے ماریہ کے ہنسنے کی آواز آئی ''کیوں۔۔۔آج کیا بیڈلک ہوئی ہے؟''

''آنٹی میرے گھوڑے جیت کے بالکل قریب تھے۔ اچانک ڈر گئے اور مخالف سمت میں دوڑنے لگے، جس سے گھوڑوں میں بھگدڑ مچ گئی اور کافی گھوڑے زخمی ہو گئے، یہ صورت حال بمشکل کنٹرول ہوئی'' شمعون نے تجسس سے بھرپور انداز میں ماریہ کو ساری صورت حال بتائی۔

ماریہ نے اس بات کو بہت سطحی سا لیا۔ ''جانور کا کب ذہنی توازن بگڑ جائے کیا پتا ہوتا ہے کل کسی قسم کا خطرہ مول نہ لینا۔''

''کچھ نہیں ہوتا، میں پہلی بار تو نہیں جا رہا آپ کے لیے مرغابیاں لاؤں گا اور پکا کر بھی آپ ہی دیں گے۔''

''اچھا بابا! اپنا خیال رکھنا۔'' یہ کہہ کر ماریہ نے فون بند کر دیا

شمعون اپنے دو دوستوں کے ہمراہ صبح صبح ہی شکار کے لیے روانہ ہوگیا۔ جیسا شمعون خود تھا ویسے ہی اس کے آوارہ دوست تھے۔

'اپنی رائفلز ٹھیک سے چیک کی ہیں نا، یہ نا ہو کہ رائفلز ٹھیک چلے نا اور ہم شکار کرنے کے بجائے شکار ہو جائیں۔ ''شمعون کے پوچھنے پر اس کے دوست نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ایسے بیوقوف نہیں ہیں سب کچھ اوکے ون ہے۔ ہاں البتہ کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں لیا، بازار سے لیتے جائیں گے۔''

شمعون نے بازار پہنچ کر جیپ روکی اور کچھ کھانے پینے کی اشیاء خریدیں۔ وہ جونہی شہر سے باہر نکلا اس نے جیپ کی سپیڈ تیز کر لی۔ ایک دوست تو موبائل کا ہیڈ فون کانوں سے لگا کر میوزک سننے میں محو ہوگیا اور دوسرا شمعون سے گپ شپ میں مصروف ہوگیا۔۔۔۔۔

'یار شمعون! تو جلدی سے شادی کر لے ہمیں بھی گھر کے پکے ہوئے کھانے ملیں، بازار کے کھانے کھا کھا کر تو دل بھر گیا ہے۔''

شمعون نے اسٹیئرنگ سے نظر گھماتے ہوئے دوست کی طرف دیکھا ''یار اپنی خیر مناؤ، اگر میری شادی ہوگئی نا تو تم دونوں کی چھٹی ہو جائے گی۔ پنچھی کو قید کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے پر کاٹے جاتے ہیں اور ابھی میں یہ آزادی ختم نہیں کرنا چاہتا۔ تم کیوں نہیں شادی کر لیتے۔''

''یار تیری طرح ہمارے پاس جائیدادیں تو نہیں ہیں کہ بیٹھ کے عیش کریں ہمیں تو پہلے پیروں پر کھڑا ہونا ہے پھر جا کے شادی ہوگی۔''

''یار تم تو سنجیدہ ہو گئے، زندگی کو انجوائے کرو۔''شمعون نے یہ کہہ کر ڈیک میں سی ڈی ڈالی اور تینوں دوست موسیقی کے مزے لوٹنے لگے۔

تین گھنٹے کے طویل سفر کے بعد وہ تینوں بہاولپور پہنچ گئے۔ اب ان کی منزل زیادہ دور نہیں تھی۔ چولستان اب تیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دوست نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''یار تم نے وشاء کے ساتھ اچھا نہیں۔''

شمعون بڑبڑایا۔ ''تمہیں اچانک وشاء کا خیال کیسے آگیا۔ اس قدر پر مزہ سفر خراب مت کرو۔''

پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا دوسرا دوست تاسف بھرے انداز میں بولا''ہاں یار! تین دن اسے بھوکا پیاسا فارم ہاؤس میں جانور کی طرح زنجیروں سے باندھ کر رکھا۔ وشاء کے نام لگی جائیداد کے پیپرز پر سائن لینے کے لیے تم نے اسے کاویے سے ٹارچر کیا۔ تم تھک گئے مگر ایک لڑکی ہونے کے باوجود اس نے ہار نہ مانی اور جائیداد تمہارے نام نہ کی۔ تم نے ہار مان کر اسے آزاد کرایا اور یہ دھمکی دی کہ اس نے کسی کو تمہارے بارے میں بتایا تو تم اس کے باپ کی جان لے لوگے۔''

شمعون غصے سے گرج کر بولا ''میں نے تو اسے شادی کی آفر دی تھی مجھ سے شادی کر لیتی تو خود بخود سب کچھ میرا ہو جاتا۔ جب وشاء نے مجھ سے شادی سے انکار کیا تو میں نے اسے اغوا کیا اس معاملے میں تو پھپھو بھی میرے ساتھ تھی انہیں اس بات کا غصہ تھا کہ ایک گھر اور کچھ زمین کے علاوہ ساری جائیداد انکل ظفر وشاء کے نام لگا دی تھی۔''

فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دوست نے نصیحت کے انداز میں کہا ''چھوڑو یار تمہارے تمہاری آنٹی کے پاس بہت کچھ ہے اس طرح کے غلط کاموں سے بچا کرو۔ آخر تم عزت داراں باپ کے بیٹے ہو اگر ان کو تمہارے ان کاموں کی بھنک پڑ گئی تو تمہیں عاق کر دیں گے۔''شمعون نے فخرانہ انداز میں سر اکڑا لیا۔ ''عاق کریں گے تو کرتے رہیں شمعون کسی سے نہیں ڈرتا، کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا جو شمعون کو نقصان پہنچا سکے۔ چل یار پیپسی نکال موڈ اچھا کریں۔''

ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ پکڑ کر وہ دوسرے ہاتھ سے پیپسی پینے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ لوگ چولستان پہنچ گئے۔

یہ بہت بڑا صحرا تھا۔ ریت کے بڑے بڑے ٹیلے بے ترتیبی سے پھیلے ہوئے تھے۔ شمعون ریت پر گاڑی بہت مہارت سے چلا رہا تھا۔ ریتلے راستوں کے نشیب و فراز پر جیپ ہچکولے کھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ یہ چولستان کے قرب میں گھنا جنگل تھا۔ دور دور تک کوئی انسانی آباد نہیں تھی۔ انہوں

نے اپنی رائفلیں تیار کرلیں۔ شمعون نے اپنے دوست کو ڈرائیورنگ سیٹ پر بٹھایا اور خود رائفل لے کر کھڑا ہو گیا۔

''جیپ آہستہ آہستہ چلاتے رہو، جیپ کو روکنا خطرناک ہو سکتا ہے۔'' شمعون نے اپنے دوست کو ہدایت کی۔

راستے کے دونوں اطراف کانٹے دار خشک جھاڑیاں تھیں خشک جھاڑیاں ختم ہوئیں تو انہیں ہرنوں کا غول دکھائی دیا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ فائر نہ کرسکے۔ جیپ کو دیکھ کر ہرنوں نے تیز بھاگنا شروع کر دیا اور نزدیک ٹیلہ کراس کرکے دوسری طرف کو نکل گئے۔ اب وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

''اوہ شٹ۔۔۔'' شمعون نے رائفل کا دستہ جیپ کے دروازے پر دے مارا۔ ابھی دور دور تک انہیں کوئی شکار دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک ایک انتہائی خوبصورت تتلی کہیں سے اڑتی ہوئی آئی ار ان کی جیپ کے اوپر اڑنے لگی۔ شمعون کے دوست نے مسکراتے ہوئے تتلی کی طرف دیکھا۔

''شمعون دیکھو کس قدر خوبصورت تتلی ہے صحرا میں تتلی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔ یہ غیر معمولی بات ہے یہاں پر تو پھول بھی نہیں ہیں'' اس نے اس کو پکڑنے کے لیے ہاتھ اوپر کیا تو وہ جیپ کے سامنے اڑنے لگی۔

شمعون نے ترچھی نظر سے اپنے دوست کی طرف دیکھا ''ہم یہاں تتلیاں پکڑنے نہیں آئے شکار کرنے آئے ہیں۔''

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا دوست اونچی اونچی آواز میں ہنسنے لگا ''ہمیں اس کا کے کو ساتھ ہی نہیں لانا چاہیے تھا۔''

''بکواس مت کرو۔'' پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا دوست غصے سے بڑبڑایا۔

ان تینوں کو علم ہی نہ ہوا وہ تتلی ایک ہی ساعت میں خوبصورت غزال کا روپ دھار گئی۔ شمعون نے خوشی سے نعرہ لگایا ''وہ دیکھو لگتا ہے کہ وہ ہرن اپنے غول سے بچھڑ گیا ہوگا۔''

شمعون نے بڑی مہارت سے ہرن پر فائر کیا، نہ جانے کیسے نشانہ خطا ہو گیا اور ہرن تیز بھاگتا رہا۔ شمعون کے دوست نے بھی اس پر فائر کیا مگر نشانہ بار بار خطا ہوتا رہا۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر وہ جیپ اس غزال کے پیچھے دوڑاتے رہے۔

ہرن پیچ دار راستوں سے دوڑتا ہوا صحرا کے خطرناک ترین حصے تک پہنچ گیا۔ اس بار شمعون کی رائفل کا فائر غزال کے پیٹ میں جا کے لگا اور وہ پھڑک کر گر گیا۔ انہوں نے جیپ روکی اور خوشی سے اچھلتے ہوئے جیپ سے اترے۔

اکتوبر کا مہینہ تھا مگر سورج اس طرح دہک رہا تھا جیسے جون یا جولائی کا مہینہ ہو۔ دھوپ میں چمکتی ریت حرارت دے رہی تھی۔ شمعون جونہی ہرن کے قریب گیا۔ ہرن کا جسم ہوا میں تحلیل ہو کے اس تتلی کا روپ دھار گیا جو انہیں تھوڑی دیر پہلے دکھائی دے رہی تھی۔

تینوں اس تحیر آمیز منظر پر حواس باختہ تتلی کی طرف دیکھنے لگے جو اپنی خوبصورتی اور معصومیت میں کوئی بھیانک راز چھپائے ہوئے تھی۔ جس کے نازک پروں کے پیچھے روح فرسا حقیقت تھی۔ تتلی ہوا میں ایک جگہ ساکت ہو گئی اور پھر وشاء کے روپ میں بدل گئی۔

سنسناہٹ کی ایک لہر تینوں کے وجود سے گزر گئی۔ وہ سر تاپا کانپ کے رہ گئے۔ ماحول کی جادوگری نے خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ وشاء کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ شمعون کو اپنے گرد موت کی سرسراہٹیں محسوس ہونے لگی۔

شمعون نے حوصلے کا لمبا سانس کھینچا اور وشاء کے قریب گیا "وشاء کچھ نہیں سمجھ آ رہا مجھے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے مگر میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں مجھے معاف کر دو۔"

شمعون کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہی ہوئے تھے کہ وشاء کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے۔ اس کی آنکھوں سے غصے کے شعلے لپکنے لگے چہرے پر اکڑاؤ سا آگیا۔ وہ منہ کھول کر چیخی تو اس کے سامنے کے دو دانت لمبے ہو گئے اس کے بازوؤں کی جگہ پروں نے لے لی۔ وہ خوبصورت بلا شمعون کی طرف بڑھی۔

شمعون کے جسم سے اس کی جیسے جان نکل گئی وہ بھاگنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔ اس کی اعصابی طاقت کسی خوف کے دباؤ سے ختم ہوگئی۔ وہ خوبصورت بلا ایک جھٹکے سے شمعون کی طرف بڑھی اور اس کی گردن پر اپنے خونخوار دانت پیوست کر دیئے۔ شمعون کی چیخیں صحرا کے سناٹے میں گونجنے لگیں۔

اس کے دونوں دوست اپنی بے جان سی ٹانگوں کو گھسیٹتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اس خوبصورت بلا نے ان دونوں کو بھی نشانہ بنا لیا۔ وہ تینوں گرم ریت پر گرے تڑپ رہے تھے۔

وشاء نے ریت کی طرف پھونک ماری اور وہ تینوں ریت کے طوفان بگولے کی لپیٹ میں آ گئے ایسی ریت جس کے ذرے انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔ ان تینوں کے جسم جھلستے رہے، صحرا کے سناٹوں میں ان کی چیخیں گونجتی رہیں۔ شکار کھیلنے والے اجل کا شکار ہو گئے۔

وشاء کے بھیانک روپ نے پھر اس تتلی کا روپ لے لیا اور وہ ہوا میں کہیں گم ہو گئی۔ صحرا کے لوگوں نے مردہ خورگدوں کے غول دیکھے تو ان کا ماتھا ٹھنکا اور وہ جیپ کے ٹائروں کے نشانات پر چلتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے۔ تین نوجوانوں کی جھلسی ہوئی لاشیں دیکھیں تو وہ دم بخود ہو گئے۔

کچھ نوجوانوں نے آگے بڑھ کر لاشوں کی تلاشی لی ان کے موبائلز سے ان کے رشتے داروں کو ان کی ہلاکت کے بارے میں مطلع کیا۔ چولستان کے کچھ لوگوں نے ان لاشوں کو ان کے والدین تک پہنچانے کا بندوبست کر لیا۔

لاشوں کو کفن میں لپیٹ کر تابوت میں بند کیا جا رہا تھا تو ایک بزرگ جو کسی گہری سوچ میں گم لاشوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شمعون کی لاش کے قریب آئے ''سمجھ نہیں آ رہا کہ ان تینوں کو کس نے مارا ہے۔ ان تینوں کی موت بہت عجیب طریقے سے ہوئی ہے۔ اگر ان کا قتل کسی انسان نے کیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے۔ کیونکہ ان کی لاشیں ان کی جیپ کے قریب ملی ہیں۔ جنگل کے اس خطرناک ترین

حصے میں نہ تو کسی اور گاڑی کے نشانات ملے اور نہ ہی کسی انسان کے۔ کوئی جنگلی جانور ہوتا تو ان کی چیر پھاڑ کر کے رکھ دیتا مگر ان کو تو کسی نے جلا دیا۔''

لاش پر کفن لپیٹتے ہوئے نوجوان نے شمعون کی گردن سے کپڑا پیچھے کیا ''یہ دیکھیں کسی جانور نے اس کی گردن پر دانت گاڑ کے اسے ہلاک کیا ہے۔''

بزرگ نے آگے بڑھ کر شمعون کی گردن کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ اس نے دانتوں کے دو نشانوں کے درمیان انگلی رکھ کے پیمائش کی اور پھر اپنے سامنے کے دانتوں کے اطراف کے بڑے دانتوں کے درمیان میں وہی انگلی رکھی پیمائش ایک جیسی تھی۔

بزرگ کے ہاتھ کانپنے لگے، آنکھیں باہر کو ابل پڑیں وہ بے خود چلانے لگا ''لے جاؤ جتنی جلدی ہو سکے ان لاشوں کو اس صحرا سے یہ کسی بھٹکی ہوئی شیطانی روح کا شکار ہوئے ہیں۔ لوگوں کو اکٹھا کرو، میلاد کا اہتمام کرو۔ ہم قرآن پاک پڑھ کر اجتماعی دعا مانگیں گے۔ ہمارے صحرا سے کسی شیطانی روح کا گزر ہوا ہے۔''

نوجوان نے ہڑبڑا کے کہا ''یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں بابا جی!''

''میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ روح کسی اور کا شکار کر لے۔''

بوڑھا بیساکھی کا سہارا لیتے ہوئے سرد خانے سے باہر آگیا۔ نوجوان نے جلد از جلد لاشوں کو ان کے ورثاء تک پہنچا دیا۔ تین گھروں پر صدمے کی بجلیاں گر گئیں۔ شمعون کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی ماں نیم بیہوشی کی حالت میں چارپائی پر سر رکھے رو رہی تھی۔ خبر سن کر جب ماریہ وہاں پہنچی تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

شمعون سے ایک روز پہلے ہی تو اس کی بات ہوئی تھی اور یہ سب کیسے ہوگیا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ سوگواری ماحول میں بین کرتی عورتوں کی دل خراش آوازیں گونج رہی تھیں۔

ماریہ نے شمعون کی میت کو قریب سے دیکھا تو وہ بری طرح جھلسا ہوا تھا
ماں کو تو اپنی ہوش نہیں تھی مگر لاش کے قریب بیٹھی ہوئی عورتیں سرگوشی کے انداز میں کھسر پھسر کر رہی تھیں۔ ''اس کے علاوہ اس کے دو دوست بھی مرے ہیں تینوں کی اموات ایک ہی انداز میں ہوئی ہیں گردنوں پر دو دانتوں کے نشان اور جسم جھلسے ہوئے اگر تینوں جنگلی جانوروں کا شکار ہوئے تو ان کے جسم کیسے جھلس گئے۔''

دوسری عورت نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ ''استغفار پڑھو مجھے تو یہ کوئی کالے جادو کا چکر لگتا ہے۔'' ماریہ نے عورتوں کی باتیں سنیں تو گھبراہٹ سے اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس نے آگے بڑھ کر

کفن کا کپڑا شمعون کی گردن سے پیچھے کیا تو اس کی گردن پر واقعی دو دانتوں کے نشان تھے جس سے نکلنے والے خون کی رنگت کالی ہو چکی تھی اور گردن سے لے کر چہرے تک کی رنگت میں نیلاہٹ تھی جیسے کسی نے خون چوس لیا ہو۔

ماریہ مبہوت نظروں سے لاش کی طرف دیکھتی ہوئی اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ شمعون کی ماں کو دلاسہ دینے کے لیے اس کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہو سکا وہ بس گم صم سہمی سہمی تسبیح پڑھتی رہی۔ ایک عجیب سا خوف اس کی رگوں میں سرایت کر گیا۔

کچھ دیر کے بعد وہ ڈرائیور کیساتھ واپس آ گئی۔ گھر میں ایک بوڑھی ملازمہ تھی اور وہ تھی۔ ظفر تو بیرون ملک تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی جیسے خوف کے سپید سائے بھی اس کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہو گئے۔ اس کے اندر کے خوف نے باہر کا ماحول بھی سراسیمہ بنا دیا۔ وہ سہمی سی اپنے کمرے تک چلی گئی۔

رات کی تاریکی میں ڈوبا ہوا گھر کا سناٹا ماریہ کے خوف کو مزید بڑھا رہا تھا۔ کچن سے برتنوں کے کھڑکنے کی آوازیں آئیں تو ماریہ بلا تامل بولی۔ ''بشریٰ۔۔۔''

''ت۔۔۔ت۔۔۔تم کیا کر رہی ہو؟'' ماریہ نے پوچھا۔

''جی وہ برتن سمیٹ رہی ہوں۔ آپ کے لیے چائے بنا دوں؟''

''نہیں کچھ دیر بعد بنا دینا۔''

''بی بی جی! رات کا ایک بج رہا ہے۔ پھر تو بہت دیر ہو جائے گی۔''

''تم چائے رہنے دو ایسا کرو آج ادھر ہی سو جاؤ۔ زمین پر میرے کمرے میں'' ماریہ نے قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کا۔

''اچھا بیگم صاحبہ!'' ملازمہ ادھر ہی قالین پر سو گئی۔ ماریہ بستر پر براجمان تھی مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ عجیب عجیب اوہام ذہن میں ہلچل مچا رہے تھے۔ اسی دوران اس کے موبائل کی رنگ بجی تو وہ چونک سی گئی۔ موبائل کی سکرین ظفر کا نام آ رہا تھا۔ ماریہ نے جلدی سے فون کانوں سے لگا لیا ''ہیلو۔۔۔''

''کیا بات ہے تمہاری آواز کیوں کانپ رہی ہے۔''ظفر نے پوچھا۔

''ایسے ہی عجیب سا خوف محسوس ہو رہا ہے تم ٹھیک ہو۔'' ماریہ نے پوچھا۔

ظفر نے متاسفانہ لہجے میں کہا ''شمعون کے بارے میں علم ہوا مگر یہ سب کیسے ہوا؟''

''کسی نے بیدردی سے شمعون کا قتل کردیا۔''

''اوہ۔۔۔آوارہ لڑکوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔۔۔''

''مرے ہوئے لوگوں کو تو بخش دو۔'' ماریہ غصے سے بولی۔

''شمعون کے قتل سے تم کیوں خوفزدہ ہوگئی ہو۔''ظفر نے سوال کیا تو ماریہ سارا ماجرا بتائے بغیر نہ رہ سکی۔

ظفر مبہوت ہو کے رہ گیا۔ ''یہ موت تو واقعی بہت عجیب ہے۔ خیر میں آؤں گا تو مزید اس موضوع پر بات کریں گے۔''

یہ کہہ کر ظفر نے فون بند کردیا فواد کے والد حسب معمول رات کو آٹھ بجے آفس سے آئے، ایمن کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنا LapTop لے کر بیٹھ گئے اور نیٹ پر اپنے Shares چیک کرنے لگے

ایمن کچھ پیکٹس لے کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وقار احمد نے لیپ ٹاپ پر نظر جمائے ہی ایمن سے بات کی "کیا بات ہے، آج کل تمہاری این جی او کی کوئی مصروفیت نظر نہیں آرہی کیا عورتوں کے مسائل ختم ہو گئے ہیں۔"

ایمن سرسری سے لہجے میں بولی "میرا اپنا دل نہیں لگتا اب ان کاموں میں عجیب سا ادھورا پن آگیا ہے۔ میرے اندر۔۔۔ میری اپنی فرسٹریشن ختم ہوگی تو ہی دوسروں کے مسائل حل کروں گی۔"
وقار احمد نے لیپ ٹاپ چھوڑ کر ایمن کی طرف دیکھا "یہ کون سے پیکٹس لے کے بیٹھی ہو، کیا ہے ان میں؟"
ایمن پیکٹس کو ہاتھوں سے چھونے لگی "ان میں فواد کے نئے سوٹ ہیں۔ جب میں فواد کے لیے وینا کا ہاتھ مانگنے اپنے بھائی کے گھر گئی تھی تو میں نے پہلے ہی فواد کی منگنی کے لیے نئے سوٹ لے لیے تھے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بھائی جان انکار کر دیں گے۔ پتہ نہیں بھائی جان نے مجھ سے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے وینا کا رشتہ عارفین سے طے کر دیا ہے عارفین بھی تو ان کی بہن کا ہی بیٹا ہے۔ حیثیت میں بھی ہم دونوں بہنوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے پھر ایسا کیوں؟"

وقار احمد اٹھ کر ایمن کے قریب بیٹھ گئے۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو۔ صرف حیثیت اور تعلق ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ بیٹی کے معاملے میں بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے۔"

ایمن سر جھکائے رونے لگی۔ ''میرا فواد یہاں ہوتا تو میں جیسے تیسے بھائی کو منا ہی لیتی۔ میں بھی اپنے بیٹے کے ارمان پورے کرتی۔ کس قدر بضد تھا وہ وینا کے رشتے کے لیے اور آج وینا اور کی ہو گئی ہے۔ اگلے جمعہ وینا اور عارفین کی منگنی ہے۔''

وقار احمد نے اس کے آنسو پونچھے۔ ''تم اس طرح پریشان مت ہو، خدا کو یہی منظور ہو گا۔ میں ابھی مایوس نہیں ہوا۔ ان شاء اللہ ہمارا فواد ضرور واپس آئے گا اور ہم اس کے لیے وینا بھی اچھی لڑکی ڈھونڈیں گے۔''

ایمن نے وقار احمد کے شانے پر سر رکھ لیا۔ اس کی بھیگی آنکھوں میں خواب تلملاتے رہے۔ کہ ایک دن اس کا بیٹا واپس آئے گا اور وہ اپنے سارے ارمان پورے کرے گی۔ وینا اپنی ہونی والی ساس یعنی پھپھو کے ساتھ منگنی کے لیے شاپنگ میں مصروف تھی۔ اسکی والدہ نے عذرا کی بات رد نہ کی کہ وہ اپنی ہونے والی بہو کو خود شاپنگ کرائے گی۔

عذرا اور وینا نے پہلے بوتیک سے منگنی کا جوڑا لیا اور اس کے بعد وہ دونوں جیولر کے پاس چلی گئیں۔ وینا کو کافی دیر لگی اپنے لیے سیٹ پسند کرنے میں۔ اس نے سونے کا سیٹ اپنے گلے سے لگا کر دیکھا۔

''یہ کیسا لگ رہا ہے آنٹی بـ مجھے تو یہی اچھا لگا ہے'' عذرا نے مسکراتے ہوئے وینا کی طرف دیکھا۔

''ہاں ۔ ۔ ۔ پیارا لگ رہا ہے یہی پیک کروا لیتے ہیں۔''

وینا بہت خوش تھی۔ فواد کو اس نے ایک کزن سے زیادہ کبھی کچھ نہیں جانا۔ عارفین سے بھی شادی کا فیصلہ اس کے والدین کا تھا اور وہ اس فیصلے پر خوش تھی۔ عارفین اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں منیجر تھا۔ ان دونوں وہ دو ہفتے کے لیے گھر آیا تھا۔ منگنی کے بعد اسے واپس جانا تھا۔ عذرا اور وینا کے گھروں میں منگنی کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں۔

تیاریاں میں ایک ہفتہ کیسے گزرا پتہ ہی نہ چلا۔ منگنی کا دن آن پہنچا۔ رات کا فنکشن تھا۔ ایمن کے بھائی اعجاز اور بھابی صائمہ کے خوشی کے مارے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ مہمانوں کو آٹھ بجے کا وقت دیا گیا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھر گیا۔ وینا بھی بیوٹی پارلر سے تیار ہو کے آ گئی مگر ابھی تک اس کے سسرال والے نہیں پہنچے تھے۔

ایمن اور وقار احمد بھی ابھی تک اپنے گھر میں ہی تھے ''بیگم جلدی کرو، ہم لیٹ ہو گئے ہیں۔'' وقار احمد گاڑی کی چابی گھماتا ہوا گیرج کی طرف بڑھا۔ ایمن تیار ہو کے اپنے بیڈ روم سے نکلی تو اسنے اپنے بیڈ روم کی لائٹ آف کر دیا ور بیڈ روم کا دروازہ بند کر کے کچن کی طرف بڑھی جہاں ملازم کام میں مصروف تھا۔

وہ ملازم کو سمجھانے لگی ''بابا! گھر کا خیال رکھنا۔ رات کا فنکشن ہے ہمیں دیر ہو سکتی ہے۔''

''جی بی بی جی آپ بے فکر رہیں۔'' ملازم نے کہا اسی دوران ایمن کے بیڈروم کا دروازہ کے کھلنے کی آواز آئی۔

ایمن نے فوراً کمرے کی طرف دیکھا۔ کمرے کی لائٹ آن ہوئی۔ ایم نے تعجب سے اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی بیڈروم کی چابی کی طرف دیکھا۔

''چابی تو میرے پاس ہے تو اندر کوئی کس طرح جا سکتا ہے۔'' اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اسے خدشہ ہوا کہ کوئی چور اندر گھس گیا ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی وقار کے پاس گئی۔ اس کی سانس پھول گئی۔ ''وہ۔۔۔وہ۔۔۔''

''کیا ہوا؟'' وقار احمد نے پوچھا۔

''اندر ہمارے بیڈروم میں کوئی ہے۔''

''ملازم ہوگا۔''

'نہیں وہ تو کچن میں ہے۔'' ایمن گھبرائی ہوئی بولی۔

''میں دیکھتا ہوں۔'' وقاراحمد نے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ ایمن نے اسے روک لیا۔ ''تم نہ دیکھو، پولیس کو فون کرو۔''

Relax'مجھے دیکھنے تو دو۔'' وقاراحمد بیڈروم تک گیا۔ بیڈروم۔
دروازہ باہر سے لاک تھا اور کمرے کی لائٹس بھی آف تھیں۔۔۔

وقاراحمد نے سوالیہ نظروں سے ایمن کی طرف دیکھا تو ایمن بلاتامل بولی۔ ''میں نے لائٹ آف کرکے دروازہ لاک کر دیا تھا۔ مگر جب میں ملازم سے بات کر رہی تھی تو اسی دوران کسی نے کمرے کا دروازہ کھولا اور لائٹ آن کی۔ میں دوڑتی ہوئی آپ کے پاس چلی گئی۔''
وقاراحمد چڑ کر بولا ''کیسی احمقوں جیسی بات کر رہی ہو۔ چابی تمہارے پاس ہے اور تم کہہ رہی ہو کہ دروازہ کسی نے کھولا تھا۔''

ملازم وقاراحمد کے قریب آیا ''صاحب جی! بیگم صاحبہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔''

''چابی دو۔'' وقار احمد نے ایمن سے چابی لی اور دروازہ کھول کر کمرے کی لائٹ آن کی ہر چیز اپنی جگہ سلیقے سے پڑی تھی۔ ایمن کی تسلی کے لیے اس نے نقدی اور زیور چیک کیا۔ سب کچھ پورا تھا۔

اس نے تحمل سے ایمن کو سمجھایا 'کمرے سے کوئی چیز نہیں غائب ہوئی اور اگر کوئی شخص کمرے سے بھاگتا تو مجھے دکھائی دے دیتا، تم نے کسی کو کمرے کے آس پاس یا کمرے سے باہر نکلتے دیکھا ہے

''نہیں۔۔۔'' ایمن کھوئی کھوئی سو بولی۔

''پھر بھی ایک دفعہ میں اور ملازم سارا گھر چیک کر لیتے ہیں۔'' وقار احمد یہ کہہ کر ملازم کے ساتھ چھت پر چلا گیا اس نے چھت سے سڑک پر دور دور تک نظر دوڑائی۔ اسے ایسی کوئی نشانی نہ ملی جس سے پتہ چلے کہ گھر میں کوئی آیا تھا

وقار احمد اور ایمن ملازم کو گھر میں چھوڑ کر وینا کی منگنی میں چلے گئے۔

وینا اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس کی منگنی کی تقریب میں اس کے والدین نے کوئی کسر نہ چھوڑی منگنی کا انعقاد میرج ہال میں کیا گیا تھا۔

میرج ہال خوبصورت انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔ ہال کی آرائش و زیبائش میں تازہ پھولوں کا استعمال کیا گیا تھا اس لیے فضا تازہ پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔

سبھی مہمان پہنچ گئے تھے مگر وینا کے سسرال والے ابھی تک نہیں پہنچے تھے۔

وینا سجی ہوئی کرسی پر بیٹھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ایمن نے وینا کو دیکھا تو اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر ہی ٹھہر گئیں، وینا کو دیکھتے ہی فواد کے خیال نے اس کی آنکھیں بھر دیں۔ عذرا نے ایمن کو دیکھا تو بہن کے دل کے جذبات کو بھانپ گئی۔ وہ اس کے قریب آئی اور اس کے شانوں پر بانہیں حائل کرتے ہوئے اسے وینا کے پاس لے گئی۔ وینا کے ساتھ صوفے پر دونوں بہنیں بیٹھ گئیں۔

عذرا نے ایمن کا ہاتھ وینا کے ہاتھ کے اوپر رکھا اور بہت پیار سے بولی "آپ سمجھیں عارفین ہی آپ کا فواد ہے اور یہ آپ کی بہو ہے۔"

ایمن اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مسکرانے لگی۔ "خدا تمہیں اور عارفین کو ہمیشہ خوش رکھے۔" اس نے وینا کے سر پر پیار دیا۔ اور پھر عذرا سے مخاطب ہوئی۔ "عارفین اور اس کے والد کہاں رہ گئے ہیں۔ سب مہمان پہنچ گئے ہیں اور دونوں ابھی تک نہیں پہنچے۔"

"بازار سے کچھ چیزیں لینی تھیں بس وہی لیتے ہوں گے میری بات ہوئی ہے بس آجائیں گے کچھ دیر تک۔" عذرا نے بتایا تو ایمن ہنس پڑی۔

''یہ معاملے ہی ایسے ہوتے ہیں عین وقت تک ہی چیزیں بازار سے آتی رہتی ہیں۔'' لڑکیوں نے ریکارڈ آن کر دیا اور پاپ میوزک پر محو رقص ہو کے منگنی کی تقریب کو پر مزہ بنانے لگے۔ خاندان کے سب لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں وہ سب ڈانس کرنے والے لڑکوں کے گرد دائرے میں جمع ہو گئے اور تالیاں بجا بجا کر ان کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔

وینا اپنی جگہ اکیلی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ وہ دائرے کی صورت میں جمع لوگوں کی طرف دیکھ رہی تھی اسے لڑکوں کا ڈانس نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے فیروزی کلر کا لہنگا پہنا ہوا تھا۔ جس پر نگینوں کا کام تھا۔ اس نے لہنگے سے میچ کر کے نگینوں کا سیٹ پہنا ہوا تھا۔ تالیاں بجاتے ہوئے لوگوں کے ہجوم میں وینا کو فواد دکھائی دیا جس نے بادامی رنگ کی شیروانی اور پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ شیروانی پر زری کا کام تھا گویا کہ وہ دولہا کا لباس تھا۔

وینا کی سراسیمہ نظریں اس طرف ہی ٹھہر گئیں فواد کا وہ سراپا وجود لوگوں میں سے اس طرح گزر گیا جیسے ہوا۔۔ گویا وہ صرف وینا کو ہی دکھائی دے رہا تھا۔ لوگوں کے ہجوم میں سے نکلا تو وہ زندہ انسان کی طرح مادی وجود دکھائی دے رہا تھا۔

سنسناہٹ کے جھٹکے سے وینا کا پورا جسم تھر تھرا گیا۔ وہ جوں جوں وینا کے قریب آرہا تھا اس کی تھر تھراہٹ بڑھ رہی تھی۔ وہ وینا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وینا بھی فواد کی طرف مبہوت نظروں سے دیکھتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

''فواد۔۔۔'' وینا کانپتے لبوں سے آواز ابھری۔ فواد کے چہرے پر تناؤ اور آنکھوں میں نمی تھی، غصہ و غم کے یکجا تاثرات نے اس کی آنکھوں میں بہت کچھ لکھ دیا تھا۔

فواد نے وینا کے چہرے پر اپنی آنکھیں گاڑ دیں۔ ''کیا سوچ رہی ہو۔ یہی نا کہ میں زندہ ہوں یا مردہ۔۔۔ میں زندہ ہوں تمہاری خوشیوں میں، تمہارے احساسات میں تمہارے دل میں مگر یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے عارفین سے شادی کی تو میں اسے زندگی سے آزاد کر دوں گا۔''

وینا کی ماں اس کے قریب آئی تو فواد کا وجود دھویں میں تحلیل ہو کر ہواؤں میں بکھر گیا۔ وینا کی ماں چلا اٹھی۔ ''وینا! یہ دھواں کیسا تھا، تم ٹھیک تو ہو نا۔''

وینا پھٹی پھٹی آنکھوں سے فضا کو گھورتی رہی پھر چکرا کر گرگئی۔ وینا کی والدہ صائمہ نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کا چہرہ تھپتھپانے لگی۔ ''وینا آنکھیں کھولو کیا ہوا۔''

وینا نے آنکھیں کھولیں تو ایک انجام سا خوف اس کی آنکھوں میں سرایت تھا۔ اس کی متلاشی نگاہیں اپنے گرد جمع مہمانوں میں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ ایمن اور عذرا اس کے قریب آئیں "کس کو ڈھونڈ رہی ہو۔"

"فواد! ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے سامنے فواد کھڑا تھا۔۔۔؟"

"فواد! یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ہم نے تمہارے پاس تو کسی کو نہیں دیکھا۔"

وینا اپنے ہاتھوں پر زور ڈالتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے عذرا کی طرف دیکھا۔ "آنٹی میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے اپنے پورے ہوش و حواس میں اسے دیکھا ہے اس نے بادامی رنگ کی زری کے کام والی شیروانی اور پاجامہ پہنچا ہوا تھا۔ مگر اسکا جسم ہوائی تھا۔ اس کا جسم ہوا کے ہیولے کی طرح آپ لوگوں میں سے گزر گیا تھا۔"

ایمن سٹپٹا کے رہ گئی۔ وہ وینا کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی آنسوؤں سے ڈبڈباتی آنکھوں سے وینا کی طرف دیکھا "اس کی شیروانی پر براؤن دھاگے کے ساتھ گولڈن تلے کا کام تھا اور بٹنز بھی گولڈن تھے۔"

''جی آنٹی۔۔۔ مگر آپ کو کیسے پتہ، کیا آپ نے بھی کو دیکھا ہے۔'' وینا نے حیرت میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

ایمن کی آنکھوں میں رکے ہوئے آنسو اس کے رخساروں پر جھلک پڑے۔ ''میں نے اسے نہیں دیکھا مگر تم یہ کیوں کہہ رہی ہو کہ اس کا جسم ہوائی تھا۔''

شور سن کر وقار احمد بھی وہاں آ گئے ''کیا بات ہے۔''

ایمن وقار کی طرف لپکی۔ ''میں نے کہا تھا کہ میرا فواد ضرور آئے گا۔ ہمارے بیڈ روم میں کسی کا ہونا میرا وہم نہیں تھا۔ میرا فواد گھر آیا تھا۔ وینا بتا رہی ہے اس نے وہی شیروانی اور پاجامہ پہنا ہوا تھا جو آپ کو دکھا رہی تھی۔ اس نے ہمارے کمرے کی الماری سے وہی ڈریس لیا ہو گا۔''
وقار احمد نے وینا کی طرف دیکھا ''یہ سب کیا کہہ رہی ہیں۔ تم صرف اتنا بتاؤ کہ تم نے فواد کو دیکھا ہے اس حال میں۔''

''جی انکل! میں نے اسے دیکھا، اس نے مجھ سے بات بھی کی۔''

وقار احمد نے کچھ اور مزید نہیں پوچھا اس نے برقی سرعت سے اپنا موبائل نکالا اور کسی سے تیز تیز بولنے لگا۔ باہر سکیورٹی کو الرٹ کر دو۔ کچھ لوگ ادھر ہال میں بھی بھیجو کچھ لوگوں نے یہاں فواد کو دیکھا ہے۔ ہر ایک کو چیک کرو، اگر فواد یہاں ہے تو وہ ہوٹل سے باہر نہ نکل پائے۔

سپیکر پر اناؤنسمنٹ ہونے لگی۔ ''اس ہال سے کوئی باہر نہ جائے۔ فواد! تم جہاں کہیں ہو ہمارے سامنے آ جاؤ۔''

ہال میں جیسے سکوت چھا گیا لوگ اپنی جگہ پر جامد ہو گئے۔ پولیس سولجرز ہال کے دروازے پر کھڑے ہو گئے فضا میں سیاہ دھویں کی بدلی سی نمودار ہوئی۔ ہال میں کسی قسم کی آتشزدگی استعمال نہ ہونے کی وجہ سے وہ دھواں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔

خ دھویں کی وہ بدلی ہوا میں تیرتی ہوئی ہال کے دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وقار احمد کی بھی نظر اسی پر تھی، دھویں کی وہ بدلی ہوا میں پھیلتی ہوئی دروازے سے باہر چلی گئی اور پھر وہ سیاہ دھواں ہوا میں بکھر کر کہیں غائب ہو گیا۔

اسی دوران وینا کی آواز وقار احمد کی سماعت سے ٹکرائی ''انکل آپ نے میری پوری بات نہیں سنی، میں آپ کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ فواد کا جسم ہوائی تھا۔''

وقار احمد کے پورے جسم سے جھرجھری دوڑ گئی۔ "کیا کہہ رہی ہو؟"

'جی انکل میرا یقین کریں جب امی میرے قریب آئیں تو فواد کا ہوائی روپ ایسی ہی سیاہ بدلی میں تحلیل ہو گیا تھا جیسی ابھی فضا میں نمودار ہوئی تھی۔" وقار احمد خاموش کھڑا وینا کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا ذہن وینا کی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ایمن جذباتی انداز میں وینا سے بولی "میرا فواد زندہ ہے۔ اس کا جسم ہوائی کیسے ہو سکتا ہے۔ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔"

وقار احمد ایمن کے شانوں پر بازو حائل کرتے ہوئے اسے صوفے تک لے گیا "وینا کو کوئی وہم ہوا ہے تم خود کو سنبھالو۔ ہمارا بیٹا ہمیں ضرور مل جائے گا۔"

کچھ دیر کے بعد عارفین اور اعجاز بھی آ گئے۔ ان کے سامنے کسی نے فواد کی بات نہیں کی بلکہ اس واقعہ کو نظر انداز کر کے رسم کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ عارفین اور وینا نے ایک دوسرے کو منگنی کی انگوٹھی پہنائی۔ عزیز و اقارب نے دوسری رسومات نبھائیں
فنکشن رات گئے جاری رہا۔ دوسرے رشتہ داروں نے تو اس تقریب میں بہت انجوائے کیا مگر وینا جس کی منگی

تھی، وہ بجھی بجھی سی تھی ایسی ہی حالت میں ایمن اور وقار احمد کی بھی تھی۔ ایک عجیب سا خدشہ ان کا سینہ چیر رہا تھا۔ رات کے ایک بجے تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ تمام رشتہ دار اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے ایمن اور وقار احمد بھی اپنے گھر آئے تو ملازم نے دروازہ کھولا۔

وقار احمد تو باتھ روم میں کپڑے چینج کرنے چلا گیا مگر ایمن الماری کھول کر برقی سرعت سے کچھ ڈھونڈنے لگی۔ وہ بوکھلائی سی کپڑوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ وہ سارے کپڑے نکال نکال کر زمین پر پھینکنے لگی۔ وقار احمد نے اپنے کف کا بٹن بند کرتے ہوئے تعجب سے ایمن کی طرف دیکھا۔ ''یہ کیا طریقہ ہے الماری سے کپڑے نکالنے کا۔''

ایمن کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ اپنے کام میں محو تھی اس نے سارا خانہ خالی کر دیا پھر الماری کے باقی خانوں سے کپڑے نکال نکال کر باہر پھینکنے لگی۔ اس نے ساری الماری خالی کر دی اور پھر اپنے دونوں بازو سیدھے کر کے اپنے ہاتھ اکڑا لیے اور گلوگیر لہجے میں بولے۔ ''وہ بادامی شیروانی الماری میں نہیں ہے جو میں نے فواد کے لیے خریدی تھی۔ میرا بیٹا فواد گھر آیا تھا اسی نے یہاں سے وہ شیروانی لی اور زیب تن کی۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہو ایمن! خود کو سنبھالو۔۔۔'' وقار احمد نے ایمن کو شانوں سے پکڑتے ہوئے صوفے پر بٹھا دیا۔

ایمن نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے وقار احمد کی طرف دیکھا "وینا نے تو وہ شیروانی نہیں دیکھی تھی۔ تو پھر کیسے اس نے بتایا کہ فواد نے بادامی شیروانی پہنی تھی اور اس پر براؤن دھاگے اور گولڈن تلے کا کام تھا۔"

وقار احمد سوچ میں پڑگیا۔ یہ سب باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ اس نے ایمن کے بالوں کو سہلایا۔ "خدا پر بھروسا رکھو، جاؤ جا کے چینج کر لو۔"

ایمن دھیرے دھیرے قدموں سے چلتی ہوئی باتھ روم تک پہنچ گئی۔ وقار احمد کے ذہن میں وینا کا جملہ بار بار گونج رہا تھا۔ "انکل! فواد کا جسم ہوائی تھا۔۔ اس کا جسم سیاہ دھویں میں تبدیلی ہوگیا تھا۔"

وقار احمد کے ذہن میں سیاہ دھویں کی اس بدلی کا خیال بھی آنے لگا پھر اس کا ذہن ماضی کے دریچوں سے کسی بات کو دہرانے لگا۔ جب چرس بھرے سگریٹ پینے پر وقار احمد نے فواد کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا تھا تو چیخ کر بولا تھا۔ "ڈیڈی اس دھویں میں کبھی آپ کا بیٹا بھی دھواں ہو جائے گا۔"

اس خیال سے اس کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔ "یا اللہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ نہ ہو میرا بیٹا زندہ ہو۔"

ظفر اپنے باہر کے معمولات نبٹا کے اپنے ملک واپس آگیا۔ وہ ماریہ کے ساتھ شمعون کے گھر والوں سے تعزیت کے لیے ان کے گھر گیا۔ شمعون کی بے وقت اور عجیب موت سب کے لیے پہیلی بنی ہوئی تھی۔ ظفر کو ماریہ کی حالت پر تشویش ہو رہی تھی کہ شمعون کی موت سے وہ اس قدر خوفزدہ کیوں ہے۔

''پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کیا آیا ہے۔''ظفر نے شمعون کے والد سے پوچھا۔

شمعون کے والد نے گلوگیر لہجے میں کہا''ہمیں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے کیا، پولیس قاتل کو ڈھونڈ بھی لے تو ہمیں کون سا ہمارا بیٹا واپس مل جائے گا۔''

''مجھے آپ سے ہمدردی ہے مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں کیا بات سامنے آئی ہے۔''

شمعون کے والد نے لمبا سانس کھینچا۔''رپورٹ میں دو باتیں سامنے آئی ہیں ایک یہ کہ کسی جنگلی جانور نے ان کے جسموں سے خون چوس لیا اور دوسری بات یہ کہ ان کے جسم جھلسنے سے ان کے دل سکڑ گئے ان کے جسموں پر کوئی آتش گیر مواد استعمال نہیں ہوا۔ ان کے جسموں سے صرف ریت ملی

ہے۔ گویا کہ ریت اس قدر گرم ہوگئی تھی کہ ان کے جسم جھلس گئے۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ چولستان کے اس جنگل کے قریبی علاقوں کے لوگوں کے کہنے کے مطابق جب ان لوگوں نے لڑکوں کی لاشیں اٹھائیں تو ریت اس قدر گرم نہیں تھی اور نہ ہی ایسا ممکن ہے کہ ریت سے کوئی جھلس جائے اور پھر دور دور تک نہ کوئی ایسا جنگلی جانور نظر آیا اور نہ ہی ایسی نشانی ملی جس سے معلوم ہو کہ ان تینوں کے علاوہ وہاں کوئی اور بھی تھا۔''

یہ سب بتاتے ہوئے شمعون کے والد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ظفر ان کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ لیا ''ہمت رکھیں خدا کو یہی منظور ہوگا۔ تینوں لڑکوں کی موت واقعی بہت عجیب طریقے سے ہوئی ہے مگر آپ پولیس کی تفتیش میں ان کی مدد کریں۔ معاملے کی تہہ تک جائیں۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں کروں گا۔''

ظفر اور ماریہ دو گھنٹے ان کے گھر گزارنے کے بعد گھر آ گئے۔

رات بارہ بجے کے بعد زرغام اپنی گاڑی میں گاؤں سے نکلا۔ شہر کے محلے اور گلیاں سنسان تھیں۔ لوگ گھروں میں گہری نیند سو رہے تھے۔

سڑکوں پر بہت کم گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ مگر جس ٹوٹی پھوٹی سڑک والا راستہ زرغام نے اختیار کیا وہاں اس کی گاری کے علاوہ کوئی اور گاڑی نہیں تھی۔

تھوڑے سے سفر کے بعد وہ جس سڑک پر آگیا تھا وہ سڑک شہر کے وسیع قبرستان کی طرف جاتی تھی۔ وہ سڑک تو ہمیشہ سے ہی رات بارہ بجے کے بعد سنسان ہو جاتی تھی۔

قبرستان کے قریب پہنچ کر زرغام نے گاڑی روک لی۔ وہ گاڑی سے اترا، اس نے پینٹ شرٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی سے کالا شاپر نکالا اور وہ شاپر لے کر قبرستان میں داخل ہو گیا۔
قبرستان کے شروع میں ہی ایک مدھم سی لائٹ لگی تھی جو قبرستان کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے کافی نہیں تھی۔

زرغام نے سیاہ شاپر سے ٹارچ نکالی اس نے ٹارچ آن کی اور شاپر سے سیاہ چوغہ نکال لیا۔ اس نے شاپر زمین پر رکھا اور سیاہ چوغہ پہن لیا۔ چوغے کی کمر کی طرف ایک ٹوپی سی لٹک رہی تھی جسے اس نے اپنے سر پر پہن لیا۔
سیاہ گاؤن کے ساتھ لگی ہوئی اس ٹوپی نے نہ صرف اس کا سر چھپا دیا بلکہ اس کی آنکھوں تک لٹکنے لگی۔ وہ ٹارچ کی دھیمی سی روشنی کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا۔

یہ قبرستان کئی سو سال پرانا تھا کئی سو سال پرانی قبریں نیست و نابود ہو چکی تھی اور ان میں نئے مردے بھی دفنائے جا چکے تھے۔۔۔ ان کئی سو سال پرانے مردوں کی روحیں اب بھی اس قبرستان میں بھٹک

رہی تھیں۔ وہ خاص نظریں جوان روحوں کو دیکھ سکیں عام انسانوں کے پاس نہیں تھیں مگر زرغام جیسا شیطان اپنی طاقت اپنے علوم اور تجربے کی بنیاد پر اپنے آس پاس بھٹکنے والی روحوں کو محسوس کر سکتا تھا۔ بظاہر محسوس ہونے والے سناٹے میں کتنی آہ و بکا کتنی چیخیں اور کیسی کیسی دل سوز آوازیں زرغام کی قوت سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔

وہ بے خوف مختلف قبروں پر ٹارچ کی روشنی ڈالتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کچھ قبریں انتہائی خستہ حال تھیں جن میں پڑے ہوئے انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے صاف دکھائی دے رہے تھے

زرغام ایک ایسی ہی خستہ حال قبر کے قریب رک گیا اس نے سیاہ شاپر سے ایک روئی کی بنی ہوئی گڑیا نکالی اور زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا۔ اسنے کھرپے کی مدد سے خستہ حال قبر کے پاس تھوڑی سی زمین کھودی اور اس گڑیا کو زمین میں اس طرح دفن کیا کہ اس کا سر باہر رہ گیا باقی دھڑ مٹی میں دفن ہوگیا۔ اس نے لوہے کی ایک پن لی اور اس گڑیا کے ماتھے پر گھسیڑ دی۔ اس عمل کے بعد وہ آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنے لگا کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں۔ اس نے گڑیا پر پھونکا اور اس کے اون سے بنے ہوئے بالوں کو آپس میں گرہ لگا دی۔ اور پھر بھیانک انداز سے مسکراتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔ وہ تیز قدم پھلانگتا ہوا قبرستان سے باہر نکلنے لگا جیسے اس خاص عمل کے بعد قبرستان سے باہر نکلنے کا وقت اس کے پاس بہت کم ہے۔ اس نے کئی قبروں کو اپنے پیروں تلے روند دیا۔ وہ برقی سرعت سے قبرستان سے باہر نکلا اور پھر اپنی گاڑی میں سوار ہو کے جلد از جلد اس علاقے سے باہر نکل گیا۔

رخسانہ اور توقیر نے صبح اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی اور پھر وہ دونوں چہل قدمی کے لیے نکل گئے۔ وینا کی منگنی میں ہونے والے واقعے کی خبر ان دونوں تک بھی پہنچ گئی تھی۔ وہ واک کرتے ہوئے اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔

''جو کچھ مجھے ایمن نے بتایا وہ سب کیسے ہو سکتا ہے۔'' رخسانہ نے توقیر سے پوچھا۔ توقیر جوگنگ کرتا ہوا ایک لحظہ کے لیے ٹھہر گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

KashifRao

''کبھی کبھی خدشات ہمارے شعور پر حاوی ہو جاتے ہیں اور ہمیں وہی کچھ دکھائی دیتا ہے جس سے ہم ڈرتے ہیں۔ وینا کو ڈر تھا کہ وہ کبھی فواد کی جیون ساتھی نہ بنے کیونکہ وہ فواد کو پسند ہی نہیں کرتی تھی اس کا خدشہ فواد بن کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور ایمن کی دیرینہ خواہش کہ فواد اس کا خریدا ہوا جوڑا پہنے حقیقت کا روپ دھار گئی۔ یہ سب سائیکالوجی ہے اور کچھ بھی نہیں۔''

رخسانہ نے توقیر کی طرف گہری نظر سے دیکھا ''کتنی آسانی سے تم نے ان سب کو انسانی نفسیات کا نام دے دیا۔ دل دماغ جسم یہ سب جس کے بغیر بے معنی ہیں وہ ہے روح۔ جسے ربّ گوشت کے اس پتلے میں پھونکتا ہے۔ روح جو جسم کے مردہ ہوتے ہی احساسات جذبات شعور سب کچھ ساتھ لے جاتی ہے۔ کیا تم روح کی حقیقت کو جھٹلا سکتے ہو۔''

توقیر بھی خاموشی سے رخسانہ کی ساری بات سن رہا تھا دھیرے سے بولا۔ ''تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ فواد مر چکا ہے کیا ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ ہماری حوریہ۔۔۔'' ابھی توقیر پوری بات نہ کہہ پایا تھا کہ رخسانہ اس

کے کندھے سے لگ کر رونے لگی "ایک سال ہوگیا ان چاروں کو لاپتہ ہوئے ہم کیا سمجھیں کہ وہ زندہ ہیں یا مردہ۔"

توقیر نے اس کے شانے پر اپنی باہیں دراز کرلیں۔ "اس طرح کے خدشات اپنے ذہن میں مت لاؤ۔ میرا دل نہیں مانتا مجھے لگتا ہے کہ ایک دن حوریہ اچانک ہمارے سامنے آجائے گی۔"

وہ دونوں دھیرے دھیرے چلتے ہوئے گھر آ گئے توقیر آفس جانے کی تیاری کرنے لگا اور رخسانہ اس کے لیے ناشتہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئی۔ توقیر پھرتی سے تیار ہوکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ "بیگم جلدی ناشتہ لاؤ دیر ہو رہی ہے۔"

رخسانہ نے سینڈوچ میکر کا بٹن آف کیا اور سینڈوچ نکال کر ٹرے میں رکھے اور ساتھ میں چائے کے دو کپ بھی ٹرے میں رکھ لیے وہ توقیر کے قریب آئی اور ناشتہ سرو کرنے لگی۔

اس دوران توقیر کے موبائل کی رنگ ہوئی۔ سکرین پر انسپکٹر کا نمبر دیکھ کر توقیر نے موبائل کان سے لگایا۔ "جی انسپکٹر صاحب!"

انسپکٹر کی بات سن کر توقیر جہاں تھا وہیں جیسے منجمد ہوگیا۔ چند ساعتوں کے لیے جیسے وہ پلکیں جھپکنا ہی بھول گیا۔ وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا "ہم بس ابھی پہنچتے ہیں۔"

توقیر کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر رخسانہ بھی گھبرا گئی "کیا ہوا؟ کس سے بات کر رہے تھے؟"
توقیر کے چہرے پر خوشی اور پریشانی کے یکجا تاثرات تھے مگر الفاظ جیسے اس کی زبان پر ہی اٹک گئے تھے وہ بمشکل بولا "حوریہ مل گئی ہے مگر وہ شفا ہسپتال میں ہے۔ وہ بیہوشی کی حالت میں ملی تھی اور ابھی تک بیہوش ہے۔ انسپکٹر کے پاس حوریہ کی تصویر تھی اس لیے انہوں نے اس کی شناخت کر لی۔ وہی حوریہ کو ہسپتال لے کر گئے ہیں۔"

"میری حوریہ مل گئی ہے۔" رخسانہ کی آنکھیں بھیگ گئیں مارے خوشی کے وہ اپنا دل تھام کے بیٹھ گئی۔ دونوں میاں بیوی جلد از جلد گھر سے نکل کر شفاء ہاسپٹل پہنچ گئے۔

دونوں روم نمبر 46 میں پہنچے تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا کہ حوریہ ان کے سامنے بیڈ پر لیٹی ہے۔ وہ دونوں دھیرے دھیرے چلتے ہوئے حوریہ کے بستر کے قریب آ گئے حوریہ ابھی تک بیہوش تھی۔ اس کے معصوم سے چہرے پر بے شمار خراشیں تھیں۔ رخسانہ تو بے خودی میں بیٹی سے لپٹ گئی۔ توقیر بیٹی کا ہاتھ تھامے اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکا۔

لیڈی ڈاکٹر نے رخسانہ کے شانے پر ہاتھ رکھا "پلیز۔۔۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر چلے جائیں۔ میں آپ کے احساسات سمجھ سکتی ہوں مگر آپ کی بیٹی کا ٹریٹمنٹ ابھی پورا نہیں ہوا۔

ابھی تک ان کو ہوش نہیں آیا یہ خطرے سے باہر نہیں ہے۔ آپ باہر بیٹھ کر دعا کریں۔ جو نہی ان کو ہوش آیا ہم آپ کو بلا لیں گے۔ ‘‘ انسپکٹر بھی توقیر اور رخسانہ کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔

’’آپ کو حوریہ کہاں ملی اور اس کی یہ حالت۔ ۔ ۔ ‘‘ توقیر نے پوچھا۔

انسپکٹر نے لمبا سانس کھینچا۔ ’’صبح صبح ہی قبرستان کے گورکن نے مجھے اطلاع دی کہ قبرستان میں کوئی لڑکی بیہوش پڑی ہے۔ اطلاع ملتے ہی میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ قبرستان پہنچا۔ حوریہ چند خستہ قبروں کے قریب بیہوش زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ سوائے سر کے حوریہ کا سارا جسم گیلے گارے سے لت پت تھا۔ بالکل ایسے جیسے گیلی مٹی کے کسی گڑھے سے نکلی ہو۔ اس کے سر کے سامنے پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ہم نے اسے بمشکل ہسپتال پہنچایا۔ نرسوں نے اس کے جسم کو صاف کیا اور اسے دوسرے کپڑے پہنائے۔ حوریہ کو ہوش آ جائے تو یہ سب علم ہو جائے گا کہ اسے اس حالت تک کس نے پہنچایا ہے۔ ‘‘

رخسانہ ہاتھ میں تسبیح تھامے اوپر کی طرف دیکھنے لگی ’’کس ظالم نے میری بیٹی کو اس حال تک پہنچایا ہے۔ خدا اسے نہیں چھوڑے گا۔ ‘‘

توقیر نے رخسانہ کی طرف دیکھا۔ ’’بس دعا کرو کہ ہماری بیٹی کو ہوش آ جائے۔ ‘‘

دونوں میاں بیوی تسبیح پڑھنے لگے اور دعائیں مانگتے رہے تھوڑی دیر کے بعد ایمرجنسی روم سے نرس باہر آئی اور توقیر سے مخاطب ہوئی ''حوریہ کو ہوش آگیا ہے۔ آپ لوگ اس سے مل سکتے ہیں۔''

توقیر اور رخسانہ کمرے میں چلے گئے۔ انسپکٹر بھی ان دونوں کے ساتھ کمرے میں چلا گیا۔ حوریہ نے آنکھیں کھولی ہوئی تھیں۔ لیڈی ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے رخسانہ کی طرف دیکھا ''اب آپ کی بیٹی خطرے سے باہر ہے۔''

رخسانہ اور توقیر حوریہ کے بیڈ کے قریب آ گئے۔ حوریہ نے انجان سی نظروں سے اپنے والدین کی طرف دیکھا اور پھر کوئی تاثر دیئے بغیر لیڈی ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگی ''میں کہاں ہوں؟ اور یہ لوگ کون ہیں؟''

لیڈی ڈاکٹر نے توقیر اور رخسانہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''تم ان لوگوں کو نہیں جانتی۔۔۔''

حوریہ نے ایک بار اجنبیت سے دونوں کی طرف دیکھا ''میں نے ان کو پہلی بار دیکھا ہے۔'' رخسانہ کچھ کہنے لگی تو لیڈی ڈاکٹر نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اسنے ان سب کو اپنے ساتھ باہر آنے کو کہا کہ وہ کمرے سے باہر آ گئے۔

''ڈاکٹر صاحبہ! حوریہ ہمیں کیوں نہیں پہچان رہی۔'' رخسانہ نے پوچھا۔

ڈاکٹر کچھ دیر خاموش رہی پھر گویا ہوئی ''ہم نہیں جانتے کہ حوریہ کن حالات سے گزری ہے۔ مجھے لگ رہا ہے کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ مگر یہ بات میں وثوق سے نہیں کہہ سکتی پہلے کچھ ٹیسٹ لینے ہوں گے۔ ایک بات تو مجھے آپ لوگوں کو سمجھانی ہے وہ یہ ہے کہ جب تک یہ بات ثابت نہیں ہو جاتی کہ حوریہ اپنی یادداشت کھو بیٹھی ہے۔ آپ لوگوں نے اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش نہیں کرنی۔ اس کے ذہن پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو۔ ایک بار ٹیسٹ ہو جائیں رپورٹ آجائے پھر آپ کو سمجھاؤں گی کہ اسے کیسے ٹریٹ کرنا ہے۔''

پھر وہ انسپکٹر سے مخاطب ہوئی۔ ''آپ اسے ایک ذہنی مریض کی طرح سمجھیں اس لیے ابھی اس سے کوئی سوال جواب مت کریں۔ آپ کی تفتیش ہمارے علاج میں رکاوٹ پیدا کرے گی۔ مہربانی فرما کر آپ حوری کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرلیں۔''

لیڈی ڈاکٹر کی بات سن کر انسپکٹر توقیر سے مخاطب ہوا ''ٹھیک ہے میں جاتا ہوں آپ حوریہ کے ٹیسٹ وغیرہ کروالیں پھر اسے صورت حال سے آگاہ کر دیجئے گا۔''

''میں آپ سے رابطہ رکھوں گا۔ آپ کی بڑی مہربانی جو آپ نے حوریہ کو ہسپتال تک پہنچایا۔''

''یہ تو میرا فرض تھا'' یہ کہہ کر انسپکٹر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے چلا گیا۔ ایک دو روز میں حوریہ کے ٹیسٹ کی رپورٹ بھی آگئی۔ توقیر اور رخسانہ لیڈی ڈاکٹر کے آفس میں آئے۔

''آجائیں بیٹھیں۔۔۔''

پھر وہ رپورٹس ان کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی ''حوریہ کی ذہنی حالت بالکل ٹھیک ہے۔ اس کا یہ برتاؤ تشویشناک ہے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں۔ شاید اس کی یہ حالت عارضی ہو۔ کچھ روز آپ کے ساتھ گزارنے کے بعد اسے شاید سب یاد آجائے۔ اس لیے یہ بہتر ہوگا کہ اسے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے پھر اسے اپنے ساتھ گھر لے جائیں۔ کسی قسم کی Complications ہو تو آپ مجھ سے رابطہ کریں میں کچھ دوائیاں لکھ رہی ہوں یہ آپ اسے باقاعدگی سے دیں۔''

توقیر نے ادویات کی پرچی لیتے ہوئے کہا ''ہم ماضی کی کچھ باتیں دہرا کے اسے اپنی زندگی یاد دلانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔''

ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلایا ''جی بالکل اسے اس کی پسند ناپسند میں ایسا ماحول بنائیں کہ جس سے اسے کچھ یاد آئے۔''

توقیر اور رخسانہ، حوریہ کو لے کر گھر آ گئے حوریہ کو رخسانہ اس کے کمرے میں لے کر آئی حوریہ اپنے کمرے کے در و دیوار کو انجان نظروں سے دیکھتی آگے بڑھ رہی تھی گویا اس کے لیے کمرے کی ہر چیز نئی تھی

رخسانہ نے اسے اس کے بیڈ پر بٹھایا۔ ''تم آرام کرو، میں تمہارے لیے کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔'' رخسانہ حوریہ کے لیے کچھ کھانے کے لیے لینے چلی گئی۔ توقیر، حوریہ کے پاس آیا۔ بیٹی کو اپنے گھر دیکھ کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

وہ حوریہ کے قریب بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ''میرے گھر کی خوشیاں لوٹ آئی ہیں تم نہیں جانتی کہ تمہارے بغیر ایک سال ہم نے کیسے گزارا کیسے کیسے خدشات دل میں لے کر ہم انگاروں پر چلتے رہے۔ تم ہماری اکلوتی بیٹی ہو۔ تمہیں آہستہ آہستہ سب یاد آجائے گا۔''

حوریہ جذبات سے عاری سرد آنکھوں سے توقیر کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے توقیر کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ''جب یاد آئے گا تب دیکھا جائے گا۔ ابھی یہ زبردستی کی محبت مجھ پر مسلط نہ کریں۔'' توقیر سکتے کی سی کیفیت میں کھڑا ہو گیا۔ ایک بار تو دل نے یہ کہا کہ یہ لڑکی اس کی حوریہ نہیں ہو سکتی۔ پھر لیڈی ڈاکٹر کی بات یاد آئی کہ حوریہ کو ایک ذہنی مریض کی طرح ٹریٹ کریں۔ اس نے خود کو سنبھالا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد رخسانہ اس کے لیے کچھ کھانے کے لیے لے آئی۔

رخسانہ نے ٹرے میں کچھ پھل اور سوپ رکھا ہوا تھا۔ رخسانہ نے پھل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیئے اور سوپ لے کر حوریہ کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے چمچ میں سوپ لیا اور حوریہ کے منہ کے قریب لے کر آئی۔

حوریہ نے اپنے ہاتھ سے چمچ پیچھے کر دیا ''پلیز آنٹی مجھے بچے کی طرح ڈیل مت کریں۔ آپ یہ سوپ رکھ کے چلی جائیں میں پی لوں گی۔ ''آنٹی کا لفظ سن کر رخسانہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''ٹھیک ہے بیٹی! میرے ہاتھ سے سوپ نہیں پینا نہ پیو مگر مجھے آنٹی مت کہو میں تمہاری ماہوں۔'' رخسانہ نے انتہائی پیار سے کہا۔

''سوری! کوشش کروں گی یہ غلطی دوبارہ نہ ہو۔'' حوریہ نے آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

رخسانہ نے اس کے سر پر پیار دیا اور کمرے سے باہر آگئی۔

حوریہ کے ملنے کی خبر نے وشاء، فواد اور خیام کے گھر والوں میں افراتفری کا ماحول پیدا کر دیا۔ امید کی ایک لہر نے ان کے دلوں میں ہلچل مچا دی۔ مگر اس خبر نے انہیں ایک بار پھر اداس کر دیا کہ حوریہ اپنی یادداشت کھو چکی ہے۔ وہ سب حوریہ سے ملنا چاہتے تھے مگر توقیر اور رخسانہ نے انہیں کہا تھا کہ جب حوریہ گھر آجائے گی اس وقت وہ اس سے مل لیں۔

اتوار کے روز ظفر، وقار احمد، ایمن، زبیر اور ماہین رخسانہ کے گھر آئے۔ توقیر نے ان سب کو مہمان خانہ میں بٹھایا۔ رخسانہ ان سب سے ملی اور پھر کچن میں جا کے چائے کے اہتمام میں مصروف ہوگئی۔ رخسانہ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ دیکھنے میں بھی کافی چست لگ رہی تھی۔

ایمن نے توقیر کی طرف دیکھا ''توقیر بھائی! بیٹی کے آتے ہی رخسانہ کیسے کھل اٹھی ہے۔ اولاد میں تو جان پھنسی ہوتی ہے ہمارے لیے بھی دعا کریں کہ ہماری اذیتیں بھی تم ہو جائیں۔''

توقیر احمد نے پر امید لہجے میں کہا ''کیوں نہیں بہن! خدا کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ جس طرح ہماری حوریہ لوٹ آئی ہے اسی طرح خیام، وشاء اور فواد بھی لوٹ آئیں گے۔ حوریہ کے زندہ سلامت ملنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ تینوں بھی کہیں روپوش ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ خود ہی گھر نہ آنا چاہتے ہوں یا کہیں پھنسے ہوئے ہوں کچھ بھی ہوسکتا ہے ہمیں اپنی تلاش جاری رکھنی چاہیئے۔''

ظفر جو سر جھکائے خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا، تھکے تھکے لہجے میں بولا ''خدا کا شکر ہے کہ حوریہ آپ کو زندہ سلامت مل گئی۔ میرے من میں طرح طرح کے خدشات جیسے پھن پھیلائے بیٹھے ہیں جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے امید بھی ٹوٹتی جا رہی ہے۔''

ظفر کی اس بات پر زبیر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا ''مایوسی کی باتیں مت کرو۔ ڈاکٹر نے امید دلائی ہے کہ حوریہ کی یادداشت بہت جلد واپس آسکتی ہے کیونکہ اس کی ذہنی حالت نارمل ہے۔ اس کی یہ حالت کسی حادثے کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ جونہی حوریہ کی یادداشت واپس آئے گی تو وہ بتا سکتی ہے کہ اس کے دوست فواد، خیام اور وشاء کہاں ہیں۔ امید کی اس کرن نے ہم سب میں حوصلہ پیدا کر دیا ہے۔''

ماہین نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا ''حوریہ سے اسکے کمرے میں مل لیتے ہیں۔''

توقیر فوراً کھڑا ہوگیا 'آپ ادھر ہی بیٹھیں، حوریہ کو میں بلا کے لاتا ہوں۔''

توقیر کے جانے کے ساتھ ہی رخسانہ چائے لے کر آگئی اس نے سب کو چائے پیش کی۔ ایمن نے رخسانہ کا ہاتھ پکڑکر اپنے پاس بٹھالیا ''چھوڑو یہ تکلفات ادھر ہمارے پاس بیٹھو، بیٹی کی واپس مبارک ہو، یہ سب تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔''

رخسانہ نے مسکراتے ہوئے ایمن کی طرف دیکھا۔ ''خدا کا فضل ہے میں خوش تو بہت ہوں مگر۔۔۔''

''مگر کیا۔۔۔؟'' ایمن نے پوچھا۔

اتنی دیر میں حوریہ توقیر کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ حوریہ کو سب تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس نے انتہائی سادہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا بڑے دوپٹے کے ساتھ اس نے سکارف سے اپنے سر کو اس

طرح ڈھانپا ہوا تھا کہ اس کا ایک بھی بال نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے انتہائی احترام سے سب کو سلام کیا اور ایمن اور ماہین کے پاس بیٹھ گئی۔

ایمن اور ماہین نے آنکھوں آنکھوں میں رخسانہ کو اشارتاً کہا کہ حوریہ کی شخصیت تو بالکل بدل گئی ہے۔ حوریہ وہ حوریہ نہیں رہی اس کا یہ روپ بالکل نیا ہے۔ رخسانہ نے اسے سب سے ملوایا اور اسے اس کے دوستوں کے بارے میں بھی بتایا مگر وہ ہر بات سے انجان تھی۔ وہ انتہائی شائستگی سے سب سے باتیں کرتی رہی پھر جونہی عصر کا وقت ہوا وہ نماز کے لیے وہاں سے چلی گئی۔

ایمن نے حیرت میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "حوریہ کو تو کچھ بھی یاد نہیں اس کے ذہن مین تو اس کے اپنوں کی دوستوں کی دھندلی تصویریں بھی نہیں ہیں۔ اس کی یادداشت گم ہوگئی ہے یہ تو مانتے ہیں مگر حوریہ کی شخصیت میں یہ بدلاؤ کیسے۔۔۔"

رخسانہ کی پیشانی پہ سوچ کی لکیریں نمایاں ہوگئیں۔ وہ تذبذب کی سی کیفیت میں بولی "میں خود بہت الجھی ہوئی ہوں۔ حوریہ کا یہ روپ میں خود آج پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔ میرے اور توقیر کے ساتھ حوریہ کا برتاؤ ناقابل برداشت تھا۔ وہ جب سے گھر آئی ہے کچھی کھچی سی ہے۔ بات بات پر غصہ کرنا، کمرے میں تنہا بند رہنا اور آج اس طرح ایک دم بدل جانا۔ جو کچھ حوریہ کو پسند تھا اسے وہ سب پسند نہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے چہرہ حوریہ کا ہے اور وہ کوئی اور ہے۔"

توقیر جو ظفر کے ساتھ بیٹھا تھا، رخسانہ سے مخاطب ہوا ''تم جانتی ہو نا کہ حوریہ اس وقت ایک ذہنی مریض ہے جب تک وہ مکمل ٹھیک نہیں ہو جاتی تم اس کی عادات واطوار اس کی حرکات کا اتنا نوٹس مت لو۔ ٹھیک ہے اس پر نظر رکھو مگر خود پریشان مت ہوا سے ذہنی مریض کی طرح ڈیل کرو کہ ہمیں اس کا علاج کرنا ہے۔ ڈاکٹر نے کیا کہا تھا ذہن میں رکھو۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ حوریہ کو اب ادویات کی ضرورت نہیں اسے ہماری ضرورت ہے۔ اسے وہ واقعات یاد دلائیں جو اس کی زندگی میں اہم تھے۔ ان مقامات پر اسے لے جایا جائے جو اسے پسند تھے۔''

ماہین، توقیر کی طرف متوجہ ہوئی ''میرے خیال میں اسے اس کی یونیورسٹی کو بھی Visit کروانا چاہیئے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ رخسانہ نے بتایا تھا کہ چھٹیوں میں وہ پہاڑی علاقوں میں جانے کی ضد کرتی تھی۔''

رخسانہ نے بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو ہلایا ''پہاڑی علاقوں سے وحشت ہونے لگی ہے اس حادثہ کے بعد۔۔۔''

توقیر نے رخسانہ کی بات کاٹ دی۔ ''میرے خیال میں ماہین ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم اس حادثہ کو بھول جاؤ۔ پہاڑی علاقے میں جانے سے حوریہ کو اچھا ماحول بھی ملے گا اور اس کا دل بھی خوش ہو جائے گا۔''

''اگر اس نے پھر کوئی ایسی ویسی حرکت کر دی تو۔۔۔'' رخسانہ نے پریشانی سے بھنویں سکیڑتے ہوئے کہا۔

ایمن نے رخسانہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا ''وہم نہ کرو ہم میں سے کوئی تم لوگوں کے ساتھ چلا جائے گا تم حوریہ کو تنہا مت چھوڑنا۔''

ظفر نے ایمن کی بات سنتے ہی توقیر کا کندھا تھپتھپایا۔ ''یار تم پروگرام بناؤ میں اور ماریہ تمہارے ساتھ چلیں گے۔''

توقیر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''چلو پھر ٹھیک ہے پروگرام بناتے ہیں باقی رہی میری بیگم کی بات تو اسے میں منا لوں گا۔''

ماہین جو کافی دیر سے خاموش بیٹھی تھی بولی ''حوریہ کی صحت کے ساتھ ہماری بھی امیدیں جڑی ہیں ہمیں بھی اپنے بچوں کا پتہ چل جائے کہ وہ کہاں ہیں کس حال میں ہیں۔''

رخسانہ نے اسے حوصلہ دیا ''ہمت رکھو جس طرح خدا نے ہم پر کرم کیا ہے اسی طرح وہ تمہیں بھی تمہارے بیٹے سے ضرور ملوائے گا۔ پھر میں تمہارے گھر آؤں گی مبارکباد دینے۔''

ماہین نے سر جھکائے مایوسی بھرے لہجے میں کہا ''خدا کرے کہ ایسا ہو۔''

توقیر نے ڈاکٹر سے حوریہ کو پہاڑی علاقے میں لے جانے کی اجازت لی۔ ظفر اور ماریہ کے ساتھ ساحل نے بھی ان کے ساتھ پہاڑی علاقے میں جانے کا پروگرام بنا لیا۔ توقیر اور رخسانہ نے جمعہ کی صبح روانہ ہونے کا ارادہ کیا
ساری پیکنگ رخسانہ نے رات کو ہی کر لی۔ حوریہ نے کوئی خاص خوشی کا اظہار نہ کیا۔ رخسانہ کے کہنے پر اس نے بھی پیکنگ شروع کر دی۔ رخسانہ کپڑے اٹیچی کیس میں رکھتے ہوئے توقیر سے مخاطب ہوئی۔ ''میں نے حوریہ سے کہا تھا کہ مجھے اپنے کپڑے نکال کے دے دو میں اٹیچی کیس میں رکھ لوں گی مگر وہ کہتی ہے کہ وہ اپنا بیگ الگ لے کر جائے گی۔''

''ٹھیک ہے اسے اس کی مرضی کرنے دو، کسی بھی معاملے میں اسے مجبور مت کرو۔'' توقیر نے ریموٹ سے ٹی وی آن کرتے ہوئے کہا۔

''دیکھ کر تو آؤں کہ کیا کیا رکھ رہی ہے۔'' رخسانہ اٹیچی کیس کھلا چھوڑ کر حوریہ کے کمرے میں چلی گئی۔
حوریہ بیگ میں کپڑے رکھنے میں مصروف تھی۔

رخسانہ اس کے قریب آئی تو اس نے حیرت سے بیگ میں رکھے ہوئے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کپڑے اٹھا کے سارے کپڑے چیک کرنے لگی ''یہ کیا حوریہ! اسکرٹس اور پینٹ شرٹس، تم نے تو کہا تھا کہ یہ سارے کپڑے اٹھا کر باہر پھینک دیں، میں اس طرح کے کپڑے نہیں پہنچتی، تمہارے لیے میں نے بوتیک سے سادے مبلوسات منگوائے۔''

حوریہ تیز ترار آواز میں بولی 'کون سے سادے ملبوسات، میں تو سکرٹس اور پینٹ شرٹ ہیی پہنتی ہوں۔''

رخسانہ کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی ''تم نے پانچ مختلف رنگوں کے سکارف منگوائے تھے جو تم دوپٹے کے ساتھ اوڑھتی تھی۔''

حوریہ دونوں ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے چڑ کر بولی ''WhatRubish میں اور سکارف اوڑھوں گی۔''

''حوریہ تمہاری مرضی۔۔۔بس اتنا بتا دو کہ میری مدد کی ضرورت ہے۔'' رخسانہ نے بات ختم کرنے کی کوشش کی۔

حوریہ نے ہینگر سے کپڑے اتارتے ہوئے کہا ''آپ اپنی اور پاپا کی پیکنگ کریں میں اپنی ضرورت کی تمام چیزیں رکھ لوں گی۔''

یہ سن کر رخسانہ خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔ جب حوریہ سو گئی تو رخسانہ نے چپکے سے الماری سے اس کے سارے ملبوسات اٹھا لیے اور اپنے بیگ میں ڈال لیے۔ جمعہ کی صبح ظفر اور ساحل حوریہ کے گھر پہنچ گئے۔ تقریباً سات بجے دونوں گاڑیاں کوٹھی سے باہر نکلیں۔ ایک گاڑی میں توقیر رخسانہ اور حوریہ سوار تھے اور دوسری گاڑی میں ظفر ماریہ اور ساحل سوار تھے۔

پر خطر اور پر مزہ پانچ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ لوگ مری پہنچ گئے۔ انہوں نے ہوٹل میں کمرہ لینے کے بجائے نتھیا گلی میں دو فلیٹ دو ہفتے کے لیے رینٹ پر لے لیے۔ ان دونوں فلیٹس میں ہر طرح کی سہولت موجود تھی۔ سب سے اچھی بات تو یہ تھی کہ یہ دونوں فلیٹس بلند ترین چوٹی پر تھے جہاں سے نیچے کے مناظر بہت خوبصورت دکھائی دیتے تھے۔

دونوں فیملیز اپنا اپنا سامان اٹھائے اپنے اپنے فلیٹس میں چلی گئیں۔ دوپہر کا کھانا تو انہوں نے ہوٹل سے کھا لیا تھا۔ ماریہ اور رخسانہ نے اپنے اپنے کچن میں چائے بنائی اور سب باہر لان میں دراز ہو گئے۔ پھولوں سے سجے اس لان میں تین جگہ چھ چھ کرسیوں کے سیٹ رکھے گئے تھے۔ لان کے چاروں طرف لوہے کی خوبصورت گرل تھی۔ جہاں سے اطراف کے نظارے دیکھے جا سکتے تھے۔

نشیبی پہاڑوں پر خوبصورت آبادی تو یوں دکھائی دیتی تھی جیسے ہم ہیلی کاپٹر سے آسمان کی بلندیوں سے نیچے جھانک رہے ہیں۔ ان پہاڑی علاقوں میں ان کے بعد دیکھنے والی آنکھ سے لے کر ذہن میں

بکھری سوچوں کا انداز یکسر بدل جاتا ہے۔ کبھی ہم اپنے کھوئے ہوئے وجود کو پالیتے ہیں اور کبھی اپنے موجود وجود کو ہی کہیں کھو دیتے ہیں۔

معاشرتی مسائل کی ہمارے گرد بڑی بڑی سلاخیں ان بادلوں میں کہیں غائب ہو جاتی ہیں اور ہم کسی مست پنچھی کی طرح ان بادلوں کے قریب قریب اڑنے لگتے ہیں۔ ظفر نے مسکراتے ہوئے توقیر کی طرف دیکھا ''یار یہ دو دو کچن کا مزہ نہیں ہے ہم ایک ہی جگہ پکاتے اور مل کر کھاتے ہیں۔''

رخسانہ نے توقیر کی جگہ جواب دیا۔ ''ظفر بھائی! بے شک دو کچن ہوں ہم ہی کھائیں پیئں گے۔''

رخسانہ کی اس بات پر سب کھکھلا کے ہنس پڑے۔ مگر حوریہ سب باتوں سے بے نیاز خاموشی سے چائے پی رہی تھی۔

ساحل ہاتھ میں چائے کا کپ لیے خاموشی سے حوریہ کی طرف مسلسل دیکھ رہا تھا۔ وشاء کی سہیلی ہونے کی وجہ سے وہ حوریہ سے کوئی بار ملا تھا مگر جس حوریہ کو وہ اب دیکھ رہا تھا وہ حوریہ جیسے کوئی اور تھی۔

حوریہ اپنے والدین اور دوسروں کی باتوں سے بور سی ہو کر وہاں سے اٹھ گئی اور اپنی چائے لے کر گرل کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ جہاں سے ارد گرد کا نظارہ بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ ساحل بھی حوریہ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ ساحل نے ارد گرد کے نظاروں کی ٹھنڈک جیسے اپنی آنکھوں میں بھر لی۔

’ان خوبصورت نظاروں کو دیکھ کر سفر کی ساری تھکان دور ہو جاتی ہے۔‘‘

حوریہ نے طنزیہ نگاہوں سے ساحل کی طرف دیکھا ’’دلفریب نظارے تو حساس لوگوں کو متاثر کرتے ہیں پتھروں نے ان کی دلکشی کو کب سے محسوس کرنا شروع کر دیا۔‘‘

ساحل نے سوالیہ نظروں سے حوریہ کی طرف دیکھا ’’ایسا کیوں کہہ رہی ہو۔۔‘‘

حوریہ نے ہنستے ہوئے بات گول کر دی ’’مذاق کر رہی ہوں۔ میں تو کسی کے بارے میں بھی نہیں جانتی۔ اچھا ہی ہوا میری یادداشت چلی گئی۔ میری زندگی میں یاد رکھنے کے لیے کچھ اچھا تھا ہی نہیں۔‘‘

چند لمحوں کے لیے تو ساحل کو یوں لگا کہ حوریہ بالکل ٹھیک ہے وہ سب کو بیوقوف بنا رہی ہے۔ ساحل نے حوریہ سے کہا ’’کاش تم مجھے وشاء کے بارے میں بتا سکتی۔‘‘

حوریہ نے ایک بار پھر ساحل کو تمسخرانہ انداز میں دیکھا ’’تھوڑا سا تو میں بتا سکتی ہوں وشاء کے بارے میں۔‘‘

کیا۔۔۔بتاؤ۔۔۔" ساحل تذبذب سی کیفیت میں بولا۔

حوریہ تصورانہ انداز میں آنکھوں کو فضا میں گھمانے لگی۔ "وہ بہت مزے میں ہے پہلے سے خوبصورت ہے۔ اس کے پروں میں اتنے خوبصورت رنگ ہیں کہ انسان ان میں کھوجاتا ہے۔ تم بھی بچ کر رہنا نظر آنے والے خوبصورت رنگ کب خون کے رنگ میں بدل جاتے ہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔"

ساحل من ہی من میں سوچنے لگا۔ "آنٹی ٹھیک کہتی ہیں حوریہ کی دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ دل میں ایک امید جاگی تھی مگر یہ تو میرے جذبات کا مذاق اڑا رہی ہے۔"

حوریہ نے ساحل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ "میں تمہارے جذبات کا مذاق نہیں اڑا رہی سچ کہہ رہی ہوں۔"

ساحل کے تو جیسے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ "حوریہ نے اس کا ذہن کیسے پڑھ لیا۔"

ظفر بھی اٹھ کر ساحل کے قریب آگیا۔ "بھئی کیا باتیں ہو رہی ہیں۔"

حوریہ کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے چلی گئی۔ ساحل بھی سکتے کی سی کیفیت میں خاموش کھڑا تھا۔ ظفر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا "تم سے بات کر رہا ہوں کہاں کھو گئے ہو۔"

ساحل نے ظفر کی طرف دیکھا "انکل حوریہ میں کچھ ایسا ہے جو ہم سمجھ نہیں پا رہے۔"

کیا مطلب۔۔۔؟"

''وہ ہم سے کچھ چھپا رہی ہے. جس طرح کی باتیں اس نے مجھ سے کیں مجھے لگتا ہے کہ کوئی بہت بڑا راز ہے۔''

''ایسا کیا کہہ دیا حوریہ نے ۔ ۔ ۔''ظفر نے پوچھا ساحل نے ظفر کو ساری بات بتائی اور بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے لگا۔

ان کے فلیٹ کے ساتھ والے فلیٹ کے قریب ایک گاڑی کھڑی تھی۔ ایک لڑکا اور لڑکی اس میں اپنا سامان نکال رہے تھے۔ شاید وہ نوبیاہتا جوڑا تھا۔ دبلی پتلی لڑکی نے ان کی طرف دیکھا تو مسکرا دی۔ رخسانہ اور ماریہ نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ سے ہلیو کا اشارہ کیا اور پھر وہ لوگ واک کے لیے نکل گئے۔

''یہ لوگ بھی ہماری طرح آج ہی آئے ہیں۔ ان سے بھی گپ شپ لگائیں گے۔''رخسانہ نے ماریہ سے کہا۔

ظفر کو فوراً موقع مل گیا ''توبہ ہے یہ عورتیں گپیں مارنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔''ماریہ نے فوراً جواب دیا ''اور آپ خواتین کو ٹوکنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔'' توقیر نے ظفر کا ہاتھ کھینچا۔ ''آگے بھی دیکھو یار! کسی کھائی میں نہ گر جانا۔''

سب سے پیچھے رخسانہ اور ماریہ تھیں ان سے آگے ظفر اور توقیر تھے اور سب سے آگے ساحل اور حوریہ تھی۔ اب سڑک پر چڑھائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا سب کا سانس پھولنے لگا تھا۔ قریب ہی درختوں کے وہ ٹھہر گئے۔

''تھوڑا سا اور آگے جائیں گے اور پھر واپس چلیں گے کیونکہ اندھیرا ہو جائے گا۔ کل صبح ان شاء اللہ اپنی اپنی گاڑیوں پر سیر کے لیے نکلیں گے۔ جو کچھ ساتھ لے کر جانا ہے میرا مطلب ہے کھانے پینے کی اشیاء کی تیاری رات کو ہی کر لینا۔ ''توقیر نے رخسانہ سے کہا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سب دوبارہ واک کے لیے چل پڑے اور جب واپس فلیٹ تک پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔

''ماریہ! ہم دونوں نئے پڑوسیوں سے مل کر آتے ہیں۔ ''رخسانہ نے ماریہ سے کہا۔

ماریہ نے حوریہ سے پوچھا۔ ''تم آؤ گی ہمارے ساتھ؟''

''نہیں میرا موڈ نہیں۔ ''حوریہ نے جواب دیا۔ ماریہ اور رخسانہ دروازے سے باہر جانے لگیں تو ساحل ان کی طرف بڑھا۔

''میں بھی آپ کے چلتا ہوں'' وہ تینوں ساتھ والے فلیٹ میں گئے تو دونوں میاں بیوی ان کی آمد پر خوش ہوئے۔

''میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ ''وہ تینوں ساتھ والے فلیٹ مس گئے تو دونوں میاں بیوی ان کی آمد پر خوش ہوئے۔

وہ سب لیونگ روم میں بیٹھ گئے ماریہ نے لڑکی سے پوچھا "کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام مہک ہے اور یہ میرے شوہر تابش ہیں۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ماریہ بھی مہک سے مخاطب ہوئی "کتنا عرصہ ہوا ہے شادی کو؟"

"چار ماہ ہوئے ہیں۔ آپ سب آپس میں رشتہ دار ہیں؟" مہک نے پوچھا۔

ماریہ نے رخسانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ان کے شوہر توقیر اور میرے شوہر ظفر آپس میں گہرے دوست ہیں اور ساحل میری نند کا بیٹا ہے۔" ساحل اور تابش بھی کافی دیر اچھی گپ شپ میں مصروف رہے۔

"کل کا کیا پروگرام ہے۔" ساحل نے تابش سے پوچھا۔

"کل کا ہمارا بھوربن کا پروگرام ہے آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ ہی چلیں۔" تابش نے کہا۔

"کل کا تو ہمارا ادھر مری میں ہی سیر کا پروگرام ہے۔ پرسوں سوچیں گے کہ کہاں جائیں۔" یہ کہہ کر ساحل نے جانے کی اجازت مانگی۔ وہ تینوں واپس اپنے فلیٹ میں آ گئے۔

صبح جب رخسانہ توقیر اور دوسرے لوگ لان میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے تو مہک اور تابش ان کے سامنے اپنی گاڑی روانہ ہوئے۔ مہک نے ہاتھ کے خدا حافظ کا اشارہ کیا۔ ظفر نے ماریہ سے کہا ''جلدی جلدی اپنے کام نبٹاؤ ہم بھی نکلتے ہیں۔''

ماریہ اٹھ کر برتن سمیٹنے لگی ''ہم سب تو تیار ہیں بس یہ برتن کچن میں رکھ دوں۔''

رخسانہ بھی ماریہ کی مدد کرنے لگی۔ ظفر نے ترچھی نظر سے حوریہ کی طرف دیکھا جو سب کی باتوں سے بے نیاز موبائل میں مصروف تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سب بھی سیر و تفریح کے لیے نکل گئے۔ آسمان پر سرمئی رنگ کے گھنے بادل چھا گئے تھے جس سے موسم مزید خوشگوار ہو گیا تھا۔

پہاڑوں کے نشیب و فراز پر بادلوں کو چھوتے چیڑ کے درخت بہت خوبصورت دکھائی دے رہے تھے ظفر اور توقیر نے مناسب جگہ دیکھ کر گاڑیاں پارک کیں اور کھانے پینے کی ہلکی پھلکی اشیاء لے کر گاڑیوں سے اتر گئے۔

''آگے گاڑیوں کا راستہ نہیں ہے پیدل چلتے ہیں آگے کے مناظر دیکھنے والے ہیں۔'' ظفر نے کہا۔

ظفر نے اپنا ہینڈی کیم ساحل کو دیا۔ ساحل نے اپنے ہاتھ پر ہینڈی کیم کی پوزیشن کو سیٹ کیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے پہاڑی پھولوں سے ہار اور تاج بنا بنا کر سیاحوں کو بیچ رہے تھے۔ ساحل نے مسکرا کر ان بچوں کی طرف دیکھا اور ان کی ویڈیو بنانے لگا۔

''بابو جی یہ ہار خریدو گے۔'' پٹھان بچہ ساحل کی طرف بڑھا۔

ساحل نے کچھ پیسے بچے کو دیئے اور اس سے پھولوں کا ہار لے لیا۔ جیسے ہی ساحل نے پھولوں کو چھوا، وشاء کا چہرہ اس کی نگاہوں میں جھلملا گیا۔ وہ مسکرائی تو پھولوں نے اس کا لمس محسوس کر لیا۔ اس نے پھولوں کو اپنے چہرے سے لگایا تو حوریہ کے ہنسنے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''جب کوئی تمہارے قریب ہوتا ہے تو اسے زخم دیتے ہو اذیت دیتے ہو اور جب وہ دور چلا جاتا ہے تو اس کی یاد میں جھوٹے ٹسوے بہاتے ہو۔''

ساحل اور حوریہ چڑھائی پر کھڑے تھے جس کے ساتھ ہی گہری کھائیاں تھیں۔ ساحل، حوریہ کی باتوں میں محو اس کی طرف بڑھنے لگا تو گول پتھروں پر سے اس کا پاؤں پھسل گیا۔ حوریہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے اوپر کھینچ لیا، وہ ایک بار پھر تضحیک آمیز انداز میں مسکرائی

''میں تمہیں نہ تھامتی تو تم سیدھے نیچے کھائی میں گرتے تمہاری چیخیں نکل جاتیں تم بہت بزدل ہو کبھی کھائی میں چھلانگ مار کر دیکھو یوں لگتا ہے جیسے کمر سے پیراشوٹ باندھ کر ہیلی کاپٹر سے چھلانگ لگا دی ہو۔''

سنسناہٹ کا ایک جھٹکا ساحل کے وجود سے گزر گیا۔ وہ حوریہ سے کچھ کہنے لگا تو رخسانہ حوریہ کا ہاتھ پکڑتے اسے اپنے ساتھ لے گئی۔

آسمان پر سرمئی بادلوں کی تہیں گہری ہوتی جا رہی تھیں تھوڑی ہی دیر میں ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔

لوگ اس ہلکی ہلکی بارش سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ تھوڑے فاصلے پر نیشنل پارک تھا جہاں بہت سی فیملیز اپنے بچوں کو لے کر آئی ہوئی تھیں۔ پارک میں تفریح کے لیے بہت کچھ تھا۔ سوئمنگ پول، جھولے، طرح طرح کے کھانوں کے سٹال گو کہ وہاں ہر طرح کی تفریح میسر تھی۔

پارک کی لوکیشن بھی خوب تھی۔ منزل در منزل یہ پارک پہاڑوں کی تین تہوں پر مشتمل تھا ظفر اور توقیر کی فیملیز بھی اس پارک میں آ گئیں۔

ساحل نے رخسانہ اور ماریہ کو چھیڑا۔ ''آپ جھولے نہیں لیں گی۔''

رخسانہ نے حوریہ کی طرف دیکھا ''تم اور حوریہ کیوں نہیں لیتے، حوریہ کو تو جھولے بہت پسند ہیں۔''

ساحل نے حوریہ سے پوچھا ''چلو آؤ ڈریگن پر بیٹھتے ہیں۔''

حوریہ نے منہ بسور کے جواب دیا۔ ''مجھے جھولے پسند نہیں ہیں۔''

رخسانہ اس کی طرف حیرت سے دیکھتی ہی رہ گئی ''کتنی بدل گئی ہے حوریہ۔۔۔''

ماریہ نے رخسانہ کے شانے پہ ہاتھ رکھا ''موسم کو انجوائے کرتے ہیں وہ سامنے بیٹھ کر چائے پیتے ہیں ساتھ میں گرم گرم پکوڑے بھی لیتے ہیں۔''

'چلو۔۔۔ادھر ہی چلتے ہیں۔'' رخسانہ نے کہا۔

میز کرسیوں کے درمیان میں بڑی سی چھتری آویزاں تھی۔ وہ سب ادھر ہی بیٹھ گئے۔ ساحل پکوڑے اور چائے کا آرڈر دینے چلا گیا۔

''مما میں ذرا واش روم سے ہو کر آتی ہوں۔'' حوریہ نے رخسانہ سے کہا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ساحل چائے اور پکوڑے لے کر آگیا۔ سب نے گرما گرم پکوڑے کھائے تو توقیر نے حوریہ کے بارے میں پوچھا ''حوریہ کہاں ہے پکوڑے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔''

رخسانہ نے پکوڑا اٹھاتے ہوئے کہا ''وہ واش روم میں گئی ہے۔''

''اچھا ہوتا اگر وہ نئے پڑوسی بھی ہمارے ساتھ ہی آجاتے۔''ظفر نے کہا۔

''آپ تابش اور مہک کی بات کر رہے ہیں؟ انہوں نے بھوربن جانا تھا ابھی تک تو نہیں پہنچے ہوں گے۔''

ساحل کی بات سن کر ظفر نے کہا ''وہ ہم سے کافی پہلے نکلے تھے وہ بھوربن پہنچ گئے ہوں گے۔''

ظفر کا خیال درست تھا۔ تابش اور مہک بھوربن کے دلفریب نظاروں کا مزہ لوٹ رہے تھے۔ اپنی گاڑی مناسب جگہ پارک کر کے وہ دونوں لونگ ٹریک پر چل پڑے۔ بھوربن میں بارش نہیں تھی مگر بادل جیسے سیاحوں کا تعاقب کر رہے تھے۔

''مہک میرا کیمرہ دو، میں تمہاری تصویر بناتا ہوں۔''تابش نے مہک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

مہک نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا ''اوہ۔۔۔وہ تو گاڑی میں ہی رہ گیا ہے۔

''اوہ شٹ۔۔۔اتنے مشکل راستے سے ہم اوپر تک آئے ہیں۔ اب پھر گاڑی تک جائیں۔''

''چھوڑو خیر ہے۔''

''نہیں کیمرے کے بغیر کیا مزہ تم ایسا کرو ادھر ہی بیٹھو کہیں مت جانا۔ میں کیمرہ لے کر آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر تابش کیمرہ لینے چلا گیا۔

دو درخت اس طرح ملے ہوئے تھے کہ بینچ کی شکل بن گئی تھی۔ مہک وہاں بیٹھ گئی، اسی جگہ تابش اس کی تصویر بنانا چاہتا تھا۔ بڑے بڑے پہاڑوں کے نشیب و فراز میں لگے لمبے لمبے درختوں نے سورج کی روشنی لینے کے لیے جیسے پہاڑوں سے بغاوت کر دی تھی۔ ان کی جڑیں تو پہاڑوں میں تھیں مگر ان کے تنے مختلف اشکال میں پہاڑوں سے دور نکل گئے تھے۔

تابش پہاڑ کے غیر ہموار حصوں کو پھلانگتا ہوا تیزی سے نیچے اتر رہا تھا۔ کافی راستہ اسی طرح کا تھا پھر ہموار سڑک آ گئی۔ اب اسے اپنی گاڑی سامنے دکھائی دے رہی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھنے لگا کہ اچانک ایک دل کو چھو جانے والی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے۔

وہ سحر انگیز اور خوبصورت آواز کسی لڑکی کی تھی جو کچھ اس طرح سر میں گا رہی تھی کہ تابش کے دل کی دھڑکنوں میں کھلبلی مچ گئی تھی وہ گا رہی تھی کس زبان میں گا رہی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مگر کوئی ایسا سحر تھا کہ تابش سب کچھ بھول کے اس آواز کی سمت کی طرف بے اختیار بڑھنے لگا۔

اس آواز کی سمت بڑھتا ہوا وہ کسی اور جانب نکل گیا۔ چیڑ کے درختوں سے بھرا پہاڑ کا یہ حصہ بالکل ویران تھا۔ تابش آواز کے پیچھے بھاگتا رہا پھر ایک جگہ اس کے قدم رک گئے۔ گانا گانے والی لڑکی سامنے درخت کے ساتھ دوسری طرف منہ کیے کھڑی تھی۔ اس نے سفید جالی والا فراک پہنا ہوا تھا۔ اس نے تابش کی موجودگی کو محسوس کر لیا اور خاموش ہو گئی۔

تابش اس کے قریب آیا ''آپ خاموش کیوں ہو گئیں گاتی رہیں۔''

لڑکی نے تابش کی طرف چہرہ کیا۔ تابش حیرت سے بولا ''آپ تو حوریہ ہیں نا، آپ یہاں کیسے؟''

ابھی تابش نے یہ سوال ہی کیا تھا کہ حوریہ کا چہرہ یک دم بدل گیا۔ اس کے نقوش حوریہ کے ہی تھے مگر اس کے چہرے کی رنگت میں نیلاہٹ آ گئی۔ ہونٹ سیاہی مائل ہو گئے۔ آنکھیں زندگی کی رونق سے بے نیاز ہو گئیں۔ وہ کسی خستہ حال مردے کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔

موسم بھی ایک ساعت میں ہی بدل گیا۔ تیز آندھی کے جھکڑ میں دراز قد درخت ادھر ادھر جھولنے لگے۔ تابش کو اس بھونچال میں عجیب عجیب سی بھیانک آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ الٹے قدموں سے حوریہ سے پیچھے ہٹنے لگا۔

حوریہ نے وہی گانا گانا شروع کیا جو تابش کے لیے مسحور کن تھا مگر اب اسی گانے کے بول تابش کے جسم پر خنجر کی طرح وار کر رہے تھے۔ وہ اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ کے اذیت سے چلانے لگا۔

''بند کردو یہ آواز۔۔۔''

وہ آواز اس کے کانوں کو چیرتی ہوئی اس کی شریانوں کو کاٹنے لگی۔ اس کے کانوں سے خون بہنے لگا۔ تابش کے نہ پہنچنے پر مہک بھی اسے ڈھونڈنے نکل گئی تھی۔ اس نے گاڑی کے پاس جا کے دیکھا کہ تابش وہاں نہیں ہے۔ وہ آگے جانے کے بجائے اسی راستے کی طرف چل پڑی جہاں تابش گیا تھا۔ ایک عجیب سا احساس اسے اس راستے کی طرف لے گیا۔

ایک انجانے سے خوف سے اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ تابش کو پکارنے لگی۔ ''تابش کہاں ہو تم۔۔۔''

وہ آگے بڑھتی رہی مگر اسے دور دور تک تابش دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ معاً اسے تابش کی کرب آمیز چیخ سنائی دی۔ وہ دیوانہ وار دوڑتی ہوئی اس جگہ جا پہنچی جہاں تابش زندگی اور موت کے بیچ تڑپ رہا تھا۔ اس نے تابش کو اپنی باہوں کے حصار میں لے لیا۔

تابش کا پورا وجود خون میں لت پت تھا۔ ''تابش! یہ تمہیں کیا ہو گیا۔'' مہک پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ وہ تابش کو کھینچنے کی کوشش کرنے لگی۔

''میں تمہیں اس طرح مرنے نہیں دوں گی۔'' تابش اسے خود سے دور کر رہا تھا۔

''مجھے بچانے کی کوشش مت کرو میرے پاس وقت نہیں ہے ادھر بدروح کا راج ہے وہ تمہاری جان بھی لے لے گی تم یہاں سے بھاگ جاؤ''

مہک نے سہمی سہمی نظروں سے اوپر دیکھا تو اس کے سامنے کوئی لڑکی تھی جس کا جسم ہوائی تھا اور وہ ہوا میں معلق تھی۔ مہک نے اس کے بگڑے ہوئے چہرے میں حوریہ کا چہرہ ڈھونڈ لیا۔ کانپتے لبوں سے بولی ''حوریہ۔۔۔''

حوریہ کا نام لینا ہی اس کی موت کی وجہ بن گیا۔ تابش کو خون کی الٹی آئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مہک کو چھوڑ کے چلا گیا۔

حوریہ نے مہک کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔ کسی سیاح کو ان دونوں کی نعشیں ملیں تو اس نے لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔ ادھر رخسانہ اور توقیر پارک میں حوریہ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ ساحل، ظفر اور ماریہ بھی حوریہ کو ڈھونڈ رہے تھے۔ ابھی وہ اسے پارک میں ہی ڈھونڈ رہے تھے کیونکہ منزل در منزل پارک کافی بڑا تھا۔ کافی دیر تک وہ واش روم سے نہ آنے پر جب رخسانہ نے واش رومز چیک کیے تو حوریہ وہاں نہیں تھی سب اپنا کھانا پینا چھوڑ کر پریشانی کے عالم میں حوریہ کی تلاش میں نکل گئے تھے۔ کسی گھنی باڑ کے قریب کھڑی ہو کے رخسانہ چلانے لگی۔ ''توقیر ادھر آؤ۔۔۔''

توقیر دوڑتا ہوا رخسانہ کی طرف بڑھا۔ گھنی باڑ کے قریب کیاری میں حوریہ بیہوش پڑی تھی۔ توقیر نے حوریہ کو کیاری سے باہر نکالا اور اس کے منہ پہ پانی کے چھینٹے مارے۔ اس نے دھیرے سے سر ہلایا۔ پھر توقیر نے اس کی ناک اپنے ہاتھ سے بند کردی۔ سانس میں گھٹن ہوتے ہی اس نے منہ کھول کر تیز سانس لیا جس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

توقیر نے ساحل کو فون کیا اور حوریہ کے بارے میں بتایا۔ ساحل، ظفر اور ماریہ بھی ادھر ہی آ گئے۔ انہوں نے حوریہ کو جوس پلایا۔ وہ حوریہ کو لے کر اسی ٹیبل پر بیٹھ گئے جہاں وہ پہلے بیٹھے تھے۔ تابش اور مہک کے سامان کی تلاشی لی جارہی تھی جس سے ان کے وارثوں کا کچھ علم ہو سکے۔ ساحل نے تابش کو اپنا کارڈ دیا تھا جس میں اس کا موبائل نمبر بھی تھا۔ ایک شخص نے ساحل کو موبائل نمبر ملایا۔ اس نے ساحل کو ساری بات بتائی۔ ساحل کا سر چکرا کے رہ گیا۔

ساحل نے کہا ''ہم ابھی پہنچتے ہیں۔''

''کیا بات ہے تم اس قدر پریشان کیوں ہو اور کہاں جانے کی بات کر رہے ہو۔'' ظفر نے پوچھا۔

ساحل نے انہیں اشارہ کیا اور حوریہ سے دور چلا گیا۔ ظفر اٹھ کر اسکے پاس چلا گیا۔ توقیر اور ماریہ نے ساحل کو اس طرح پریشان دیکھا تو وہ بھی اس کے پاس چلے گئے۔

توقیر نے ساحل کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ''کیا بات ہے۔''

ساحل نے جبیں پیمائی کرتے ہوئے سر کو بے چینی سے ادھر ادھر ہلایا۔ ''تابش اور مہک کا قتل ہو گیا ہے۔''

سب کی سانسیں ان کے حلق میں ہی اٹک کے رہ گئیں ''مگر کیسے۔۔۔'' رخسانہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

''ابھی یہ بتانے کا وقت ہیں ہے تم حوریہ کو لے کر فلیٹ پہنچو اور رخسانہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں اور ساحل بھوربن کی طرف نکلتے ہیں۔'' ظفر نے کہا خوشی دل سوز غم میں بدل گئی۔

توقیر خواتین کو لے کر وہاں سے نکل گیا۔ ظفر اور ساحل بھوربن کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ جائے حادثہ پر پہنچے تو تابش اور ملک کی خون میں لت پت لاشیں دیکھ کر ان کے دل بھینچ کے رہ گئے۔ ان کی آنکھیں یہ کربناک نظارہ دیکھ نہ پا رہی تھیں۔ پولیس نے نعشوں کو اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے بھاری بھر کم آواز میں پوچھا۔ ''آپ ان کے کون ہیں؟''

''ہم ان کے رشتے دار نہیں ہیں۔ ان کا اور ہمارا تعلق بس اتنا ہے کہ ہم اور یہ کل ایک ہی دن نتھیا گلی کے فلیٹس میں شفٹ ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کی میتوں کو ان کے فلیٹ میں لے جایا جائے۔ فلیٹ کے مالک سے ان کے ایڈریس کا علم ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے۔ ان کے گھر والوں کے پہنچنے کے بعد ہی آپ قانونی کاروائی کیجیے گا۔''

ظفر کی بات سن کر انسپکٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''دیکھتے ہیں فی الحال تو میتوں کو ان کی رہائش گاہ تک پہنچانے کا بندوبست کرتے ہیں اگر ان کے ورثاء، جلدی پہنچ گئے تو ٹھیک ہے ورنہ لاشیں پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دی جائیں گی۔''

ظفر اور ساحل دل کو مضبوط کر کے لاشوں کے قریب بیٹھ گئے۔ ساحل کی پیشانی پہ شکنیں ابھر آئیں اس نے ابروئیں سیکڑتے ہوئے ظفر کی طرف دیکھا۔ دونوں کی ناک اور کان سے خون بہہ رہا ہے اور منہ سے یقیناً انہیں خون کی الٹی آئی ہے۔ ان کا جسم خون میں لت پت خون کے بہہ جانے سے ہوا ہے

ظفر نے مہک کی لاش کی طرف بطور بغور دیکھا ''مگر دونوں کا ایک ہی طریقے سے مرنا پھر ان کے چہرے دیکھو، اندازہ ہو رہا ہے کہ ان کی موت بھیانک ترین طریقے سے ہوئی ہے۔''

انسپکٹر نے ظفر کی بات کاٹ دی۔ ''وہ تو پوسٹ مارٹم رپورٹ سے پتہ چل جائے گا کہ موت کیسے ہوئی ہے۔''

پھر انسپکٹر نے لاشوں کو ان کے فلیٹ تک پہنچانے کا بندوبست کیا۔

ظفر نے فلیٹ کے مالک سے تابش اور مہک کے گھر والوں کا پتہ معلوم کیا اور پھر انہیں سارے معاملے سے آگاہ کیا۔ تابش اور مہک کی لاشیں ان کے فلیٹ تک پہنچائی دی گئیں

حوریہ کے علاوہ سب ساحل، ظفر، توقیر اور ماریہ رخسانہ ان کے فلیٹ میں ہی تھے۔ جو فلیٹ پیار بھری مسکراہٹوں سے مہک رہا تھا اب وہاں سسکیوں کی سرسراہٹیں تھیں۔ تابش اور مہک کے گھر والوں کے پہنچنے پر پورا فلیٹ درد میں ڈوبی ہوئی چیخ و پکار سے گونج اٹھا۔

رخسانہ ساحل کے پاس آئی ''حوریہ فلیٹ میں بالکل اکیلی ہے۔ تم میرے ساتھ چلو، توقیر اور ظفر ادھر ہی ٹھہر جائیں گے۔''

ساحل ظفر کو بتا کر رخسانہ کے ساتھ فلیٹ سے باہر آگیا۔ رخسانہ ساحل سے باتیں کر رہی تھی۔

''ہمارے اردگرد بہت عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں۔ ایمن اور وینا کی عجیب عجیب سی باتیں، وینا کا منگنی کے روز فواد کو دیکھنا۔ ایمن کی الماری سے فواد کا سوٹ غائب ہو جانا اور پھر اسی لباس میں وینا کو فواد کا نظر آنا، وینا کے کہنے کے مطابق فواد سیاہ دھویں کی شکل میں تحلیل ہو گیا۔ وقار نے بھی ہال میں ہوا میں سیاہ دھویں کی بدلی سی دیکھی۔ شمعون اور اس کے دوستوں کا پراسرار انداز میں قتل حوریہ کے دو دو روپ اور اب یہ قتل۔''

''حوریہ کا اس طرح ملنا بھی ایک پراسرار بات ہی ہے۔'' ساحل نے کہا۔

ساحل ظفر کو بتا کر رخسانہ کے ساتھ فلیٹ سے باہر آگیا۔ رخسانہ ساحل سے باتیں کر رہی تھی۔

''ہمارے اردگرد بہت عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں۔ ایمن اور وینا کی عجیب عجیب سی باتیں، وینا کا منگنی کے روز فواد کو دیکھنا۔ ایمن کی الماری سے فواد کا سوٹ غائب ہو جانا اور پھر اسی لباس میں وینا

کو فواد کا نظر آنا، وینا کے کہنے کے مطابق فواد سیاہ دھویں کی شکل میں تحلیل ہو گیا۔ وقار نے بھی ہال میں ہوا میں سیاہ دھویں کی بدلی سی دیکھی۔ شمعون اور اس کے دوستوں کا پراسرار انداز میں قتل حوریہ کے دو دو روپ اور اب یہ قتل۔"

"حوریہ کا اس طرح ملنا بھی ایک پراسرار بات ہی ہے۔" ساحل نے کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔" رخسانہ نے پوچھا۔

"آنٹی آپ میری بات کا برا نہ منانا، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے حوریہ کو سب یاد ہے وہ سب جانتی ہے۔ وہ ہم سب کو بیوقوف بنا رہی ہے۔" ساحل نے بغیر سوچے سمجھے دل کی بات کہہ دی۔ رخسانہ چلتے چلتے رک گئی۔

"ایسا نہیں ہے تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے مگر جو بات میرے مشاہدے میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ حوریہ کے دو روپ ہیں، کبھی ایسا لگتا ہے جیسے کوئی مذہبی، خوش اخلاق سلجھی ہوئی لڑکی اس میں آبستی ہے اور کبھی وہ انتہائی موڈی لڑکی کے روپ میں دکھائی دیتی ہے"

"ان میں سے آپ کی حوریہ کا روپ کون سا ہے۔" ساحل نے پوچھا۔

"میری حوریہ ماڈرن خیالات کی مالک تھی۔ مگر اس کی جدت پسندی نے اسے گمراہ کر دیا تھا۔ میں اس حوریہ میں اپنی حوریہ کو ڈھونڈ رہی ہوں ایک بار حوریہ کی یادداشت واپس آ جائے۔ میں اسے پھر گمراہ ہونے نہیں دوں گی۔"

باتیں کرتے کرتے وہ دونوں اپنے فلیٹ کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا۔ حوریہ باہر لان میں درخت کے قریب کھڑی کسی سے باتیں کر رہی ہے۔ ساحل نے رخسانہ کو خاموش ہرنے کا اشارہ کیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کے آہستہ آہستہ چلتا ہوا انجیر کے درخت کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ رخسانہ بھی اس کے ساتھ درخت کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ حوریہ کی آواز بدلی ہوئی تھی۔ آواز نسوانی ہی تھی مگر تھوڑی موٹی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اور لڑکی بول رہی ہے۔

وہ کسی سے باتیں کرنے میں مشغول تھی جبکہ سامنے کوئی نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ''یہ رونے کی چیخوں کی آوازیں سن رہے ہو۔مجھے یہ آوازیں ترنم جیسی لگتی ہیں میرا ان آوازوں پر رقص کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آج میری طاقت بڑھ گئی ہے۔مجھے اندھیرا بہت پسند ہے دن کی چلچلاتی روشنی میں میرا دم گھٹتا ہے۔ جب سورج غروب ہوتا ہے تو مجھے جیسے نئی سانسیں ملتی ہیں۔ سجے ہوئے کمرے نہیں اچھے لگتے۔مجھے تو رنگ اتری ٹوٹی پھوٹی دیواریں اجڑے ہوئے خالی درکت زنگ آلود دروازے اچھے لگتے ہیں تم بھی تو کچھ کہو فوراً صرف میں ہی بولتے جا رہی ہوں۔''
پھر وہ مسکراتے ہوئے جیسے کسی کی باتیں سننے لگی۔ رخسانہ چکرا کے رہ گئی۔ اس سے پہلے کہ حوریہ پیچھے پلٹ کر دیکھتی۔ ساحل اور رخسانہ وہاں سے دبے پاؤں چلے گئے۔ اندر فلیٹ میں جاتے ہی رخسانہ نے پانی مانگا۔ ساحل نے اسے پانی دیا۔ رخسانہ نے لب تر کیے اور بولی ''ساحل۔۔۔ حوریہ یہ کیسی

باتیں کر رہی تھی۔ اور تم نے سنا اس نے فواد کا نام لیا میں یہ سب باتیں توقیر کو بتاؤں گی تو وہ صرف یہ کہیں گے کہ حوریہ ذہنی مریض ہے۔۔۔۔

ساحل تذبذب سی کیفیت میں ٹہلنے لگا۔ ''انکل توقیر حقیقت سے دور بھاگ رہے ہیں۔ میں ان سے بات کروں گا۔ جو باتیں حوریہ کر رہی تھی ان کے پیچھے کوئی ایسا راز ہے۔جس کے افشاء ہوتے ہی کئی دوسرے رازوں پر سے پردہ ہٹ جائے گا۔ اس وقت سب سے قابل غور بات یہ ہے کہ حوریہ نے فواد کا نام لیا جبکہ وہ کہتی ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں، صرف یہی نہیں اس نے اشاروں میں مجھ سے وشاء کے بارے میں بھی بات کی۔''

رخسانہ نے بے چینی سے ہاتھ ہلایا۔ ''میں کچھ نہیں جانتی توقیر سے بات کرتی ہوں کہ کل صبح ہی واپس چلیں، پہلے تابش اور مہک کے قتل نے اس قدر پریشان کر دیا کہ میری تو طبیعت ہی خراب ہو گئی اوپر سے حوریہ کی باتیں مرا تو سر چکرا گیا ہے۔''
اسی دوران حوریہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے مشکوک نظروں سے رخسانہ اور ساحل کی طرف دیکھا اور پھر خاموشی سے اندر کمرے میں چلی گئی۔ اس نے تابش اور مہک کے قتل کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔ اتنا بڑا حادثہ اس کے لیے غیر اہم تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں ظفر، توقیر اور ماریہ بھی آ گئے۔ ''آپ لوگ تو تدفین و تکفین تک ادھر ہی رکتے۔''

رخسانہ نے توقیر کی طرف دیکھا۔ توقیر نے ٹھنڈی آہ بھری اور صوفے پر براجمان ہوگیا۔ ''پولیس لاشوں کو ان کے لواحقین کے حوالے کرنے پر آمادہ نہیں تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ پوسٹ مارٹم کے بعد لاشوں کو یہیں اسی شہر میں دفنا دیا جائے کیونکہ پوسٹ مارٹم کے بعد لاشوں کی حالت ایسی نہیں ہوگی کہ انہیں دوسرے شہر لے جایا جائے لیکن تابش اور مہک کے لواحقین نے پوسٹ مارٹم کے لیے منع کر دیا۔ وہ نعشوں کو اپنے شہر لے گئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں ان کے شہر میں ہی دفنایا جائے۔ دل ایسا پریشان ہوگیا ہے کہ ایک پل بھی یہاں رکنے کو دل نہیں چاہتا مگر حوریہ کی خاطر ٹھہرنا پڑے گا۔''

رخسانہ نے توقیر کی بات سنی تو اس نے ساحل کی طرف دیکھا اور اسے اشارہ کیا کہ وہ حوریہ کے بارے میں بات کرے۔

ساحل، توقیر اور ظفر کے قریب بیٹھ گیا اور سرگوشی کے انداز میں ساری بات بتائی۔ تھوڑی دیر کے لیے ظفر اور توقیر جیسے سن ہی ہو گئے۔

پھر توقیر ظفر سے مخاطب ہوا۔ ''تم منفی پہلو دیکھ رہے ہو، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس پہاڑی علاقے میں آنے کے بعد حوریہ کو کچھ یاد آنے لگا ہو۔ اگر اس نے وشاء اور فواد کا نام لیا ہے تو یہ تو بہت بڑی پراگریس ہے۔''

ظفر نے توقیر کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا ''میرا خیال ہے کہ تم وہی دیکھ رہے ہو، جو دیکھنا چاہتے ہو تم میں کوئی تلخ حقیقت فیس کرنے کی ہمت ہی نہیں ہے۔ تم نے یہ نہیں سنا کہ حوریہ کس قسم کی باتیں کر رہی تھی۔''

توقیر بلا تامل بولا ''ایسی باتیں وہ اپنی ذہنی حالت کے سبب بھی تو کر سکتی ہے۔''

ظفر نے دائیں ہاتھ کو سیدھا اکڑاتے ہوئے کہا۔ ''تم نے جو سمجھنا ہے سمجھو مگر آج سے حوریہ پر ہماری خاص نظر ہوگی۔ جو واقعات ہمارے اردگرد ہو رہے ہیں جو غیر معمولی اور بھیانک ہیں۔ اگر ہم نے ان کی وجہ معلوم نہیں کی تو اموات کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ تم ابھی اپ سیٹ ہو۔ مناسب وقت دیکھ کر میں تم سے تفصیل سے بات کروں گا اور رہی بات یہاں سے جانے کی تو ابھی ہم یہاں سے نہیں جائیں گے اچھا ہو یا برا، حوریہ نے بولنا تو شروع کیا۔''

توقیر نے ساحل اور ظفر کی طرف خفگی بھرے انداز میں دیکھا۔ ''میں تم دونوں سے کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں کچھ دن اور یہاں رکنا چاہیئے ہمیں اس فلیٹ کو چھوڑ کر کسی ہوٹل میں کمرے لے لینے چاہئیں۔ یہاں رہیں گے تو تابش اور مہک کا خیال آتا رہے گا۔''

''جگہ بدلنے سے کیا ہوگا مجھے تو ہر جگہ موت کی سرسراہٹیں سنائی دیتی ہیں۔'' رخسانہ یہ کہہ کر رونے لگی۔

ساحل اس کے قریب آگیا ''آنٹی ہمت رکھیں انکل توقیر صحیح کہہ رہے ہیں۔ یہ فلیٹس سناٹے میں ہیں ہوٹل کی گہما گہمی میں شاید ہمیں برے خیال نہ آئیں۔ ہمیں حوریہ کو وقت دینا ہوگا ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے بارے میں بتا سکے۔''

وہ سب لوگ مناسب سے ہوٹل میں شفٹ ہو گئے۔ سب نے باہر جانے کا پروگرام بنایا تو رخسانہ نے باہر جانے سے انکار کر دیا۔

''تم لوگوں نے جانا ہے تو چلے جاؤ۔ میں ادھر ہی رہوں گی۔ میرا من نہیں ہے کہیں بھی جانے کو۔''

توقیر نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا ''اگر کمرے میں بند ہو جاؤ گی تو طرح طرح کے خیالات تمہیں ستائیں گے۔ باہر چلتے ہیں ہمیں اپنا ذہن بدلنا چاہیئے اور یہ حوریہ کہاں ہے۔''

''وہ کپڑے بدل رہی ہے۔'' رخسانہ نے کہا۔ کچھ دیر بعد حوریہ ڈریسنگ روم سے نکلی تو سب اسے ایک بار دیکھتے ہی رہ گئے

اس نے قمیص شلوار کے ساتھ بڑا سا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا اور ساتھ حجاب بھی پہنا ہوا تھا۔ اس نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھایا اور انتہائی شائستگی سے گویا ہوئی۔ ''آپ لوگ تیار ہیں تو چلتے ہیں۔''

رخسانہ نے ساحل کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا کہ وہ حوریہ کا یہ روپ بھی دیکھ لے۔ ساحل کی نظروں میں حیرانی تھی اس نے پہلی بار حوریہ کو اس روپ میں دیکھا تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ وہ حوریہ ہے ہی نہیں۔ توقیر نے رخسانہ کو ساتھ جانے کے لیے منا لیا اور وہ سارے سیر و تفریح کے لیے نکل گئے۔

لونگ ٹریک پر چہل قدمی کرتے ہوئے وہ جوڑوں میں تقسیم ہو گئے ان کے پاس ایک دوسرے سے رابطے کے لیے موبائل تھے اس لیے جس کو جو سائیڈ پسند آئی وہ اس طرف نکل گیا۔ ہینڈی کیم ساحل اور حوریہ کے پاس تھا وہ دونوں چڑھائی کی طرف چڑھتے ہوئے کسی پہاڑ پر پہنچ گئے یہاں سے اطراف کا نظارہ بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔

ساحل ہنڈی کیم سے ویڈیو بنا رہا تھا نچلی سڑک پر چلتے ہوئے ظفر نے اسے ہاتھ سے اشارہ دیا۔ ''Takecare''۔

ساحل کیمرہ پیچھے کر کے مسکرا دیا۔ اس نے حوریہ کی طرف دیکھا جو ارد گرد کے نظاروں کی خوبصورتی میں محو تھی۔ ساحل نے کیمرہ اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ لو اپنی پسند کے نظارے کو اس میں محفوظ کر لو۔''

حوریہ کندھے اچکا کر انتہائی معصومیت سے بولی ''مجھے اسے استعمال کرنا نہیں آتا۔''

ساحل نے حیرت سے کہا ''کیا۔۔۔ تم ویڈیو بنانے میں بہت مہارت رکھتی تھی۔۔۔؟''

حوریہ متذبذب سی کیفیت میں گھاس پر بیٹھ گئی۔ ''پتہ نہیں میں کیا تھی اور کیا بن گئی ہوں مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتا۔''

ساحل نے دیکھا کہ حوریہ باتیں کرنے کے موڈ میں ہے تو وہ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ''کبھی ایسا ہوا ہے کہ کوئی چیز یا جگہ دیکھ کر تمہارے ذہن میں دھندلے سے سائے ابھرنے لگے ہوں۔''

حوریہ نے ساحل کی طرف دیکھا۔ ''امی ابو کہتے ہیں کہ میں اپنی یادداشت کھو چکی ہوں مگر میرے ذہن میں کوئی تو ایسا عکس ہو جس سے مجھے لگے کہ یہی میرے ماں باپ ہیں۔''

''تمہیں کون سی چیز اپنی طرف کھینچتی ہے مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری مدد کر سکوں۔''

ساحل کی بات سن کر حوریہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی ''مجھے ایسا لگتا ہے کہ انکل توقیر اور آنٹی رخسانہ میرے والدین نہیں ہیں۔ وہ گھر بھی میرا نہیں ہے۔ مگر مجھے اپنے والدین اپنا گھر صاف صاف یاد کیوں نہیں آتا۔ میں کہیں کوئی لکڑی کٹتے دیکھتی ہوں تو لکڑی کے آرے کا دھندلا سا منظر میرے ذہن میں دکھائی دینے لگتا ہے پھر ایک گاؤں میں کچا سا مکان اس میں ہنسنے اور رونے کی آوازیں اور پھر کلہاڑی سے لکڑی پر ضرب لگانے کی مسلسل آوازیں میرے ذہن میں گونجنے لگتی ہیں۔ میں اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر سر پر تکیہ رکھے اس تکلیف دہ کیفیت سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتی ہوں۔''

حوریہ نے اپنے گھٹنوں پر سر رکھ لیا۔ ساحل نے اس کا ہاتھ تھاما ''تم زیادہ نہ سوچو ادھر آئی ہو تو انجوائے کرو۔ واپس جائیں گے تو ڈاکٹر سے یہ ساری باتیں کریں گے۔''

حوریہ کو سمجھا کے ساحل خود سوچ میں پڑ گیا۔ حوریہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حوریہ کی شخصیت کے دو پہلو اور پھر یہ باتیں ضرور، ان کے پیچھے کوئی بڑا راز ہے۔ ساحل نے حوریہ کی آنکھوں میں جھانکا جن میں وہ سفاکی نہیں تھی جو اکثر حوریہ کی آنکھوں میں نظر آتی تھی۔

''کبھی خود میں اچانک بدلاؤ محسوس کیا ہے۔''

حوریہ نے اپنے خشک لبوں کو تر کیا ''ہاں اچانک ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ آنے لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ میں یکسر بدل گئی ہوں پلیز آپ مجھ سے اور کچھ نہ پوچھیں میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔''

'اوکے۔۔۔آؤ آ گئے چلتے ہیں۔'' ساحل نے حوریہ کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑے ہونے کے لیے سہارا دیا کیونکہ پہاڑ کی سطح غیر ہموار تھی۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ سبحان ہوٹل کے باہر ابھی تک لوگوں کی گہما گہمی تھی۔ ظفر توقیر اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اسی ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ ساحل نے بالائی منزل میں کمرہ لیا تھا۔ اس کی کھڑکی سے باہر کا نظارہ بہت خوبصورت تھا۔

آسمان ٹمٹماتے ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ ساحل کھڑکی کھولے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ان ستاروں کو چھو سکتا ہے اپنی اس ناممکن سی خواہش پر اسے وشاء کا خیال

آگیا۔ باہر کے نظارے اچانک غائب ہو گئے اور اس کی نظروں کے سامنے وشاء کا چہرہ چھا گیا۔
ساحل خود سے باتیں کرنے لگا۔ ''ہماری آنکھوں کے کچھ خواب بس خواب ہی رہتے ہیں کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھارتے۔ ''میں نے وشاء کی خوشی کے لیے اسے ٹھکرایا اور تقدیر نے مجھ سے میری خوشیاں ہی چرالیں۔ حوریہ کی باتیں کوئی راستہ دکھانے کے بجائے ہمیں الجھا دیتی ہیں۔
'کیوں ہمیں کوئی نشان نہیں مل رہا۔ ہمارے اردگرد ہونے والے واقعات کے پیچھے کوئی تلخ حقیقت چھپی ہے۔''

ایسے ہی سوچوں میں کھوئے کھوئے ساحل بستر پر لیٹ گیا۔ اسے کافی تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ جلد ہی وہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی ہوٹل کے بارہ اور مال روڈ پر لوگوں کی گہما گہمی تھی۔ رات میں بھی دن کا سا سماں تھا۔ رنگوں سے بھری ایک خوبصورت تتلی کھڑکی سے اڑتی ہوئی کمرے میں آئی۔
ساحل گہری نیند سو رہا تھا۔ چیڑ کے درختوں سے جنگلی جانوروں کی مہین سی آوازیں مل کر عجیب سا تاثر دے رہی تھیں جیسے وادی نے اپنے سیاہ بال کھولے ستاروں کو آنچل میں سجائے ماتھے پر چاند کی بندیا سجائے اپنی سریلی آواز میں گا رہی ہو۔ خوبصورت تتلی ساحل کے چہرے کے قریب اڑنے لگی پھر اس کی دونوں بھنوؤں کے درمیان میں بیٹھ گئی۔

ساحل نے جھرجھری سی لی مگر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں پھر اس کی آنکھیں کوئی خواب دیکھنے لگیں۔ وہ ایک خوبصورت وادی میں ہے۔ جہاں ہر سو سبزہ ہی سبزہ ہے جو خوبصورت پھولوں سے بھرا ہوا ہے۔ تاحد نظر باغات ہی باغات ہیں۔ اس خوبصورت ماحول میں ساحل کو اپنے علاوہ کوئی دوسرا دکھائی نہیں دے رہا۔ پھر اچانک ہی پازیب کی جھنکار کی آوا اس کی سماعت سے ٹکراتی ہے۔ وہ آواز کی سمت کا تعین کرنے لگتا ہے

پھولوں سے بھری باڑ کے قریب ایک لڑکی دکھائی دیتی ہے۔ ساحل خود کو مالٹے کے درخت کے پیچھے چھپا لیتا ہے اور چوری چوری اسے دیکھنے لگتا ہے۔ وہ لڑکی سفید لباس میں ملبوس تھی اس نے سفید باریک کپڑے کا فراک پہنا ہوا تھا اس نے بڑا سا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا اور نقاب میں تھی اس کے ہاتھ میں چار مختلف رنگوں کے پھول تھے۔ وہ اور پھول ڈھونڈ رہی تھی شاید وہ سات رنگوں کے پھول اکٹھے کرنا چاہتی تھی۔ ساحل کی جانب اس کی پشت تھی۔

پھول ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ سامنے آئی تو ساحل کی دل کی دھڑکنیں جیسے ایک بار رک گئیں۔ یہ وہی آنکھیں تھیں جو خیال بن کر اس کی راتوں میں دیپ کی طرح جلتی تھیں۔

ساحل بے چین ہو گیا اس کے دل میں آیا کہ وہ آگے بڑھ کر اس لڑکی سے بات کرے۔ وہ ایک دو قدم آگے بڑھا تو ایک سحر انگیز نظارے نے اس کے قدم روک دیئے۔ لڑکی نے سات رنگ کے پھول اپنے بالوں میں سجائے اس کے ساتھ ہی کسی جادوئی کرشمے کی طرح اس کا سفید لباس سات رنگ کی

دھاریوں والے ڈیزائن میں بدل گیا۔ اسی ساعت میں تیز ہوا چلنے لگی۔ درختوں کی ٹہنیاں ادھر ادھر جھولنے لگیں۔

لڑکی کا آنچل ہوا میں لہرانے لگا جس سے اس کے چہرے سے نقاب اتر گیا۔ وشاء نے پلٹ کر ساحل کی طرف دیکھا۔۔۔ اس کے چہرے کے تاثرات یک دم بدل گئے۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ساحل کے لیے بے پناہ شکایتیں تھیں۔

اس نے بھاگنا شروع کر دیا۔۔۔ ہوا بہت تیز تھی اس کا آنچل اڑ کر ہوا میں لہرانے لگا۔ ساحل نے بھی اس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔

''وشاء! میری بات تو سنو۔'' مگر وشاء ایک پل بھی رکنا نہیں چاہتی تھی۔ بھاگتے بھاگتے وشاء کا آنچل ساحل کے ہاتھ میں آگیا۔

جیسے ہی ساحل نے اسے تھام آنچل کسی روشنی کی طرح سات رنگوں کی قوس قزح میں تبدیل ہو کے ہوا میں بکھر گیا۔ ساحل نے وشاء کی طرف دیکھا تو اس کا بھی جسم کسی ہوائی وجود کی طرح سات رنگوں کی روشنی میں تحلیل ہو کے ہوا میں بکھر گیا۔

ساحل ہڑبڑا کے نیند سے بیدار ہوگیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جھلملاتے سات رنگوں والی تتلی اپنے خوبصورت پروں کو لہرا رہی تھی اس کے نازک سے پروں میں وہی سات رنگ تھے جو خواب میں ساحل نے وشاء کے لباس میں دیکھے تھے۔

اس کی نگاہیں تتلی کے ساتھ ساتھ حرکت کرنے لگیں۔ تتلی اڑتی ہوئی کھڑکی سے باہر چلی گئی۔ ساحل بے چینی سے کھڑکی کی طرف لپکا۔ تتلی ہوا میں کہیں غائب ہوگئی۔ ایک عجیب سا شائبہ اس کے من کو چھوگیا۔ دل اس طرح دھڑک رہا تھا جیسے کوئی اپنا مل کر بچھڑ گیا ہے۔

ماریہ اور رخسانہ دونوں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں، دوسرے کمرے میں ظفر اور توقیر شطرنج کی بازی کھیل رہے تھے۔ رخسانہ بہت پریشان تھی۔ وہ ماریہ کو حوریہ کے متعلق بتا رہی تھی۔ ’’تم نے وہ ساری باتیں سنی تھیں نا جو میں اور ساحل توقیر کو بتا رہے تھے۔‘‘

’’ہاں۔۔۔میں خود پریشان ہوگئی تھی۔‘‘ ماریہ نے کہا۔

’’توقیر کا خیال ہے کہ حوریہ ذہنی مریضہ ہے مگر میرے ذہن میں عجیب عجیب سے خدشات آتے ہیں۔‘‘ رخسانہ نے کہا۔

ماریہ نے رخسانہ کا ہاتھ تھاما۔ ''تم فی الحال حوریہ پر نظر رکھو۔ ہم چند دن ہی یہاں ہیں۔ واپس جا کے سوچیں گے کہ کیا کیا جائے خود کو پریشان مت کرو۔ میں اب چلتی ہوں ظفر سے بھی کہتی ہوں کہ اب چلیں، بہت تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔''

رخسانہ، ماریہ کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔ ''تم ظفر بھائی سے بات کرو۔۔۔ میں ذرا حوریہ کو دیکھ کر آتی ہوں کہ وہ کیا کر رہی ہے۔'' یہ کہہ کر رخسانہ، حوریہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔

اس کے کے کمرے میں داخل ہوئی تو حوریہ اپنے بستر پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ رخسانہ مسکراتی ہوئی حوریہ کے قریب آئی ''میری بیٹی کیا پڑھ رہی ہے۔''

حوریہ کوئی جواب دیئے بغیر کتاب پڑھنے میں مصروف رہی۔ رخسانہ نے کتاب کی طرف دیکھا تو حیرت سے بولی ''پراسرار ناول۔۔۔ تمہیں تو پراسرار ناول پسند نہیں تھے۔''

حوریہ تمسخزانہ انداز میں مسکرائی۔ پھر اس نے گہری نظر سے رخسانہ کی طرف دیکھا اور مہین سی آواز میں بولی ''تمہاری حوریہ کھو گئی ہے مما! اب اسے کہاں ڈھونڈو گی، زمین میں یا آسمان میں؟''

رخسانہ سر تا پا کانپ کے رہی گئی۔ اس کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا۔ حوریہ نے سہمی ہوئی رخسانہ کی طرف دیکھا۔ ''کیا ہوا کچھ یاد آگیا یہی کہ یہ بات میں نے آپ سے پہلے بھی کہی تھی۔۔۔ ڈر لگ رہا ہے، کیا وہ مردہ لڑکی یاد آگئی۔ میں نے اس مردہ لڑکی کے جسم میں گھس کر آپ سے بات کی تھی۔ تم گوشت کے لوگ ہوتے ہی ناسمجھ ہو تمہیں بات جلدی سمجھ نہیں آتی۔''

رخسانہ الٹے قدموں سے چلتی ہوئی دیوار سے جالگی پھر روتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ ظفر ماریہ اور توقیر ایک ہی کمرے میں بیٹھے تھے۔ ماریہ ظفر سے گیم چھوڑنے کے لیے کہہ رہی تھی۔

''بس تھوڑی دیر اور پھر چلتے ہیں'' ماریہ ظفر کی بات پر وہیں بیٹھ گئی۔ رخسانہ روتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ توقیر اور ظفر کھیل چھوڑ کر اس کی طرف بڑھے۔ وہ انتہائی خوفزدہ اور گھبرائی ہوئی تھی صحیح بول نہ پا رہی تھی ''وہ۔۔۔وہ۔۔۔حوریہ۔۔۔'
''کیا ہوا حوریہ کو۔۔۔'' توقیر نے رخسانہ کو شانوں سے پکڑا۔
اس نے اپنی خوف سے پھٹی پھٹی آنکھیں توقیر کے چہرے پر گاڑدیں۔ ''حوریہ کہہ رہی ہے کہ اس نے مردہ لڑکی کے جسم میں گھس کر مجھ سے بات کی تھی۔''
توقیر جہاں کھڑا تھا وہیں سن ہوگیا۔۔۔کمرے میں خاموشی چھاگئی۔۔۔کمرے میں موجود سبھی لوگوں کے لب سلب ہو گئے جیسے خوف سے سنسناتے ہوئے سائے کمرے میں منڈلانے لگے۔

توقیر نے لمبا سانس کھینچا اور پھر اوپر کی طرف دیکھا ''یا اللہ یہ سب کیا ہے ہمیں راستہ دکھا۔''
ظفر، توقیر کے قریب آیا ''تم پریشان نہ ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔جو بھی حقیقت ہے۔ ہمارے سامنے آجائے گی۔ پھر ہم واپس جاتے ہی کسی عامل سے رجوع کریں گے۔ حوریہ کا مسئلہ سائیکاٹرسٹ کا نہیں ہے۔۔۔اسے عامل کی ضرورت ہے۔''

توقیر خاموش ہوگیا۔۔۔اس بات کے بعد اسے بھی یقین ہونے لگا تھا کہ کوئی ایسا راز ہے جس سے وہ سب غافل ہیں۔

ماریہ اور ظفر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ظفر نے ماریہ سے اپنا رشتہ نہیں توڑا تھا۔ مگر ماریہ کے لیے اس کے دل میں جو رنجش تھی وہ رنجش بھی وہ ختم نہیں کر سکا تھا۔ وہ ماریہ کے وشاء کے ساتھ بدترین سلوک کو کبھی فراموش نہ کر سکا۔ مگر شمعون کی موت کے بعد اس احساس سے کہ اس کو اس کے کیے کی سزا مل گئی ہے اس نے ماریہ سے اپنا سلوک کچھ بہتر کرلیا تھا۔ ماریہ بھی شمعون کی موت کے بعد خاصی بدل گئی تھی۔ اس نے ظفر سے کوئی بار معافی مانگی لیکن ظفر اسے دل سے کبھی معاف نہ کر سکا۔ وہ وشاء کے بارے میں جاننا چاہتا تھا اور ابھی اصل حقیقت پر پردہ پڑا ہوا تھا اس لیے میاں بیوی کے فاصلے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے۔

ماریہ بستر پر دراز ہوگئی اور ظفر صوفے پر اپنا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا

ماریہ کو تھکاوٹ تھی مگر اسے نیند نہیں آرہی تھ۔ ایک عجیب سا خوف اس کے حواس پر طاری تھا۔۔۔بے چینی سے کروٹیں بدلتے بدلتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

ظفر اپنے کام میں مصروف تھا تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ماریہ نیند سے ہڑبڑا کے اٹھ گئی۔ ظفر اپنا لیپ ٹاپ چھوڑ کر جلدی سے اس کی طرف بڑھا "کیا ہوا؟"

ماریہ کا حلق سوکھ رہا تھا۔۔۔ ظفر نے اسے پانی پلایا "کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا ہے۔" ظفر نے پوچھا۔

"ڈراؤنا خواب کیا دیکھنا، پورے ہوش و حواس میں ارد گرد ہونے والے جو خوفناک واقعات دیکھ رہی ہوں بار بار ان کا خیال سونے نہیں دیتا۔ مشکل سے آنکھ لگی تھی تو شمعون کی جلی ہوئی لاش سامنے آ گئی۔"

ظفر نے ٹھنڈی آہ بھری "ہاں۔۔۔ اب تو مجھے بھی دہشت محسوس ہونے لگی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کوئی شیطانی مخلوق ہمارے آس پاس ہے۔ وہ مختلف روپ دھار کر ہم پر حملہ بھی کر رہی ہے مگر ہم کچھ بھی نہیں کر رہے۔"

ماریہ ظفر کے قریب ہو کے بیٹھ گئی۔ "تمہیں یاد ہے جب تابش اور مہک کا قتل ہوا تو حوریہ اس وقت ہمارے ساتھ نہیں تھی وہ اچانک کہیں غائب ہو گئی تھی اور پھر وہ ہمیں بیہوشی کی حالت میں ملی۔ اس وقت تابش اور مہک کے قتل کی خبر بھی ملی۔ میں تو کہتی ہوں، واپس چلتے ہیں اس سے پہلے کہ کوئی اور واقعہ ہو۔ ہمیں فوراً حوریہ کو کسی Exorcist کو دکھانا چاہیئے، مزید دیر نہیں لگانی چاہیئے۔'

ظفر، ماریہ کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ ''بس آپ صبح ہی توقیر بھائی سے بات کریں۔ ہم کل ہی واپس چلتے ہیں۔'' ماریہ نے کہا۔

''ابھی تم سو جاؤ۔ میں کل توقیر سے بات کرتا ہوں۔ شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' ظفر نے کہا۔
ماریہ آنکھیں موند کر لیٹ گئی مگر ظفر، تابش اور مہک کی اموات کے بارے میں سوچتا رہا۔

''مجھے بھی یہ بات غیر معمولی لگی تھی کہ تابش اور مہک کے قتل کے وقت ہی حوریہ ہمارے بیچ نہیں تھی۔'' صبح ہوتے ہی ظفر نے توقیر سے بات کی اور ان سب نے طے کیا کہ دوپہر کے بعد وہ واپسی کے لیے نکل جائیں گے۔
رخسانہ اس فیصلے سے کافی مطمئن تھی۔ وہ اور ماریہ واپسی کے لیے پیکنگ کرنے لگیں۔ پیکنگ کے بعد وہ سب سیر و تفریح کے لیے نکل گئے۔ دوپہر کا کھانا بھی انہوں نے باہر سے ہی کھایا۔۔۔ تقریباً چار بجے وہ واپس ہوٹل پہنچے۔ انہوں نے ہوٹل کا بل ادا کیا اور ساڑھے چار بجے وہ ہوٹل سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔

کسی کے چہرے پر بھی واپس کے لیے اداسی کے تاثرات نہیں تھے۔۔۔ سوائے حوریہ کے۔ وہ سب ایسے تھے جیسے کسی مصیبت سے بری الذمہ ہو رہے ہیں۔ حوریہ تو جیسے خوشی اور غم ہر طرح کے تاثرات سے بے نیاز تھی۔ وہ تو جیسے اپنے آپ میں ہی الجھی رہتی تھی۔

وہ خوبصورت پہاڑوں کی وادی سے گزر رہے تھے۔ ماریہ اور رخسانہ اس طرح سہمی بیٹھی تھیں۔ جیسے ان پہاڑوں پر آسیب بستے ہیں جو کسی وقت ان پر حملہ کر دیں گے۔ دونوں گاڑیاں پہاڑوں کے وسط سے گزر رہی تھیں۔ سانپ جیسی لہریہ سڑک جس نے ایک پہاڑی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا بھول بھلیوں جیسی معلوم ہو رہی تھی۔

توقیر نے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے ڈیک لگا لیا۔ توقیر کی گاڑی آگے تھی اور ظفر کی گاڑی اس سے پیچھے تھی۔ توقیر نے ونڈو سکرین سے باہر جھانکا۔ ''واہ۔۔۔ کیا خوبصورت نظارہ ہے۔ رخسانہ دیکھو کتنی خوبصورت آبشار ہے یہاں کچھ دیر کے لیے اترتے ہیں۔''

رخسانہ نے کھڑکی سے باہر دیکھے بغیر نفی میں سر ہلایا۔ ''ہمیں بس کہیں نہیں رکنا۔''

''جیسا آپ کا حکم۔۔۔'' توقیر گاڑی چلاتا رہا۔ اس نے سائیڈ مرر سے دیکھا کہ ظفر نے آبشار کے قریب گاڑی روک دی۔

اب تو ان کے ساتھ گاڑی روکنا توقیر کی مجبوری تھی۔ اس نے گاڑی ریورس کی اور اپنی گاڑی ان کی گاڑی کے ساتھ ہی پارک کر لی۔ توقیر اور اس کی فیملی گاڑی سے باہر نکلے تو ظفر نے توقیر کی طرف دیکھا ''یار! اتنی پیاری جگہ چھوڑ کر تم آگے بڑھ رہے تھے۔''

’’دل میں تو آیا تھا کہ رک جائیں لیکن جب واپسی کا ارادہ کر لیا ہے تو اس طرح ہمیں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔‘‘ توقیر نے ظفر کے قریب آتے ہوئے کہا۔

ماریہ اور ساحل گاڑی سے باہر نکلے۔ ’کیا بات ہے ان جاذب نظر نظاروں کو کون نظر انداز کر سکتا ہے۔‘‘ یہ کہہ کر ساحل گاڑی سے اپنا ہینڈی کیم نکال کر لے آیا۔

رخسانہ اور حوریہ بھی گاڑی سے باہر آ گئیں۔ رخسانہ نے پہاڑی کی چوٹی تک دیکھا جہاں سے تیز رفتار پانی کے دھارے کٹاؤ دار پتھروں کے نشیب و فراز سے چھن چھن کی آواز سے ٹکراتے ہوئے پورے جوش کے ساتھ گول پتھروں پر برس رہے تھے۔
’قدرت کے کرشمے دیکھو کیسے ان خشک پتھروں سے پانی کے دھارے نکلتے ہیں۔‘‘

ظفر اور توقیر رخسانہ کے قریب آئے۔ ’’یہ پہاڑ کافی پیچھے تک پھیلا ہوا ہے۔ جہاں پہاڑ کے مختلف حصوں سے چھوٹی چھوٹی آبشاریں پھوٹ رہی ہیں۔‘‘

’’رخسانہ نے ساحل اور ماریہ کو پکارا۔ ’’آؤ۔۔۔ پہاڑ کے دوسری طرف چلتے ہیں۔‘‘

ماریہ نے ہاتھ سے نفی کا اشارہ کیا۔ آپ لوگ جائیں، میں اور ساحل ادھر ہی ٹھہریں گے۔‘‘

ساحل جو مووی بناتے ہیں مصروف تھا اس نے بھی کہا ''آنٹی آپ لوگ جائیں ہم کچھ دیر بعد آتے ہیں۔''

ظفر، توقیر، رخسانہ اور حوریہ دوسری جانب چلے گئے۔ ماریہ ساحل سے مخاطب ہوئی۔ ''جاؤ ذرا گاڑی سے موبائل تو لے آؤ۔''

''آپ میرا یہ کیمرہ پکڑیں۔ ویڈیو بن رہی ہے Stop مت کرنا بس اسی ویو پر سیٹ رکھیں۔'' ساحل ماریہ کو کیمرہ تھما کر گاڑی سے موبائل لینے چلا گیا۔ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور موبائل ڈھونڈنے لگا۔

جس جگہ ماریہ نے بتایا تھا وہاں موبائل نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ہاتھ لگنے سے نیچے گر گیا ہو۔ ساحل فرنٹ سیٹ کے نیچے ہاتھ سے موبائل ڈھونڈنے لگا۔ اسی دوران ماریہ کے پاس ایک بچی آئی جو چھ یا سات سال کے لگ بھگ تھی۔ اس نے پٹھانی فراک پہنا ہوا تھا جس پر شیشے جڑے تھے۔

''بیگم صاحبہ! یہ خریدیں گی میری امی نے بڑی محنت سے بنائے ہیں۔''

ماریہ نے کیمرہ سٹاپ کیے بغیر پتھر پر رکھ دیا اور بچی کی چیزیں دیکھنے لگی۔ بچی کی چیزوں کو چھوئے ایک ساعت بھی نہ گزری کہ وہ بچی خوبصورت جوان لڑکی کا روپ دھار گئی۔ ماریہ کے ہاتھ سے صندل کی لکڑی کا پرس چھوٹ گیا، اس کے حلق سے بے اختیار نکلا۔ ''وشاء!''

وشاء سفید لباس میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے اپنے سامنے کے دانت ماریہ کی گردن میں پیوست کر دیئے۔ ماریہ کی کرب ناک چیخیں فضا میں بلند ہوگئیں۔ ساحل تیزی سے گاڑی سے باہر نکلا اور ماریہ کی طرف بڑھا۔

جونہی ماریہ کا خون وشاء کے نوکیلے دانتوں میں لگا وشاء کا سفید لباس سات رنگوں میں بدل گیا۔ ساحل کو دیکھتے ہی وہ لڑکی کسی روح کی طرح ہوا میں اڑی اور سات رنگوں والی خوبصورت تتلی کا روپ دھار گئی۔ ساحل نے یہ منظر تو دیکھا مگر وشاء کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔

اس نے ماریہ کو بانہوں کے حصار میں لے لیا اس نے اوپر دیکھا۔ تتلی، ابھی تک ہوا میں اڑ رہی تھی وہ بالکل ایسی ہی تھی جیسی اسے خواب میں دکھائی دی تھی۔ پھر وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

ماریہ دم توڑ چکی تھی۔ ساحل نے ظفر کو فون کیا وہ سب دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔ سب کے ہوش اڑ گئے۔ رخسانہ چیخ چیخ کر رونے لگی۔۔۔ توقیر نے اسے سنبھالا۔ ظفر سکتے کی سی کیفیت میں ماریہ کی لاش کے قریب بیٹھا تھا۔ پچھتاوے کے احساس سے اس کا سر چکرا رہا تھا کہ کاش ہم یہاں نہ رکتے۔

اس نے ماریہ کے چہرے پر اس کا دوپٹہ ڈال دیا اور سوالیہ نظروں سے ساحل کی طرف دیکھا جو کسی بڑے سے پتھر پر خود بھی پتھر بنا بیٹھا تھا۔

''یہ سب کیسے ہوا ساحل۔۔۔''

ساحل ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے ماریہ کی لاش کے قریب آیا اس نے ماریہ کے چہرے سے دوپٹہ اٹھایا اور اس کے چہرے کو ترچھا کیا۔ ماریہ کی گردن پر وہی وہ دانتوں کے نشان تھے جو شمعون کی لاش پر تھے۔

زرغام اپنے گھر کی چھت پر کھڑا تھا۔ وہ سیدھا کھڑا تھا اس کا چہرہ آسمان کی طرف تھا۔ اس کی کیفیت ایسی تھی جیسے وہ کسی کی بات سن رہا ہو، بظاہر سامنے کوئی نظر آ رہا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک بوڑھا شخص بیٹھا تھا۔ اس کا حلیہ بہت عجیب تھا۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مختلف پتھروں کی انگوٹھیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ گلے میں سیاہ ڈوری کے ساتھ کسی جانور کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں لٹک رہی تھیں۔

زرغام نے ہوا میں ہاتھ لہرا کر کسی کو جانے کا اشارہ کیا پھر اس نے اپنا رخ بوڑھے شخص کی طرف کیا اور فاتحانہ انداز میں دونوں بازو پھیلائے قہقہہ لگایا۔ ''واہ۔۔۔ میری ویمپائرز کے تین خطرناک حملے۔۔۔ اپنی اولاد کو ڈھونڈنے والے والدین اب اپنی زندگیوں کی کھوج میں نکل جائیں کیونکہ زندگیاں تو سمجھو ان کے ہاتھوں سے گئیں۔''

سامنے بیٹھے ہوئے بوڑھے شخص نے اسے اس کی کامیابی پر مبارکباد دی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ تمہاری کٹھ پتلیاں ٹھیک کام کر رہی ہیں۔ ان اموات کے بعد تو ان کی شیطانی طاقت کافی بڑھ گئی ہو گئی۔ تم ان سے وہ کام کیوں نہیں لیتے جن کے لیے تم نے یہ سب کیا ہے۔''

''ان کاموں کا ابھی وقت نہیں آیا، ویسے بھی ایک پریشانی ہے جس میں میں الجھا ہوا ہوں۔''

''وہ کیا۔۔۔؟'' بوڑھے شخص نے پوچھا۔

'خیام۔۔۔'' زرغام اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے فضا کو گھورنے لگا۔

''خیام۔۔۔کیا مطلب؟'' بوڑھے شخص نے پوچھا۔

''میرے گیان کے مطابق فواد، حوریہ، وشاء اور خیام پر میرا عمل کامیابی سے پورا ہوا ہے۔ مگر جب سے میں نے ان چاروں کو اپنی قوتیں استعمال کرنے کا اختیار دیا اس روز سے خیام کا مجھ سے کوئی رابطہ نہیں ہوا۔ میں نے اپنے مؤکلوں کے ذریعے بھی خیام کو تلاش کیا مگر اس کا پتہ نہیں چلا، حیرت کی بات تو یہ ہے کہ میرا عمل بھی اسے ڈھونڈ نہیں پا رہا۔ میں نے اسے یہ روپ دیا اور وہ مجھے ہی بے خبر کر گیا۔''

بوڑھا شخص تمسخرانہ انداز میں ہنسنے لگا۔ ''تم پھر کس بات پر اپنی فتح کا جشن منا رہے ہو۔ کالا علم کرنے والے کا کیا ہوا ایک غلط عمل اسے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ خیام کو ڈھونڈو ورنہ اپنی بربادی کی تیاری رکھو۔ یقیناً اس روز جب تم نے ان چاروں پر عمل کیا تو خیام کے معاملے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہو گی۔ اگر اس کی ڈور تمہارے ہاتھ میں نہیں تو یہ بات بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔''

زرغام بوڑھے شخص کی بات پر مزید پریشان ہو گیا ''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، کالے علوم کی دنیا میں آپ کا تجربہ بہت زیادہ ہے میں آج رات کو چلہ کاٹوں گا۔''

بوڑھا شخص کھڑا ہو گیا ''تمہیں میری مدد کی ضرورت ہو تو بتا دینا اور یاد رکھو ایک ہمزاد کی طاقت کے آگے سینکڑوں آسیب بھی کچھ نہیں تم نے ان چاروں کے ہمزاد مسخر تو کر لیے ہیں لیکن انہیں قابو میں رکھنا بہت مشکل کام ہے۔'' یہ کہہ کر بوڑھے شخص نے اپنا لاکٹ اتار کر زرغام کو پہنا دیا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔

ماریہ کی لاش لے کر ظفر اور توقیر گھر پہنچ گئے تھے۔ ظفر کا بھی گھر ماتم کدہ بن گیا۔ توقیر اور رخسانہ، حوریہ اور ساحل، ظفر کے گھر پر ہی تھے۔ یکے بعد دیگرے اموات کے سلسلے نے ان کے دماغ شل کر دیئے تھے وہ لٹے پٹے بیٹھے تھے جیسے ان کے پاس کچھ بھی نہیں بچا۔ راحت اور ردا ظفر کی ڈھارس بندھا رہی تھیں۔ زبیر اور ماہین بھی پہنچ گئے تھے۔ وینا اور عارفین بھی وہاں موجود تھے۔ سب پر جیسے

سکتہ طاری تھا۔ اس دلخراش حادثہ پر سب کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ آخر رسومات کے بعد توقیر، رخسانہ، حوریہ اور ساحل کے ساتھ ساتھ زبیر اور ماہین بھی رات گئے تک ظفر کے ساتھ ہی رہے۔ تقریباً رات کے دو بجے وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹے، اگلے روز صبح آٹھ بجے انہیں قل کے لیے پھر آنا تھا۔ ساحل اپنے گھر گیا تو ظفر کا ہینڈی کیم اس کے بیگ میں ہی تھا۔

راحت اور ردا ظفر کے گھر ہی تھیں۔ ساحل کپڑے بدلے بغیر بستر پر دراز ہو گیا۔ اس کا دل جتنا شکستہ تھا ذہن اتنا ہی الجھا ہوا تھا۔ واقعات اور حالات نے انہیں کیسے موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔

موت ان کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ ان کے اپنے ان کی آنکھوں کے سامنے لقمہ اجل ہو رہے تھے۔ مگر کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ وار کون کر رہا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہم اپنے دفاع کے لیے لڑیں مگر کس سے اسے ہینڈی کیم کیمرے کا خیال آیا کہ جس وقت وہ موبائل لینے گیا تو اس کا کیمرہ آن تھا جس وقت ماریہ کا قتل ہوا اس وقت وہ کیمرہ بڑے سے پتھر پر پڑا تھا۔

اس خیال کے ساتھ ہی وہ برقی سرعت سے اٹھا اور اپنے کپڑوں کے بیگ سے کیمرہ تلاش کرنے لگا۔ کیمرہ ملتے ہی اس نے کیمرہ آن کیا۔ وہ ویڈیو ڈھونڈی اور ریلے کا بٹن دبایا۔ آبشار کے خوبصورت مناظر کے سامنے ماریہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔

ساحل بہت بے چین تھا وہ خوبصورت مناظر کی ویڈیو فارورڈ کرنے لگا اسے جو دیکھنا تھا وہ ابھی تک اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں آیا تھا۔ پھر کیمرے کی تصویر بری طرح ہلنے لگی۔ ساحل نے وہیں پر بٹن چھوڑ دیا۔ اس کی نظریں کیمرے کی سکرین پر جم گئیں پھر جیسے کیمرہ کسی جگہ گرا اور پھر ماریہ کی طرف کیمرے کا رخ ٹھہر گیا۔

ماریہ خوف سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے فضا کو گھور رہی تھی ساحل کو اس کے آس پاس کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بے چینی سے کسی دوسرے وجود کو ڈھونڈ رہی تھیں اس بچی کو جو ایک جواں لڑکی کا روپ دھار گئی تھی۔ جس نے ماریہ پر حملہ کیا تھا۔ پھر ساحل کی آنکھوں میں ایک ستارہ سا جھلملایا۔ وہ روشنی کا ایک ڈاٹ تھا جو ماریہ کی گردن کے قریب تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ماریہ کی گردن سے خون بہنے لگا اور وہ دھڑام سے زمین پر گر گئی۔

روشنی کا وہ ڈاٹ فضا میں اسی جگہ ادھر ادھر اڑنے لگا جہاں ساحل نے اس تتلی کو پھڑپھڑاتے دیکھا تھا پھر اسی تتلی کی مانند روشنی کا وہ ڈاٹ ہوا میں کہیں غائب ہو گیا۔

ساحل کے پورے جسم سے جھرجھری دوڑ گئی۔ ''اس کا مطلب ہے کہ وہ لڑکی جس نے آنٹی ماریہ پر حملہ کیا اور جو بعد میں تتلی کے روپ میں بدل گئی کوئی عجیب الخلقت ہوائی مخلوق تھی جس کے وجود کو یہ کیمرہ دکھا نہیں پا رہا اور روشنی کا یہ ڈاٹ اس ماوراء وجود کی نشاندہی کر رہا ہے۔''

ساحل نے خود کلامی کرتے ہوئے اپنا سر پکڑ لیا۔ مگر وہ لڑکی تو بالکل اس لڑکی جیسی تھی جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کے بھی سفید فراک میں سات رنگ کی دھاریاں ابھر آئی تھیں مگر وہ لڑکی تو وشاء تھی کیا یہ لڑکی۔۔۔ اپنے اس سوال پر اسے حوریہ کی بات یاد آئی۔ جب میں نے اس سے پوچھا۔ ''کاش تم مجھے وشاء کے بارے میں بتا سکتیں۔''

حوریہ تصورانہ انداز میں آنکھوں کو فضا میں گھماتے ہوئے بولی ''وشاء بہت مزے میں ہے پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔۔۔ اس کے پروں میں اتنے خوبصورت رنگ ہیں کہ انسان ان میں کھو جاتا ہے۔ تم بھی بچ کے رہنا، نظر آنے والے خوبصورت رنگ کب خون کے رنگ میں بدل جاتے ہیں پتہ ہی نہیں چلتا۔''

ساحل کھویا کھویا سا اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا ''میں نے حوریہ کی اس با کو محض مذاق سمجھا مگر اس کی اس بات میں پر اسرار حقیقت پنہاں ہے، حوریہ نہ صرف وشاء کے بارے میں جانتی ہے بلکہ وہ فواد کے بارے میں بھی جانتی ہے۔ یقیناً ان سب کا خیام سے بھی تعلق ہوگا۔ مگر یہ سب وہی ہیں جو لاپتہ ہوئے تھے یہ کس روپ میں ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔''

ساحل سوچ کی بھول بھلیوں میں کھویا جا رہا تھا پھر اچانک اسے کالے جادو کی کتابوں کا خیال آیا جو ان سب کے لاپتہ ہونے کے بعد ان کے کمروں سے ملی تھیں ساحل کی پیشانی پہ پسینہ چمکنے لگا۔ ''اوہ مائی گاڈ! یہ ساری باتیں کسی ناگہانی آفت کا پیش خیمہ ہیں۔'' اس نے جلدی سے ظفر کا نمبر ملایا۔

''انکل آپ انکل توقیر، انکل زبیر، انکل وقار کو لے کر اسی وقت میرے گھر آئیں۔''

ظفر حیرت سے بولا ''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے آدھی سے زیادہ رات گزر گئی ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کن حالات میں ہوں۔''

''انکل اس سے پہلے کہ صبح کا سورج ایک اور زندگی کا چراغ بجھا دے، ہمیں کچھ کرنا ہوگا۔''

''مگر رات کے اس پہر میں ہم تمہارے گھر آ کے کیا کریں گے۔''

'انکل کوئی ہمارے راستوں پہ شکنجے پھیلا رہا ہے ہمارے ساتھیوں کو دھیرے دھیرے موت کے گھاٹ اتار رہا ہے اور ہم اپنے اس دشمن سے ناواقف ہیں پلیز آپ ان سب کو لے کر ابھی میرے گھر آئیں میرے پاس آپ کو دکھانے کے لیے ایک خوفناک حقیقت ہے۔''

ظفر نے لمبی سانس کھینچی ''اچھا ان سب سے بات کرتا ہوں۔''

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ سب ساحل کے گھر پہنچ گئے۔ ساحل بہت گھبرایا ہوا اور پریشان تھا۔ اس نے سب کو اپنے کمرے میں بٹھایا۔

''ایسی کیا چیز ہے تمہارے پاس جو تم نے اس وقت ہمیں یہاں بلایا ہے۔'' ظفر نے کہا۔
ساحل ان سب کے قریب کرسی رکھ کر بیٹھ گیا ''میں نے آپ سب کو یہاں اس لیے بلایا ہے کہ جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ ایک ہی وقت میں آپ سب کے لیے جاننا بہت ضروری ہے وہ بھی بہت جلد کیونکہ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو تفصیل سے بیان کرو۔'' توقیر نے کہا۔
ساحل نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بات شروع کی۔ ''میں آپ کو جو بتانا چاہتا ہوں۔ وہ آپ کو اس طرح سمجھ نہیں آئے گا جس وقت آنٹی ماریہ کا قتل ہوا تو میں گاڑی سے ان کا موبائل نکال رہا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لڑکی کو جو سفید فراک میں ملبوس تھی ان کے قریب دیکھا، میں اس لڑکی کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔ اس لڑکی نے آنٹی ماریہ کی گردن پر اپنے دانت نصب کر دیئے جونہی خون اس کے منہ سے لگا۔ اس کی فراک سات رنگ کی دھاریوں کے ڈیزائن میں بدل گئی اور پھر اچانک غائب ہوگئی۔ میں نے آنٹی کو سنبھالا تو میں نے ہوا میں کسی تتلی کو پھڑپھڑاتے ہوئے دیکھا اس کے پروں میں وہی سات رنگ تھے جو اس لڑکی کے فراک میں تھے۔

وہ بہت پراسرار تھی، وہ میری آنکھوں کے سامنے غائب ہوئی۔ جب اس لڑکی نے آنٹی پر حملہ کیا تو میرا ویڈیو کیمرہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا وہ کیمرہ آن تھا اس وقت جو ویڈیو بنی میں آپ کو دیکھانا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ساحل نے ہینڈی کیم کی ویڈیو کمپیوٹر پر چلائی۔ اس نے غیر ضروری سین پاس کرتے ہوئے وہیں سے ویڈیو چلائی جہاں سے ماریہ کا قتل ہوا۔ اس روح فرسا منظر پر سب کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

ظفر کی بے چین آنکھیں سکرین ٹٹولنے لگیں۔ "مگر یہ سب کس نے کیا، کوئی دکھائی کیوں نہیں دے رہا اور کہاں ہے وہ لڑکی تم جس کی بات کر رہے تھے۔"

"آپ نے وڈیو غور سے نہیں دیکھی۔" یہ کہہ کر ساحل نے ویڈیو کو تھوڑا سا ریورس کیا۔

اس نے سکرین پر انگلی رکھی "یہ دیکھیں آنٹی ماریہ کی گردن کے قریب یہ ستارہ ٹمٹما رہا ہے تھوڑی ہی دیر میں ان کی گردن سے لہو بہنے لگتا ہے۔ آپ اپنی نظریں روشنی کے اس ڈاٹ پر مرکوز رکھیں۔"

اس نے ایک بار پھر روشنی کے اس ڈاٹ کی طرف اشارہ کیا "یہ دیکھو یہ ہوا میں حرکت کرتا ہوا اسی جگہ اوپر نیچے حرکت کر رہا ہے جہاں میں نے اس تتلی کو دیکھا تھا۔"

زبیر اور توقیر کی آنکھوں میں حیرت اور خوف تھا۔

زبیر نے توقیر کی طرف دیکھا اور معنی خیز انداز میں کہا "یہ نظر انداز کیا جانے والا کوئی روشنی کا ڈاٹ نہیں یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے دور سے دکھائی دینے والا ٹمٹماتا ہوا ستارہ۔ جس میں آگ دہک رہی ہو مگر یہ ہے کیا؟"

ساحل ویڈیو بند کر کے ان کے قریب بیٹھ گیا "میں جو کہنے جا رہا ہوں آپ کے لیے اس پر یقین کرنا مشکل ہے لیکن یہ سب سچ ہے۔

میں نے خود ایک لڑکی کو سفید فراک میں آنٹی ماریہ کے قریب دیکھا تھا جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بتایا ہے کہ جونہی اس لڑکی کے دانتوں پر لہو لگا اس کا لباس سات رنگوں میں بدل گیا اور پھر وہ ایک خوبصورت تتلی کا روپ دھار گئی اس تتلی کے پروں پر بھی وہی سات رنگ تھے جو اس لڑکی کے لباس پر تھے۔ یہ ڈاٹ اسی پراسرار لڑکی کے وجود کی نشاندہی کر رہا ہے۔"

توقیر نے ساحل کی بات کا مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی۔ "تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ جو قتل ہو رہے ہیں ان کے پیچھے کسی انسان کا ہاتھ نہیں بلکہ مافوق الفطرت مخلوق ہے جیسے آسیب یا روح یا کوئی شیطانی طاقت۔"

ظفر بھی کسی گہری سوچ میں کھویا کھویا بولا "ساحل ٹھیک کہہ رہا ہے کیونکہ میں نے شمعون کی گردن پر وہی دو دانتوں کے نشان دیکھے تھے جو ماریہ کی گردن پر تھے۔ شمعون کی اور اس کے ساتھیوں کی اموات بھی بہت پراسرار تھیں ان کے جسم بھی جھلس گئے تھے کوئی ان کی موت کی وجہ نہیں جان سکا اور تابش اور مہک کی اموات بھی اسی طرح سے بہت عجیب تھیں اور پھر حوریہ کا اس واقعہ کا ذکر کرنا جب ایک مردہ لڑکی میں رخسانہ نے حوریہ کی آواز سنی۔۔۔ کسی بڑے راز کی طرف اشارہ ہے۔"

زبیر جو خاموشی سے سب کی باتیں سن رہا تھا ظفر سے مخاطب ہوا "کوئی رائے قائم کرنے کے لیے یہ سب باتیں کافی نہیں ہیں۔۔۔ یہ سب قتل کرنے والا کوئی انسان ہے درندہ ہے یا کوئی ہوائی مخلوق یہ جاننے کے لیے ہمیں کوئی ٹھوس ثبوت ڈھونڈنا ہوگا۔"

ساحل نے زبیر کی طرف دیکھا "قتل کرنے والا چاہے انسان ہو یا روح، ہمیں ایک ٹیم بنانی ہوگی۔ پولیس پر بھروسا کر کے ہم نے کتنا وقت برباد کیا، ہم خود اس معاملے کی تہہ تک پہنچیں گے۔"

ظفر نے بھی ساحل کی تائید کی "میرا خیال ہے کہ ساحل بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے ہمیں مزید دیر نہیں کرنی چاہیۓ۔ ہمیں ایک ٹیم بنانی ہوگی یہ کام پر خطر بھی ہے اور پیچیدہ بھی۔ میں توقیر اور زبیر تو اتنے پھرتیلے نہیں میرا خیال ہے کہ ساحل اور عارفین کو ہم بھاگ دوڑ کا کام سونپیں گے باقی جو ہم کر سکے کریں گے۔" توقیر کسی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔

ظفر نے اسے ٹوکا "تم سن رہے ہو نا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تم کس سوچ میں گم ہو۔"

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ساحل اور عارفین کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے تو مجھے پروفیسر حسنان کا خیال آیا ہے۔ ہمیں ویسے بھی سارا معاملہ ان سے ڈسکس کرنا چاہیۓ ہم نے انہیں بالکل لاتعلق کر رکھا ہے وہ ہماری بہت مدد کر سکتے ہیں۔"

توقیر کی اس بات پر ظفر نے کہا ''یہ تو تم نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔ ویسے بھی میرے ذہن میں کتنے ہی سوال اٹھے ہیں جس کا جواب پروفیسر حسنان ہی دے سکتا ہے۔ تمہیں یاد ہے کہ پروفیسر کو شک تھا کہ ہمارے بچوں نے میوزیم سے کچھ Stuffed چرائے ہیں۔ اگر وشاء، خیام، فواد اور حوریہ نے Stuffed چرائے ہوں تو انہوں نے اس کا کیا ہوگا۔''

ایک جھرجھری سی جیسے ساحل کے پورے وجود سے گزر گئی وہ تھرتھراتی آواز میں بولا ''ہاں۔۔۔ان Stuffed میں ایک تتلی بھی تھی۔''

ظفر نے سوالیہ نظروں سے ساحل کی طرف دیکھا ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہمیں ان ویمپائرز کا پتہ لگانا ہوگا جو لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔'' ساحل نے کہا۔

''مگر ہم کس طرح ان ویمپائرز تک پہنچ سکتے ہیں۔'' زبیر نے پوچھا۔

''حوریہ کے ذریعے ہم ان تک پہنچ سکتے ہیں۔'' ساحل نے پر یقین لہجے میں کہا۔

'مگر حوریہ۔۔۔؟'' توقیر پریشانی میں کچھ کہنے لگا۔

ظفر اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا ''تم نے کہا تھا ناکہ ہم حوریہ کو عامل کے پاس لے جائیں گے۔ تم اپنی بات پر قائم رہو، عامل جو کچھ بھی کرے گا ہمارے سامنے کرے گا حوریہ کو کچھ نہیں ہوگا۔ یہ سب بہت ضروری ہے تم اس بات پر یقین کرلو کہ حوریہ ذہنی مریض نہیں ہے۔''

توقیر سر جھکائے خاموشی سے بیٹھ گیا۔ ظفر نے دوبارہ بات شروع کی۔ ''ہم خواتین کو اس مشن سے دور ہی رکھیں گے۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ کل ہی پروفیسر حسنان اور عارفین سے ساری بات کریں گے۔ یہاں سے تقریباً تین گھنٹوں کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے وہاں ایک بزرگ ہیں ہم نے کافی سنا ہے ان کے بارے میں۔ ہم حوریہ کو وہاں لے جائیں گے حوریہ کو شک نہ ہو اس لیے رخسانہ اور توقیر کو جانا ہوگا ساتھ میں بھی چلا جاؤں گا۔''

توقیر رضامند ہوگیا۔ وہ سارے آدھا گھنٹہ اور گفتگو میں مصروف رہے پھر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اگلی صبح ماریہ کے قل تھے۔ دوپہر تک ظفر اور راحت مہمانوں میں اور کچھ مذہبی رسومات میں مصروف رہے۔ توقیر، زبیر اور وقار احمد کی فیملیز بھی وہیں تھیں۔

دوپہر کے بعد ظفر نے ان سب کو رکنے کے لیے کہا اور سارے وسوسے اور خدشات بیان کیے جو ان اموات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ جو کچھ ظفر کہہ رہا تھا وہ بھیانک حقائق سب کے لیے قابل قبول نہیں تھے۔

بحر حال عارفین ان کی ٹیم میں شامل ہوگیا۔ تقریباً چار بجے وہ لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے مگر توقیر اور رخسانہ، حوریہ، ظفر کے گھر ہی تھے۔ آدھے گھنٹے کے بعد توقیر، رخسانہ اور حوریہ کے ساتھ ظفر اس گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے جہاں اس بزرگ کی حویلی تھی۔

تین گھنٹے کا سفر کافی زیادہ تھا۔ ظفر پچھلی سیٹ پر حوریہ کے ساتھ بیٹھا تھا حوریہ اس طرح منہ بنائے بیٹھی تھی جیسے اسے شک ہوگیا ہو۔ حالات اور واقعات کی وجہ سے سب ویسے ہی پریشان تھے اوپر سے حوریہ کی مسلسل خاموشی ایک خوف سا پھیلائے ہوئے تھی۔ سفر میں خوامخواہ کی رکاوٹیں پیدا ہو رہی تھیں، تین گھنٹے کا سفر چار گھنٹے کا بن گیا تھا۔ بزرگ رحمان سائیں کی حویلی پہنچے تو انہوں نے ان سب کو مہمان خانہ میں بٹھایا۔ ملازم نے چائے پیش کی تو رخسانہ نے ملازم سے پوچھا۔

''سائیں کی فیملی بھی یہیں رہتی ہے۔''

''نہیں۔۔۔ بیگم صاحبہ! یہاں سائیں جی اور ان کے ملازم رہتے ہیں۔ سائیں جی کے گھر والے تو دوسرے گاؤں میں رہتے ہیں آپ بس یہ چائے پئیں، سائیں جی آرہے ہیں۔''

ملازم کے جانے کے تھوڑی دیر بعد سائیں جی مہمان خانہ میں داخل ہوئے۔ سائیں جی کے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی حوریہ نے دروازے پر ٹکٹکی باندھ لی تھی۔ اسے جیسے سائیں جی کی آمد کا پہلے ہی پتہ چل گیا تھا۔ سائیں جی بھی کمرے میں داخل ہوتے ہی جیسے پتھر کے ہو گئے۔ وہ مسلسل حوریہ کی طرف

دیکھتے رہے اور حوریہ بھی ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اس طرح گھور رہی تھی جیسے اسے دھمکی دے رہی ہو کہ وہ اس کا راز افشا نہ کرے۔

توقیر نے حوریہ کو ٹوکا۔ ''حوریہ نظریں نیچے کرو بزرگوں کو اس طرح دیکھتے ہیں۔''

سائیں رحمان مسکراتے ہوئے تحمل سے بیٹھ گئے ''اسے کچھ مت کہیں یہ آپ کی تابع ہے۔'' ظفر نے اور رخسانہ نے سائیں کو سلام کیا اور پھر اپنے آپ کو موقف بیان کیا۔ بزرگ نے انہیں اشارہ کیا کہ حوریہ کے سامنے مزید کچھ اور نہ بتائیں۔ پھر انہوں نے حوریہ کی آنکھیں دیکھیں۔ اس کی نبض چیک کی اور رخسانہ سے مخاطب ہوا۔ ''آپ بیٹی کو حویلی دکھائیں۔''

رخسانہ سمجھ گئی کہ سائیں ظفر اور توقیر سے اکیلے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ حوریہ کو لے کر باہر چلی گئی۔ سائیں، توقیر سے مخاطب ہوا ''اب آپ مجھے سب تفصیل سے بتائیں۔''

توقیر نے سب کچھ سائیں کو بتایا۔ سائیں ساری صورت حال جان کر پریشان ہو گئے ''میں حوریہ کو دیکھ کر کچھ باتیں تو جان گیا ہوں لیکن ابھی میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گا آپ مجھے حوریہ کی تاریخ پیدائش لکھوا دیں۔ میں اس کا حساب نکال لوں تو پھر میں خود آپ لوگوں سے رابطہ کروں گا آپ سب بہت بڑی مصیبت میں گھر گئے ہیں۔ بہت اچھا کیا جو میرے پاس آ گئے مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں کروں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے مٹی کی ہانڈی سے کچھ تعویذ نکالے اور وہ تعویذ ظفر کے ہاتھ میں دے دیئے۔

''میں آپ کو ایک مشورہ دوں آپ سب دوست اپنی فیملیز سمیت ایک ہی جگہ ٹھہر جائیں۔ یہ تعویذ پانی میں بھگو کر گھر کے سارے کونوں میں چھڑک دیں۔ خدا کے فضل سے جو بھی ملا ہے وہ اس گھر میں آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گی جب تک کوئی واضح حقیقت سامنے نہیں آجاتی آپ لوگوں کو ایک ہی جگہ رہنا چاہیئے آج رات حوریہ کا حساب نکال کر میں کل خود آپ کے گھر آؤں گا۔ آپ مجھے اپنا گھر سمجھا دیں۔''

ظفر نے بزرگ کو اپنا گھر سمجھا دیا اور پھر وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

اگلے روز توقیر اور رخسانہ، حوریہ کے ساتھ ظفر کے گھر پر ہی تھے۔ حوریہ اندر لیونگ روم میں بیٹھی تھی۔ ظفر نے توقیر اور رخسانہ کو باہر لان میں بیٹھنے کے لیے کہا، ابھی صبح کے نو بج رہے تھے۔ باہر بیٹھنے کے بعد رخسانہ نے پیچھے کی طرف دیکھا کہ کہیں حوریہ ان کے پیچھے باہر تو نہیں آرہی پھر اس نے ظفر سے بات شروع کی ''ظفر بھائی رات تو ہم آپ کے گھر اس لیے ٹھہر گئے تھے کہ سفر میں دیر ہو گئی تھی مگر اب ہمیں چلنا چاہیئے۔۔ بزرگ کی یہ بات ہمارے لیے ناممکن ہے کہ ہم سب اپنے گھر چھوڑ کر ایک ہی جگہ پر رہیں۔''

''مگر بھابی اس بزرگ نے کوئی ایسی بات محسوس کی ہوگی تب ہی تو ایسا کہا ہے یہ ضروری ہے کہ ہم کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں تو ہی ہوں۔۔۔ ہم احتیاط تو کر سکتے ہیں۔''

توقیر جو خاموشی سے ظفر کی بات سن رہا تھا رخسانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ''ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ظفر اور ہم لوگ اور زبیر اور وقار احمد کی فیملی ایک ساتھ رہ لیں۔''

رخسانہ نے نفی کے انداز میں سر ہلایا۔ ''کوئی تمہاری بات نہیں مانے گی، کس بنا پر کوئی یہ فیصلہ لے گا صرف ایک وہم کی بنیاد پر۔''

ظفر نے ہاتھ سے بحث کو ختم کرنے کا اشارہ کیا ''یہ فیصلہ ہم بعد میں کر لیں گے ابھی تو میں سائیں رحمان کو اپنے گھر آنے کے لیے کہہ چکا ہوں جب تک وہ نہیں آتے آپ لوگ یہیں ٹھہریں دوپہر تک باقی سب بھی آرہے ہیں ایک بار بزرگ کی بات سن لیں پھر آگے کا سوچیں گے۔''

رخسانہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی ''وہ بزرگ میری حوریہ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچائیں گے۔'' ظفر نے اسے تسلی دی ''وہ صرف حوریہ سے بات کریں گے، ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

توقیر خاموشی کی گہری سوچ میں گم تھا ''تم کیا سوچ رہے ہو؟'' ظفر نے توقیر سے پوچھا۔

''ویسے یہ عجیب بات ہے، سائیں نے یہ کیوں کہا کہ فواد اور خیام کے گھر والے بھی موجود ہوں، عامل تو ایسے کاموں میں تنہائی چاہتے ہیں اور حوریہ بھی شاید پسند نہ کرے۔'' توقیر نے کہا۔

اُس میں اتنا سوچنے والی کیا بات ہے۔ وہ جو کچھ پوچھنا چاہتے ہوں گے اس کا تعلق وشاء، فواد اور خیام سے بھی ہو گا شاید ان کے بارے میں ہمیں علم ہو جائے گا۔ ویسے بھی جب بزرگ چاہیں گے تو ہی ہم ان کے پاس جائیں گے۔''

توقیر جلدی سے بولا ''رخسانہ اور میں حوریہ کے پاس ہی رہیں گے۔''

''ہاں۔۔۔ تم لوگ حوریہ کے پاس ہی رہنا۔''ظفر نے توقیر کو تسلی دی۔

دوپہر تک ان کے دوسرے دوست اور ان کی فیملیز بھی آ گئیں۔ تقریباً چار بجے تک قرآن خوانی ہوتی رہی۔ پانچ بجے کے قریب سائیں جی کے خاص بندے کا فون آیا کہ سائیں جی تقریباً سات بجے کے قریب آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔

ظفر کو یہ جان کر تسلی ہو گئی کہ سائیں جی کے آنے تک خاص دوستوں کے علاوہ باقی سب لوگ جا چکے ہوں گے۔ ظفر کے گھر ایک بڑا سانحہ ہوا تھا وہ خود ابھی تک اس صدمے سے باہر نہیں آ سکا تھا مگر ان کی چھٹی حس انہیں اشارہ کر رہی تھی کہ خطرہ ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے اس لیے وہ اس خطرے سے نبرد آزما ہونے کی تیاری کرنے لگے تھے۔

سورہ یاسین الماری میں رکھنے کے بعد رخسانہ بجھی بجھی سی توقیر کے پاس آ بیٹھی۔ ''حوریہ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا بس گم صم سی بیٹھی ہے۔۔۔یہی کہتی ہے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔ نہ ہاتھ منہ دھویا ہے نہ بال سنوارے ہیں عجیب سی حالت بنائی ہوئی ہے۔''

''کوئی جوس وغیرہ دے دو یا پھل دے دو۔'' توقیر نے کہا۔

''جوس بھی لے گئی تھی اور پھل بھی کمرے میں رکھ دیئے ہیں مگر وہ کچھ نہیں لے رہی۔۔۔آپ جائیں شاید وہ آپ کی بات مان لے۔''

توقیر اندر کمرے میں حوریہ کے پاس گیا۔ وہ واقعی عجیب سی حالت میں دیوار سے سر ٹکائے بیٹھی تھی۔ توقیر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ''کیا بات ہے حوریہ اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔''

حوریہ نے غصیلی نظروں سے توقیر کی طرف دیکھا ''آپ لوگ مجھ سے جھوٹی ہمدردیاں نہ کیا کریں۔''

بیٹی پر تم کیسی بات کر رہی ہو۔ تمہارے اندر تو ہماری جان پھنسی ہے۔''

''جھوٹ بولتے ہیں آپ اگر مجھ سے پیار کرتے ہیں تو سائیں کو کیوں بلا رہے ہیں۔ وہ مجھے اذیتیں دے گا۔''

''وہ تمہیں بھلا کیوں اذیتیں دے گا۔ میں اور تمہاری امی تمہارے پاس ہوں گے۔ وہ بس تم سے ملنا چاہتے ہیں۔'' رخسانہ اورنج جوس لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

''یہ لیں اپنی بیٹی کو خود اپنے ہاتھ سے جوس پلائیں۔'' توقیر نے جوس کا گلاس لیا اور حوریہ کی طرف بڑھایا۔ حوریہ نے آرام سے جوس پی لیا۔

توقیر نے اس کے سر پر پیار دیا۔ ''گڈ گرل'' رخسانہ کو بھی کچھ تسلی ہوگئی۔ توقیر اور رخسانہ سب کے ساتھ باہر لان میں بیٹھ گئے۔ لان میں فواد کے والدین وقار احمد اور رایمن اور خیام کے والدین زبیر اور ماہین سب موجود تھے۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھی خوف کا سناٹا محو گشت تھا۔

کسی کے پاس جیسے کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ جن کے ذہنوں میں بے شمار سوالات تھے مگر ان کے جواب کسی کے پاس نہ تھے۔ سب کے من کو ایک کھٹکا لگا تھا۔۔۔ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ دیر کے بعد ملازم نے ظفر کو بتایا کہ باہر کوئی بزرگ آئے ہیں۔ ظفر نے ملازم سے انہیں اندر بلانے کو کہا۔ سائیں رحمان اپنے دو مریدوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔

ظفر نے انہیں باہر لان میں ہی بٹھایا۔ اس نے گھنے درختوں والی سائیڈ کی طرف ایک چارپائی بچھا دی۔ انہوں نے ان کی خاطر تواضع کرنی چاہی تو انہوں نے ہر چیز سے منع کر دیا صرف سادہ پانی مانگا۔۔۔ اور بہت جلد ہی وہ اصل بات کی طرف آ گئے ''مجھے حوریہ سے ملنا ہے۔''

توقیر اور رخسانہ، سائیں کے قریب ہو کے بیٹھ گئے۔ ''سائیں جی آپ نے حوریہ کا حساب نکالا تھا کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے۔'' سائیں نے تشویش بھری نظروں سے رخسانہ کی طرف دیکھا ''آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے حوریہ کی تاریخ پیدائش اور دوسری معلومات درست دی تھیں۔''

''جی سائیں! اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔'' توقیر نے کہا۔

بزرگ نے تاسفانہ انداز میں نگاہیں جھکا لیں۔ ''میرے حساب کے مطابق تو حوریہ کو مرے ایک سال ہو گیا ہے۔''

رخسانہ تڑپ کر رہ گئی جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ ''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔''

بزرگ کی اس بات سے سب چونک گئے۔ ساحل بزرگ کے قریب آیا اور حیرت سے پوچھنے لگا۔ ''جو حوریہ ہمارے ساتھ رہ رہی ہے وہ کون ہے۔''

''میں اسی کا تو پتہ لگانے آیا ہوں۔۔۔؟''

توقیر اشتعال انگیزی میں اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ ''یہ بزرگ کیسی باتیں کر رہے ہیں، میں اسی لیے کہتا تھا کہ ان بزرگوں کے چکر میں نہ پڑیں۔ میری حوریہ زندہ ہے اور ہمارے ساتھ ہے۔''

ظفر نے توقیر کو شانوں سے پکڑتے ہوئے بٹھایا۔ ''سائیں جی کو حوریہ سے بات تو کرنے دو، اس طرح بولو گے تو سائیں جی اپنا کام کیسے کریں گے۔''

توقیر چیخ چیخ کر بولنے لگا۔ ''یہ میری حوریہ کو اذیتیں دیں گے مجھے حوریہ کو انہیں نہیں دکھانا۔'' سائیں جی نے اپنا ہاتھ ہوا میں اکڑا لیا ''اسے بچانے کی کوشش کر رہے ہو جو زندہ ہی نہیں ہے۔''

ظفر نے توقیر کو سمجھایا اور زبیر اور ماہین نے رخسانہ کو سمجھایا اور انہیں بمشکل آمادہ کیا کہ سائیں جی کو حوریہ سے بات کرنے دیں۔ سائیں جی درخت کے قریب بچھی چارپائی پر بیٹھ گئے اور ظفر سے گویا ہوئے۔ ''حوریہ کو ادھر لے آؤ۔ کھلی ہوا میں، درختوں کے قریب اس سے پوچھنا زیادہ بہتر ہو گا۔''

رخسانہ اندر سے حوریہ کو لے آئی۔

سائیں جی کی چارپائی کے قریب رکھی ہوئی کرسی پر حوریہ بیٹھ گئی۔

سائیں جی نے سب کی طرف نظر دوڑائی۔ رخسانہ، توقیر، ساحل اور ظفران کے قریب ہی بیٹھے تھے باقی لوگ کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے۔ بابا جی نے کسی کو بھی جانے کے لیے نہیں کہا۔

انہوں نے حوریہ سے بہت پیار سے پوچھا ''آپ کا کیا نام ہے بیٹی۔۔۔''

حوریہ نے انتہائی معصومیت سے کہا ''یہ سب کہتے ہیں کہ میرا نام حوریہ ہے اس لیے آپ بھی سمجھ لیں کہ میں حوریہ ہوں۔''

''آپ کے ذہن میں کیسا خاکہ ہے آپ کے گھر آپ کے والدین کا۔۔۔''

''میرے والدین اور میرے گھر کا جس طرح کا خاکہ مدھم سا میرے ذہن میں ہے وہ نہ تو ان لوگوں جیسا ہے اور نہ اس گھر جیسا۔'' حوریہ نے اداس لہجے میں کہا۔

سائیں جی نے اپنے تھیلے سے سفید رنگ کی پانی کی بوتل نکالی اور توقیر سے ایک کرسی منگوالی۔ توقیر کرسی لے آیا۔ سائیں جی نے وہ کرسی حوریہ کی کرسی کے قریب رکھی اور پانی کی بوتل لے کر حوریہ کے پاس بیٹھ گیا۔

''میں جو پڑھ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔'' یہ کہہ کر سائیں جی نے سورہ بقرہ کی آیت پڑھنا شروع کی۔

وہ بوتل کو اپنے منہ کے قریب لے جا کے اس طرح آیتیں پڑھ رہے تھے کہ آواز سے بوتل کے پانی میں ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔

حوریہ سکتے کی سی کیفیت میں آیتیں سنتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ سائیں نے لمحہ بھر کے لیے پڑھنا چھوڑا اور توقیر سے کہنے لگا ''دو خواتین حوریہ کے قریب کھڑی ہو جائیں۔''

رخسانہ اور ایمن حوریہ کی کرسی کے قریب کھڑی ہوگئیں۔ سائیں جی نے پھر دوبارہ اسی انداز سے پڑھنا شروع کر دیا۔

رخسانہ کی نظر حوریہ کے بازوؤں پر پڑی بوتل کے پانی جیسی تھر تھراہٹ اس کے جسم میں بھی تھی۔ اس کے بازوؤں کی جلد اس طرح کانپ رہی تھی کہ رخسانہ نے خوفزدہ ہوتے ہوئے ایمن کی طرف دیکھا۔۔۔ایمن نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ رفتہ رفتہ حوریہ کے پورے جسم میں تھر تھراہٹ محسوس ہونے لگی مگر اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ پھر اس کا جسم کرسی پر سے پھسلتا ہوا زمین کی طرف ڈھیر ہونے لگا۔

رخسانہ آگے بڑھ کر حوریہ کر پکڑنے لگی تو سائیں نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اسے ابھی کوئی ہاتھ نہ لگائے وہ مسلسل اونچی آواز میں سورۃ بقرہ کی آیتیں پڑھتے رہے۔ اسی دوران انہوں نے اپنے مرید کو کچھ اشارہ کیا۔

مرید اپنی جگہ سے اٹھا اس نے تھیلے سے ایک چاک نکالا اور جہاں سب لوگ کھڑے تھے وہاں منہ میں کچھ پڑھتے ہوئے چاک سے دائرہ کھینچ دیا اور ظفر سے مخاطب ہوا ''سائیں جی چاہتے ہیں کہ جو یہاں رکنا چاہتا ہے وہ اس دائرے میں آجائے۔''

ان سب نے سائیں کی بات مانی اور سب ایک ہی دائرے میں کھڑے ہو گئے۔ حوریہ زمین پر لیٹی کانپ رہی تھی۔ پھر ایک دم اس کے جسم سے کپکپاہٹ ختم ہو گئی۔ جس کے ساتھ ہی سائیں نے پڑھنا چھوڑ دیا اور حوریہ کو ہاتھوں اور پیروں میں زنجیریں ڈال کر اس زنجیر کا سرا درخت سے باندھ دیا۔

توقیر چلا کر بولا ''یہ کیا کر رہے ہیں۔۔۔؟''

سائیں نے سختی سے اپنا ہاتھ اکڑایا ''دائرے سے باہر مت آنا، میں اسے کوئی اذیت نہیں دے رہا، اب میرے عمل کے دوران مت بولنا ورنہ نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گئے''

ظفر نے توقیر کو شانوں سے پکڑ کے روکا اور اسے سمجھایا۔ سائیں زمین پر حوریہ کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے حوریہ کی پیشانی پر انگوٹھا رکھا تو حوریہ اس طرح تڑپنے لگی جیسے کسی نے اس کی پیشانی پر دہکتا کوئلہ رکھ دیا ہو۔

سائیں اپنی بھاری آواز میں بولا ''کون ہو تم؟'' حوریہ نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں میں بے حسی اور جارحانہ پن تھا۔

''کون ہو تم۔۔۔؟'' سائیں نے اپنا سوال دہرایا۔

''میں حوریہ ہوں۔'' وہ ڈبل آواز میں بولی۔ ایک موٹی اور ایک باریک۔ اس کی آواز میں سیٹی کی سی چیخ تھی جو بات ختم ہونے کے بعد میں فضا میں گونجتی رہتی تھی۔

مجھے سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہوں۔''

سائیں کی اس دھمکی پر وہ اونچا اونچا ہنسنے لگی ''میں حوریہ ہی ہوں مگر میرے پاس وہ ناتواں کمزور جسم نہیں جسے تم نقصان پہنچا سکو، میں تو ہوا ہوں، شیطانی طاقتوں کی ملکہ، کسی بھی وقت کہیں بھی کوئی بھی روپ دھار سکتی ہوں۔ میرے معاملات میں دخل اندازی مت کرو ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گے۔''

حوریہ کی زبان سے یہ سب سن کے رخسانہ اور توقیر پر سکتہ طاری ہو گیا۔

دائرے میں کھڑے ہوئے سب لوگ ہی حواس باختہ تھے۔ سائیں نے ایک بار پھر پانی کی بوتل میں پڑھنا شروع کر دیا۔ حوریہ کسی جانور کی طرح دھاڑیں مارنے لگی اور اپنے جسم کو زور زور سے پٹختے ہوئے زنجیریں توڑنے کی کوشش کرنے لگی۔ رخسانہ تو منہ پہ دوپٹہ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سائیں جی جوں جوں پڑھتے جا رہے تھے حوریہ کی تڑپن بڑھتی جا رہی تھی۔ سائیں نے بوتل میں سے تھوڑا سا پانی نکال کر اس کے چہرے پہ چھڑکا تو اس کی دلخراش چیخیں فضا میں گونجنے لگیں۔ اس نے انگاروں کی طرح دہکتی آنکھیں سائیں کے چہرے پر گاڑ دیں۔

''تو نے زنجیریں اس لڑکی کے جسم پر ڈالی ہیں، مجھ پر نہیں، ایک بار مجھے اس جسم سے باہر آنے دے، مجھ پر سے اپنا عمل ختم کر دے، ورنہ میں اس لڑکی کو ختم کر دوں گی۔''

سائیں نے اپنے لہجے کی تلخی تھوڑی کم کی اور تحمل سے کہا ''تم میرے چند سوالات کے جواب دے دو پھر تم اس جسم سے چلی جانا۔ اگر تم ہوا ہو تو اس ناتواں جسم کی مالک لڑکی کون ہے اور اسکا چہرہ تمہارے جیسا کیسا ہے۔''

حوریہ سرگوشی کے انداز میں بولی ''یہ ثناء ہے میں نے اپنی طاقت کے بل پر اس کے چہرے کو اپنا روپ دے دیا۔ میں اور کیا کچھ کر سکتی ہوں، تمہیں اندازہ نہیں ہے۔''

سائیں نے پھر دوبارہ ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔ سائیں کے دونوں مرید بھی کتابیں کھولے خاص کلام پڑھ رہے تھے۔ پورے ماحول میں خوف وہراس پھیلا ہوا تھا۔

حوریہ کے چہرے کی جلد پتھریلی اور بے جان دکھائی دے رہی تھی۔ کسی مردے کی طرح اس کے پورے جسم کی رنگت سیاہی مائل ہو رہی تھی۔

''خیام، فواد اور وشاء کہاں ہیں؟''

سائیں کے پوچھنے پر حوریہ نے قہقہہ لگایا ''ہم چاروں ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔ تھوری دیر تک وہ تینوں خود یہاں آجائیں گے پھر دیکھ لینا کہ وہ کیسے ہیں۔۔۔ جب بھی ہم میں سے کوئی مصیبت میں ہوتا ہے ہمیں خبر ہوجاتی ہے اور ہم وہاں پہنچ جاتے ہیں۔''

تھوڑی دیر کے لئے تو سائیں کے چہرے پر خوف کے تاثرات عیاں ہو گئے مگر اس نے خوف کو خود پہ حاوی کیے بغیر پانی کی بوتل پر آیات پڑھنا شروع کر دیں۔ پانی کے ارتعاش کے ساتھ ساتھ حوریہ کے جسم کی کپکپاہٹ بھی بڑھ گئی۔

اس کا مقصد حوریہ کی روح کو اس معصوم لڑکی کے جسم سے باہر نکالنا تھا۔ سائیں کا عمل جاری تھا۔ دائرے میں کھڑے ہوئے لوگ سکتے کی سی کیفیت میں یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے

اچانک لان کے پھولوں پر ایک خوبصورت تتلی منڈلانے لگی اور ساتھ سیاہ دھویں کی بدلی ہوا میں نمودار ہوئی۔ پڑھتے پڑھتے جیسے سائیں کی زبان پہ بل آگیا، ان کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوگئیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے کسی پر اسرار غیبی طاقت کی آمد کا انہیں احساس ہوگیا۔ چند ساعتوں کے لیے ہی ان کا حوریہ پر سے دھیان ہٹا تو حوریہ کی روح اس لڑکی کے جسم سے نکل گئی اور وہ لڑکی ثناء اب اپنی اصل شکل میں تھی۔ سائیں نے جلدی سے اٹھ کر اسے چیک کیا تو وہ مر چکی تھی۔

حوریہ اسے ختم کر کے اس کے جسم سے نکل چکی تھی۔ سائیں کے منہ سے بے اختیار نکلا ''یہ تو مر چکی ہے۔'' توقیر اور رخسانہ حقیقت سے بے خبر چیختے ہوئے لڑکی کی لاش کی طرف بڑھے۔

سائیں آہنی دیوار کی طرح لاش کے آگے کھڑا ہو گیا ''تم لوگوں کو دائرے سے باہر نہیں آنا چاہیئے تھا۔ ادھر بہت زیادہ خطرہ ہے۔''

توقیر حسب عادت طیش میں بولنے لگا ''نہ جانے کیا جادو منتر کر کے تم ہمیں بیوقوف بنا رہے ہو اور اب تم نے ہماری بیٹی کو ہی مار ڈالا۔''

سائیں لاش سے پیچھے ہٹ گیا ''یہ دیکھو کیا یہ تمہاری بیٹی ہے؟''

توقیر اور رخسانہ نے اس لڑکی کو قریب سے دیکھا ''یہ تو ہماری حوریہ نہیں ہے۔ مگر یہ سب۔۔۔'' رخسانہ نے پریشانی میں کہا۔

سائیں نے ٹھنڈی آہ بھری ''یہ ثناء ہے. جس کے جسم میں حوریہ کی روح داخل ہوئی تھی اور اسے اپنا روپ دے دیا تھا۔ اب وہ اس کے جسم سے نکلی تو اسے قتل کر کے۔''

اچانک ہی رخسانہ کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں وہ چیخنے لگی۔ توقیر نے اسے شانوں سے پکڑتے ہوئے سنبھالا تو اس نے انگلی سے سامنے کی طرف اشارہ کیا۔ سامنے حوریہ سفید لباس میں ملبوس ہوا میں معلق تھی اس کا جسم ہوائی تھا۔ توقیر رخسانہ کا ہاتھ کھینچتا ہوا اسے دائرے میں لے گیا۔

سائیں اپنے عمل کو دھرانے لگا تو حوریہ شیطانی انداز میں ہنسنے لگی۔۔۔ ''اب تمہارا یہ عمل کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ اب میں اکیلی نہیں ہوں'' چند ہی ساعتوں میں حوریہ کے ہوائی جسم کے دائیں طرف ایک تتلی پھڑپھڑانے لگی اور بائیں جانب سیاہ دھویں کی بدلی سی نمودار ہوگئی۔ سب کی آنکھوں کے سامنے تتلی وشاء کے روپ میں بدل گئی اور سیاہ دھواں فواد کے روپ میں۔

تینوں کے چہروں کے نقوش وہی تھے مگر ان کے چہرے اس طرح بھیانک تھے جیسے قبر کے گلے سڑے مردے۔

وشاء اپنے ہوائی وجود کیساتھ ہوا میں پرواز کرتی ہوئی سائیں کے قریب آئی اور اس نے اپنے سامنے کے دو لمبے نوکیلے دانت سائیں کی گردن میں پیوست کر دیئے۔ سائیں کی چیخیں فضا میں گونجنے لگیں۔ فواد نے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھا اور پھر ہاتھ سے سائیں کے مریدوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہوا میں پھونکا۔

دونوں آدمی نہ دکھائی دینے والی آگ میں جھلسنے لگے۔ کچھ لوگ بے اختیار دائرے سے باہر نکلنے لگے تو سائیں نے تڑپتے تڑپتے بھی انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور زمین پر گرتے گرتے بھی اس نے اپنی قوت مجتمع کی اور چیخ چیخ کر کہنے لگا "دائرے سے مت نکلنا یہ وشاء، فواد اور حوریہ کی روحیں۔۔۔ان کے ہمزاد ہیں۔ جن کی طاقت عام روح اور جنات سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ ان کی اموات کے بعد کی رسومات پوری کرو۔" زندگی نے سائیں کو اتنی ہی مہلت دی کہ وہ اتنا ہی بتا سکے پھر لقمہ اجل ہو گئے۔ ان کے مرید بھی جھلس کر زمین پر ڈھیر ہو گئے۔

حوریہ، فواد اور وشاء نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا اور غائب ہو گئے۔ اس بھیانک واقعہ کو دو روز گزر گئے۔ سب کا ایک جگہ پر رہنا ممکن نہیں تھا۔ وہ زندگی کے معمولات سے ہٹ کر اپنے اپنے گھروں میں محصور ہو گئے تھے۔ ایک انجانا سا خوف ہر لمحے ان کے جسموں میں لہو کے ساتھ دوڑنے لگا تھا۔

اپنی اولادوں کو اس طرح شیطانی روپ میں دیکھ کر وہ جیتے جی ہی مر گئے تھے مگر ایک سوال کے سب کے ذہنوں میں گونج رہا تھا۔ خیام کہاں ہے حوریہ کے مطابق وہ چاروں ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں تو خیام ان لوگوں میں کیوں نہیں تھا۔

ساحل اور ظفر بیٹھے تھے۔ ظفر جبیں پیمائی کرتے ہوئے کہنے لگا "اتنا بڑا شیطانی کھیل، یہ سب تو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہم ٹیم بھی بنا لیں تو بھی ہم اس جنگ میں جیت نہیں سکتے۔ کون ہے جو ان

شیطانی طاقتوں سے مقابلے میں ہماری مدد کرے گا۔ سائیں رحمان اور اس کے مرید ہیں بچاتے بچاتے خود موت کے منہ میں چلے گئے۔''

ساحل نے ظفر کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ''جنگ لڑنے سے پہلے ہی آپ نے شکست قبول کر لی۔ بے شک ہمیں شیطانی طاقتوں سے لڑنا نہیں آتا مگر کوشش کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں نا کہ کالے جادو کا توڑ قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔ ہم بھی ہمت نہیں ہاریں گے۔ آپ کی پروفیسر حسنان سے بات ہوئی تھی؟''

''ہاں۔۔۔ میں نے عارفین سے بھی بات کی ہے۔ پروفیسر حسنان اور عارفین ابھی کچھ دیر میں یہاں آنے والے ہیں۔ پورا ایک سال ہم ان چاروں کو ڈھونڈتے رہے۔ کیا معلوم تھا کہ وہ اس روپ میں ہمارے سامنے آئیں گے۔ میں تو اس آس پہ زندہ تھا کہ میری وشاء واپس ضرور آئے گی۔ میں نے تو ایک پل کے لیے بھی اپنے ذہن کو یہ سوچنے کی جسارت نہیں دی کہ میری بیٹی مر گئی ہے۔''ظفر کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور وہ چہرہ چھپائے دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔

ساحل نے ان کے شانے کو تھپتھپایا۔ ''ہمت کریں انکل۔۔۔ انکل توقیر، آنٹی رخسانہ، انکل زبیر، آنٹی ماہین، انکل وقار احمد اور آنٹی ایمن، ان سب کا اور آپ کا دکھ ایک ہے، ان کی بھی امید آپ کی طرف ٹوٹی ہے۔ وہ بھی خود کو سنبھال نہیں پا رہے مجھے تو اس بات کا شک اسی روز ہو گیا تھا جب آنٹی ماریہ کا قتل ہوا کہ وشاء اور اس تتلی کا کوئی تعلق ہے مگر میرا ذہن اس محیر العقول سچ کو ماننے کے لیے

تیار نہیں تھا کہ وہ تتلی وشاء کا ہی روپ ہے۔" بات کرتے کرتے ساحل کسی خیال سے چونک گیا "ہمزاد۔۔۔کے بارے میں سائیں رحمان کیا کہہ رہے تھے۔"

"ہمزاد کے بارے میں، میں بھی کچھ نہیں جانتا میں نے کل پروفیسر حسنان سے اس بارے میں بھی بات کی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے پاس کچھ ایسی کتابیں ہیں جن کے مطالعہ سے کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں" اسی دوران باہر بیل ہوئی ساحل نے دروازہ کھولا تو پروفیسر حسنان اور عارفین تھے۔

ساحل انہیں اندر لیونگ روم میں لے آیا جہاں ظفر بیٹھا تھا۔ وہ دونوں ظفر کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ انہوں نے سارے معاملے پر انتہائی رنج اور افسوس کا اظہار کیا۔ ساحل ان کے لیے کولڈ ڈرنکس لے آیا۔

پروفیسر حسنان نے ہاتھ سے نہیں کا اشارہ کیا "ہمارا اس وقت کچھ بھی کھانے پینے میں دل نہیں ہے۔ اتنے لوگوں کی اموات ہو گئی مگر آپ نے ہم سے رابطہ نہیں کیا۔"

پروفیسر کے اس گلے پر ظفر نے بتایا "ہم خود اس خوفناک حقیقت سے بے خبر تھے۔ ہم تو اسی امید پر حوریہ کو پہاڑی علاقے میں لے گئے کہ وہ ہمیں وشاء، خیام اور فواد کے بارے میں کچھ بتائے گی۔

ہمیں کیا خبر تھی کہ جسے ہم حوریہ سمجھ رہے ہیں وہ حوریہ کی روح ہے۔ ہم تو اپنے بچوں کے زندہ و سلامت واپس آنے کا انتظار کر رہے تھے ہمیں کیا معلوم تھا کہ وہ نہیں بلکہ ان کی روحیں بھٹک رہی ہیں۔"

ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ پروفیسر حسنان نے ظفر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ "ہمت رکھو یہ دکھ صرف تمہارے ساتھ نہیں خیام، فواد اور حوریہ کے والدین بھی اسی کیفیت سے دوچار ہیں۔ مگر اس وقت آپ اپنے اس دکھ کو نظرانداز کر کے یہ سوچیں کہ دوسرے لوگوں کی زندگیوں کو ہم ان شیاطین سے کیسے بچائیں۔"

سائیں کے کہنے کے مطابق فواد، حوریہ اور وشاء جنہیں تم لوگوں نے دیکھا ہے اصل میں وہ ان کے ہمزاد ہیں اور یہ معمولی بات نہیں۔ کسی بڑے عامل نے ان کے مردہ جسموں سے ان کے ہمزاد مسخر کیے ہیں۔ وہ عامل جب چاہے جس طرح چاہے ہمزاد سے کام کروا سکتا ہے۔ جس طرح حوریہ کے ہمزاد نے ثنا کے جسم میں داخل ہو کے حوریہ کا روپ لے لیا اسی طرح کسی بھی وقت یہ ہمزاد ہمیں دھوکہ دے سکتے ہیں۔

ہمارے جسم میں برائی کی ترغیب دینے والے جن ہمزاد کو موت کے بعد اگر کوئی عامل مسخر کر لے تو وہ ہمزاد سینکڑوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اگر کسی عامل کا کنٹرول ہمزاد پر سے ختم ہو جائے تو وہ ہمزاد عاملوں کو بھی ختم کر دیتا ہے۔"

آپ ہمیں کچھ تفصیل سے بتائیں گے ہمزاد کے بارے میں'' ساحل نے بے چینی سے پوچھا۔

پروفیسر حسنان نے لمبا سانس کھینچا۔ ''ہمزاد جسے عبرانی میں ''طیف'' عرابی میں ''قرین'' یا ہمزات، فارسی میں ہمزاد، اردو میں ہمسایہ یا ہم نام سنسکرت میں سایہ اور انگریزی میں Duplicat SpiritualBody۔ جبکہ اسلامی ماہرین روحانیت اسے ''جسم لطیف'' یا ''جسم مثالی'' کہتے ہیں۔

روحانیت کی رو سے ہر کسی کے دو جسم ہوتے ہیں۔ ایک مادی، مرئی، کثیف اور ظاہری جبکہ دوسرا روحانی غیر مرئی لطیف اور باطنی جسم ہوتا ہے اسی روحانی، غیر مرئی لطیف اور باطنی جسم کو ہمزاد کہتے ہیں۔۔۔ جو مادی، مرئی، کثیف اور ظاہری جسم کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

کیونکہ ہمزاد جسم لطیف ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ زمان و مکان ''''TimedandSpace کی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ اپنی اس خوبی کی وجہ سے ہمزاد دنیا کے کسی بھی گوشہ میں پہنچ سکتا ہے اور ہر قسم کی خبر اپنے عامل کو لا کے دے سکتا ہے۔ بعض عملیات کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے ہمزاد اس قدر طاقتور ہوتے ہیں کہ وزنی سے وزنی چیز اٹھا سکتے ہیں۔ عامل کو دنیا کی سیر کرا سکتے ہیں۔ جو چاہے روپ لے سکتے ہیں

لہٰذا ہر دور میں لوگ ہمزاد کی تسخیر کرتے آئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہمزاد مسخر کر لے تو وہ دنیا کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ ساری صورت حال کا جائزہ لو تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خیام، فواد اور روشاء اور

حوریہ نے سپر پاور بننے کے لیے زندگی کو نظرانداز کر دیا۔ لوگوں کے دل و دماغ پر حکومت کر کے اپنا آپ منوانے کے لیے وہ کالے جادو جیسے علم کی طرف مائل ہو گئے۔ اس بھیانک علم کی گرفت نے انہیں گمراہ کر دیا انہوں نے میوزیم سے کچھ Stuffed چرائے۔ جن میں ایک تتلی بھی تھی۔ ان کی گمراہی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی عامل نے ان کے ہمزاد مسخر کر لیے اور ان کے مادی وجود کو موت کی نیند سلا دیا۔ ہمیں کسی طرح اس عامل کو ڈھونڈنا ہو گا۔''

''ابھی فی الحال ہمیں کیا کرنا ہو گا۔''ظفر نے اپنے دونوں ہاتھ اکڑا لیے۔

پروفیسر نے ساحل اور ظفر کی طرف دیکھا''سب سے پہلے وہ کام کرو جو سائیں نے کہا تھا۔''

''کیا۔۔۔؟''ساحل نے پوچھا۔

پروفیسر نے متاسفانہ انداز میں آنکھیں جھکا لیں۔''اپنے بچوں کی اموات کو دل سے تسلیم کر کے ان کی آخری رسومات ادا کرو۔ پھر سوچیں گے۔ آگے کیا کرنا ہے۔''

''ان سارے واقعات میں ہم نے خیام کو کہیں بھی نہیں دیکھا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ خیام زندہ ہو۔'' ساحل نے پروفیسر حسنان سے کہا۔

پروفیسر حسنان گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ عارفین ساحل سے مخاطب ہوا ''میرے خیال سے ہمیں اس چکر میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ خیام زندہ ہے یا نہیں، ہمیں اس کی آخری رسومات ادا کر دینی چاہئیں۔''

حسنان نے عارفین کی تائید کی ''عارفین درست کہہ رہا ہے اگر خیام زندہ ہوتا تو حوریہ یہ کیوں کہتی کہ ہم چاروں ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں یقیناً وہ انہی میں سے ہوگا۔ ہمارے مذہب کے مطابق مردے کی تدفین و تکفین کی خاص رسومات سے روح بھٹکتی نہیں بلکہ اپنے خاص مقام پر پہنچ جاتی ہے ان چاروں کے ہمزاد کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں آخری رسومات کا کچھ نہ کچھ اثر ان پر ضرور ہوگا۔ جتنا سوچتے جائیں گے، اتنا ہی بھٹکتے جائیں گے، ہمیں فی الحال ان چاروں کی آخری رسومات کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ہمیں فوری کسی عامل سے رجوع کرنا چاہے۔ ان آخری رسومات میں کسی عامل کا ہونا ضروری ہے۔ میں عاملوں کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن ایک سائیکاٹرسٹ ہیں مس عمارہ، وہ عاملہ بھی ہیں۔ ان کا اپنا کلینک ہے وہ اپنے کام میں مصروف رہتی ہیں مگر میں نے سنا ہے کہ اس طرح کے روحانی معاملات وہ بخوبی حل کر لیتی ہیں۔ میں ان سے ملا تھا اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ بھی کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ جب اس کی ضرورت ہو اسے فون کر لیا جائے۔''

ساحل نے متعجب نظروں سے حسنان کی طرف دیکھا ''اس قدر خطرناک معاملات سے ایک لڑکی کیسے نبز د آزما ہو سکتی ہے۔''

پروفیسر حسنان نے ٹھنڈی آہ بھری اور معنی خیز انداز میں بولے۔ ''یہ معاملات جسمانی طاقت سے نہیں ذہانت سے لڑے جاتے ہیں۔ پرسوں جمعہ کے روز ہم ایک ہی گھر میں ان چاروں کی آخری رسومات ادا کر لیتے ہیں۔ میں مس عمارہ کو اطلاع دے دوں گا۔''

ظفر نے اثبات میں سر ہلایا ''ٹھیک ہے ہمیں سب سے بات کرنی ہوگی، ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔'' تقریباً ایک گھنٹہ وہ سب گفت و شنید میں مصروف رہے پھر عارفین اور حسنان وہاں سے چلے گئے۔

حسنان کے جانے کے بعد ظفر نے فون کر کے خیام، فواد اور حوریہ کے والدین کو کل اپنے گھر آنے کے لیے کہا۔

ظفر کے گھر اکٹھے ہو کر باہم مشورے سے سب نے یہ طے کیا کہ ظفر کے گھر ہی سارا انتظام کیا جائے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس طرح سسکنے اور تڑپنے کے بجائے اپنے بچوں کی اموات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی آخری رسومات ادا کر دی جائیں۔

ویسے بھی خدا کے احکامات میں بے پناہ راز پوشیدہ ہیں، تدفین و تکفین کی خاص رسومات کے بعد لواحقین کی خدا کی طرف سے ڈھارس مل جاتی ہے۔ بروز جمعہ ظفر کے گھر میں رونے کی بین کرنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ عزیز و اقارب بھی جمع تھے۔ جان پہچان والے لوگوں میں جس جس کو فواد،

حوریہ، وشاء اور خیام کی اموات کا پتہ چل رہا تھا وہ غمزدہ ہو کے چلے آ رہے تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا ظفر کے گھر پر۔ لوگ دریوں پر بیٹھے تسبیحات اور قرآن پاک پڑھنے میں مصروف تھے۔

اس ساری صورت حال کا علم زرغام کو ہو چکا تھا۔ وہ بے چینی سے اپنے گھر کے لان میں ٹہل رہا تھا۔ پھر درخت کے قریب کھڑے ہو کے کسی سے باتیں کرنے لگا شاید نہ دکھائی دینے والے لطیف جسم سے۔ ''پہلے ہی میں خیام کی وجہ سے پریشان ہوں اوپر سے یہ ان چاروں کی اموات کی آخری رسومات، اس کا اثر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ ان چاروں کے گھر والوں کو موت کی نیند سلا دوں مگر ابھی وقت نہیں۔ سب سے پہلے تو میں ظفر اور ساحل کو ٹھکانے لگاؤں گا، ابھی میری ساری توجہ خیام کی طرف ہے۔۔۔ تم کسی بھی طریقے سے خیام کا پتہ لگاؤ ورنہ میری ساری محنت رائیگاں جائے گی۔''

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے کی طرف بڑھا اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے دراز سے پتھروں کی انگوٹھیاں نکالیں اور تیزی سے اپنی ساری انگلیوں میں پہن لیں اور بیڈ پر بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس کے شیطانی دماغ نے کچھ طے کیا اور وہ نہانے کے لیے باتھ روم چلا گیا۔

فواد، حوریہ، وشاء اور خیام کے گھر والوں کے آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ ایک سال سے درد و غم کا رکا ہوا آتش فشاں لاوا برسا رہا تھا۔ آج امید اور آس کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ سینے میں سوائے درد کے اور کچھ نہیں تھا۔ ایک دوسرے سے لپٹ لپٹ کر رو کے اپنا غم بانٹ رہے

تھے۔۔۔ مگر غم تھا کہ نڈھال کیے جا رہا تھا۔۔۔ ان کے گھروں کے چراغ بجھ گئے تھے، آنکھیں مایوسیوں کے اندھیروں میں ڈوب گئی تھیں۔

ان کے پیاروں کی میتیں بھی ان کے سامنے نہیں تھیں ایک دوسرے کے شانے پر سر رکھ کر رو کے وہ اپنے غم کا کچھ بوجھ کم کر سکتے تھے۔

باہر لان میں مردوں کے لیے بندوبست کیا گیا تھا اور اندر گھر میں زمین پر دریاں بچھا کے خواتین بیٹھی تھیں اور قرآن پاک پڑھنے میں مشغول تھیں۔ ظفر بھی دوسرے مردوں کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے میں مشغول تھا۔ ساحل بھی اس کے قریب بیٹھا تھا۔

ظفر کے موبائل کی رنگ بجی، اس نے موبائل سنا۔ ''جی بہتر میں باہر آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے موبائل بند کر دیا۔

''کس کا فون تھا۔'' ساحل نے تسبیح پڑھتے ہوئے پوچھا۔

''عمارہ کا فون تھا، وہی سائیکاٹرسٹ جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا وہ باہر آ گئی ہیں۔ میں انہیں گھر کی خواتین سے ملوا کے آتا ہوں۔''

ظفر نے اپنا پارہ میز پر رکھا اور چلا گیا۔ عمارہ ابھی تک گاڑی پارک کر رہی تھی۔ اس نے مناسب جگہ دیکھ کر گاڑی پارک کی اور پھر گاڑی سے باہر نکلی۔ 28 سالہ عمارہ دبلی پتلی اور انتہائی خوبصورت تھی۔ چہرے کی رنگت صاف اور نقوش تیکھے اور پر کشش تھے۔ اس نے ریزلائن قمیص اور ٹراؤزر کے ساتھ سکارف اوڑھا ہوا تھا۔ اس نے سکارف سے اپنے بال چھپا رکھے تھے سیاہ سکارف نے اس کی خوبصورتی کو بڑھا دیا تھا اس نے ظفر کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام! بہت شکریہ آپ کے آنے کا۔۔۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ شاید آپ ہمارے لیے وقت نہ نکال سکیں۔'' ظفر نے اس کے ہاتھ سے اس کا سامان لیتے ہوئے کہا۔

عمارہ نے ایک نظر پوری کوٹھی پر ڈالی اور پھر مسکراتے ہوئے گویا ہوئی ''میں اپنی زبان کی پکی ہوں، میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آؤں گی۔''

''آئیے میں آپ کو اندر کا راستہ دکھاتا ہوں۔'' ظفر اسے رخسانہ اور ایمن کے پاس لے گیا عمارہ، رخسانہ کے پاس بیٹھ گئی۔

ظفر نے رخسانہ سے کہا ''یہ عمارہ ہیں۔۔۔ میں تفصیل سے ان کے بارے میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔۔۔ فی الحال یہ ہماری مہمان ہیں'' یہ کہہ کر ظفر باہر چلا گیا۔

رخسانہ اور ایمن رو رو کے نڈھال تھیں۔ ان کی آنکھوں کے نیچے زخم بن گئے تھے۔ عمارہ نے ان کا حال دیکھا تو اس کی بھی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے میز سے پارہ لیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔
عارفین، حسنان اور ساحل کو ارد گرد کے ماحول پر نظر رکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔ وہ گھر سے باہر لان میں ٹہل رہے تھے۔ انہیں خاص تاکید کی گئی تھی کہ کوئی مشکوک شخص دیکھیں یا کوئی عجیب الخلقت مخلوق تو فوراً الرٹ ہو جائیں۔ وہ ایک ٹیم کی طرح کام کر رہے تھے ان کے موبائل ایک دوسرے سے منسلک تھے۔

عمارہ کے ہاتھ میں دسواں پارہ تھا۔ تمام خواتین قرآن پاک پڑھنے میں مشغول تھیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کی مسحور کن آوازوں نے فضا میں ایسا سکون سرایت کر دیا تھا کہ کسی کے بھی ذہن میں خوف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

عمارہ نے اپنا پارہ مکمل کیا تو اس نے رخسانہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ''جو غم دیتا ہے وہ مرہم بھی رکھتا ہے۔ حقیقت تو یہی تھی مگر آپ لوگوں نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں بہت وقت لگا دیا۔ شاید اگر یہ سب پہلے ہو جاتا تو وہ شیطانی طاقتیں اس قدر نہ بڑھتیں۔''

''آپ۔۔۔؟'' رخسانہ نے سوالیہ نظروں سے عمارہ کی طرف دیکھا۔

''میں ایک سائیکاٹرسٹ ہوں اور Exorcist بھی ہوں۔ میں زیادہ دعوے نہیں کرتی مگر جو کچھ بھی مجھ سے ہوسکا میں کروں گا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کا گھر دیکھ لوں۔''

''ہاں کیوں نہں، میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔'' رخسانہ اپنا پارہ میز پر رکھ کر کھڑی ہوگئ۔ عمارہ نے اپنے بیگ سے چھوٹی سی کتاب اور تسبیح نکالی۔ ''آپ مجھے صرف وشاء کا کمرہ دکھا دیں باقی میں خود دیکھ لوں گی۔''

رخسانہ، عمارہ کے ساتھ گئ اور اسے وشاء کے کمرے میں لے گئ۔ وشاء کے کمرے میں داخل ہونے پر عمارہ کے چہرے کے تاثرات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی اسے سب کچھ نارمل لگ رہا تھا۔ اس نے تسبیح پڑھنا شروع کی اور ساتھ پورے کمرے کا جائزہ لیتی رہی۔

رخسانہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''وشاء جو جو چیز جہاں جہاں رکھتی تھی۔ سب کچھ ویسے ہی ہے۔ ظفر بھائی نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

عمارہ نے سائیڈ ٹیبل سے ایک فوٹو فریم اٹھایا۔ رخسانہ نے عمارہ کے ہاتھ میں تصویر دیکھی تو تاسف بھرے انداز میں بولی۔ ''یہ ان چاروں کی تصویر ہے۔'' پھر اس نے تصویر پر انگلی رکھتے ہوئے بتایا۔

"یہ وشاء اور حوریہ ہیں اور یہ دونوں فواد اور خیام ہیں۔"

عمارہ نے وشاء کی تصویر پر انگشت رکھی۔ "میری معلومات کے مطابق وشاء، حوریہ اور فواد کو آپ لوگوں نے دیکھا ہے مگر خیام کو نہیں دیکھا" پھر اس نے خیام کی تصویر پر انگلی رکھی۔ "یہی خیام ہے؟"

رخسانہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں یہی خیام ہے۔"
"یہ تصویر میں اپنے پاس رکھ سکتی ہوں۔"
"رکھ لیں۔"
عمارہ نے تصویر فریم سے نکالی اور اپنے بیگ میں ڈال لی، پھر وہ رخسانہ سے مخاطب ہوئی۔ "اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو کچھ دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔"

رخسانہ اسے وشاء کے کمرے میں چھوڑ کر دوبارہ خواتین کے ساتھ بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگی۔ عمارہ، وشاء کے کمرے سے باہر آگئی اور تسبیح کا ورد کرتے ہوئے گھر کے باقی کمروں کا جائزہ لینے لگی۔ وہ پورے گھر میں پھری مگر اس نے ایسی کوئی غیر معمولی حرکت محسوس نہیں کی۔ ظفر اور حسنان گھر میں داخل ہوئے تو عمارہ پورچ میں کھڑی تھی۔

وہ عمارت کے قریب آئے۔ ''سب ٹھیک ہے۔''

''فی الحال تو آپ کے گھر میں کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں ہے مجھے ان چیزوں کا کوئی اثر بھی محسوس نہیں ہوا۔۔۔ مگر ان بدروحوں کا کوئی بھروسا نہیں۔۔۔ لیکن یہ تسلی رکھیں۔ گھر میں قرآن پاک پڑھا جا رہا ہے کوئی شیطانی مخلوق آپ کو ایذا نہیں دے سکتی۔۔۔ اس ناگہانی آفت سے نبرد آزما ہونے کے لیے جتنا ہو سکے قرآن پاک پڑھیں۔ میں شام تک ادھر ہی ہوں۔ آپ بلا خوف اپنی رسومات پوری کریں۔''

اس نے اپنے بیگ سے دو A-meter نکالے۔ ایک اس نے داخلی دروازے کے قریب پڑھے ہوئے گملے کے پیچھے نصب کر دیا اور دوسرا اس نے ظفر کر دیا ''اسے باہر لان میں کسی درخت کے ساتھ لگا دو، جونہی کوئی عجیب الخلقت مخلوق اس گھر میں داخل ہوگی A-meter کی سوئیاں ملنے لگیں گی۔''

اس کے کہنے پر ظفر نے باہر لان میں انار کے درخت کے ساتھ A-meter لگا دیا۔ عمارہ رخسانہ کے پاس آئی۔ ''خیام کی والدہ کہاں ہیں؟''

''وہ سامنے انگوری رنگ کے جوڑے میں جو خاتون ہیں وہ ماہین ہیں خیام کی والدہ۔۔۔'' رخسانہ نے انگلی سے اشارہ کیا۔

عمارہ ماہین کے پاس گئی۔ ماہین گٹھلیاں پڑھ رہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور اس کے ساتھ گٹھلیاں پڑھنے لگی ''آپ کیا پڑھ رہی ہیں۔''

''دوسرا کلمہ۔'' ماہین دھیمے سے لہجے میں بولی۔ عمارہ بھی گٹھلیوں پر دوسرا کلمہ پڑھنے لگی۔ ٹوکری میں پڑی ہوئی گٹھلیاں پڑھی گئیں تو عمارہ، ماہین سے مخاطب ہوئی۔ ''آپ خیام کی والدہ ہیں۔''

ماہین نے اثبات میں سر ہلایا۔ خیام کا نام سنتے ہی اس کی آنکھیں بھیگ گئیں، اس نے بھیگی آنکھوں سے عمارہ کی طرف دیکھا ''معذرت چاہتی ہوں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔''
عمارہ نے اپنی مہین سی آواز میں کہا ''کیسے پہچانیں گی میں آپ سے پہلی بار مل رہی ہوں۔ میرا نام عمارہ ہے، پروفیشن میں ایک سائیکاٹرسٹ ہوں مگر عاملہ بھی ہوں شاید میں آپ لوگوں کے کام آسکوں۔''
''اب کیا کسی نے ہمارے کام آنا ہماری تو دنیا ہی لٹ چکی ہے۔''

''اس حادثہ کے بعد کیا آپ کو کبھی خیام دکھائی دیا جس طرح باقی لوگوں نے وشاء، فواد اور حوریہ کو دیکھا۔''

ماہین کی نظریں کسی ایک جگہ پہ ٹھہر گئیں۔ ''سب کہتے ہیں کہ وہ چاروں دوست ایک ہی کڑی میں بندھے ہیں۔ خیام کو کسی نے نہیں دیکھا مگر سب کا کہنا ہے کہ خیام بھی ان تینوں جیسا ہوگا۔''

عمارہ نے ماہین کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور فضا میں نظریں گھمانے لگی ''اگر خیام ان جیسا نہیں ہوگا تو پتہ چل جائے گا اس کا ہمزاد اگر نیکی کے کاموں کا نمائندہ ہوا تو وہ یہاں ضرور آئے گا۔''

ماہین نے بے چین ہو کر عمارہ کا ہاتھ پکڑ لیا ''میں اسے دیکھ سکوں گی؟''

عمارہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا ''روح کو دیکھنا آتنا آسان نہیں ہوتا مگر کسی نہ کسی چیز کی غیر معمولی حرکت روح کی موجودگی بتا دیتی ہے۔''

یہ کہہ کہ عمارہ دوبارہ گٹھلیاں پڑھنے لگی

لان میں اشخاص کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ خواتین بھی کمروں میں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ ابھی مزید اور لوگ بھی آ رہے تھے۔ ساحل اور عارفین کی ڈیوٹی میں یہ بھی شامل تھا کہ گیٹ سے داخل ہونے والے لوگوں پر نظر رکھیں۔

لیکن یہ کام ان کے لیے انتہائی مشکل تھا۔ ظفر، وقار، زبیر اور توقیر کے جان پہچان والے سب ادھر ہی آرہے تھے جن میں سے زیادہ تر لوگوں کو ساحل اور عارفین نہیں جانتے تھے۔۔۔بس وہ اتنا ہی خیال رکھ رہے تھے کہ اگر کوئی مشکوک شخص نظر آئے تو چوکنا ہو جائیں۔

تقریباً ایک بجے کے قریب ایک بوڑھا شخص کوٹھی میں داخل ہوا۔ ساحل اور عارفین نے اسے بھی ان لوگوں کی طرح نظرانداز کیا جنہیں وہ جانتے نہیں تھے۔ وہ بوڑھا شخص دوسرے مردوں کے ساتھ دردی پہ بیٹھ گیا اور گٹھلیاں پڑھنے لگا۔

جس جگہ وہ بوڑھا شخص بیٹھا تھا، اس کے بالکل سامنے ساحل اور عارفین کرسیوں پر بیٹھے آپس میں کوئی بات کر رہے تھے۔ بوڑھے شخص کی نظریں ان دونوں پر ٹھہر گئیں۔ وہ اپنے دانے اٹھا رہا تھا اور پھینک رہا تھا مگر اس کی زبان پہ کوئی لغزش نہیں تھی اور کچھ نہیں پڑھ رہا تھا مگر اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے چینی تھی۔

ساحل نے تاسف بھرے انداز میں اردگرد کے ماحول پر نظر دوڑائی اور ٹھنڈی آہ بھر کر تھکے تھکے لہجے میں بولا "ہم کیسے ان شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کریں گے جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب اس قدر اذیت ناک ہے کہ اس کا خیال ایک پل کو سونے نہیں دیتا اور نہ جانے آگے کیا ہونے والا ہے۔ مادی وجود رکھنے والے حریف کو تو ہتھیار سے چھلنی چھلنی کیا جا سکتا ہے مگر یہ سفید ہیولے جو موت کے سائے بن کے ہمارے اردگرد منڈلا رہے ہیں انہیں کیسے ختم کیا جا سکتا ہے۔"

عارفین نے آسمان کی طرف دیکھا ''جنگ صرف ہتھیار سے نہیں لڑی جاتی۔۔۔جنگ تو جذبوں کی بھی ہوتی ہے۔۔۔قلم کی بھی۔۔۔تصورات کی بھی۔۔۔مگر ہر جنگ میں راہ رکھانے والی ذات اس پروردگار کی ہی ہے۔۔۔اس پر بھروسا رکھو۔ مایوسی ہمت توڑتی ہے۔ خدا پر بھروسا ہی راہ دکھاتا ہے۔ ہمیں بھی کوئی نہ کوئی راہ مل جائے گی۔ جس سے ہم ان بدروحوں سے نجات حاصل کر سکیں گے۔'' ساحل اور عارفین کی نظر اس بوڑھے شخص کی طرف نہیں تھی۔

بوڑھا شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر ایسی جگہ پر بیٹھا جہاں سے ہال کا داخلی دروازہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ہال میں خواتین بیٹھی تھیں۔ ساحل عارفین سے باتیں کر رہا تھا اور عارفین خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی نظریں A-meter کی طرف تھیں۔ A-meter کی سوئیاں بالکل ساکن تھیں۔ اچانک ہی A-meter کی سوئیاں جنبش کرنے لگیں۔

عارفین کے دل کی دھڑکن یک تیز ہوگئی اس نے ساحل کے شانے کو جھٹکا دیا اور A-meter کی طرف اشارہ کیا۔ ساحل نے جنبش کرتی ہوئی سوئی کی طرف دیکھا تو اس نے موبائل نکالا اور فوراً عمارہ کو فون کیا۔

عمارہ نے فون سنا اور آہستگی سے بولی ''ٹھیک ہے تم ظفر اور حسنان کو بتا دو اور بہت محتاط ہو کے ارد گرد کے ماحول پر نظر رکھو۔'' یہ کہہ کر عمارہ نے موبائل بند کر دیا۔

وہ تیز تیز قدموں سے ہال کے داخلی دروازے کی طرف بڑھی۔
وہ اس جگہ پہنچی جہاں A-meter لگا تھا A-meter کی سوئیاں جامد تھیں۔ اسے اس بات کی تسلی ہوئی۔ مافوق الفطرت مخلوق جس کا اشارہ باہر ہوا ہے وہ ابھی ہال میں داخل نہیں ہوئی۔

مشکوک بوڑھا شخص اپنی جگہ پر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اسے کوئی خاص اطلاع مل گئی ہے۔ وہ تیز قدم چلتا ہوا لوگوں کے بیچ میں سے نکلتا ہوا ٹینٹ سے باہر آ گیا۔

اس کی متلاشی نگاہیں چاروں اور گھومنے لگیں۔ اس وقت وہ لوگوں کی نظروں سے بے نیاز بے خوف و خطر کسی کی تلاش میں تھا۔ وہ کسی جوان کی طرح مستعد تھا۔ ایک دم سے اس کے بوڑھے جسم میں کسی نوجوان جیسی توانائی اور پھرتی آ گئی تھی مگر وہ ابھی تک کسی کی نظر میں نہیں آیا تھا۔ وہ بار بار اپنی جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتا جیسے اس کے پاس کوئی ہتھیار ہو مگر ارد گرد لوگوں کی موجودگی میں وہ کچھ کر نہیں کر پا رہا تھا۔
دروازے کے قریب ہی وہ کھڑی تھی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی سب سے بڑی قوت اس کا خدا پر بھروسا اور حوصلہ ہی تھا ورنہ اس طرح کے معاملات کا اس کے پاس کوئی خاص تجربہ نہ تھا۔

وہ جس طرح بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ عورتوں کی نظریں اس پر ٹھہر گئی تھیں۔ ان میں سر گوشیاں ہونے لگی تھیں۔

ماہین اور رخسانہ اس کے پاس آئیں۔ ''خیریت ہے۔۔۔'' رخسانہ نے پوچھا۔

عمارہ کے چہرے سے پریشانی صاف عیاں ہو رہی تھی اس نے نفی کے انداز میں سر ہلایا۔ ''نہیں خیریت نہیں ہے۔ باہر A-meter کی سوئیاں بتا رہی ہیں کہ کوئی غیبی مخلوق لان میں موجود ہے۔ شاید گھر کے دوسرے حصوں میں بھی ہو۔''

پھر اس نے گملے کے پیچھے لگے ہوئے A-meter کی طرف اشارہ کیا، اگر وہ غیبی مخلوق اس کمرے میں داخل ہوئی تو اس کی سوئیاں جنبش کرنے لگیں گی۔

ماہین اور رخسانہ کی خوف سے آنکھیں پھیل گئیں۔ ''اب کیا ہوگا، اگر ان شیطانی طاقتوں نے ادھر حملہ کر دیا تو یہاں تو لوگوں کا ہجوم ہے۔ ہم کیسے لوگوں کو ان بدروحوں سے بچائیں گے۔''

رخسانہ کے لہجے میں بھی کپکپاہٹ تھی۔ عمارہ نے تسبیح پڑھتے ہوئے ایک نظر رخسانہ کی طرف دیکھا ''اس طرح کی باتیں کر کے آپ میرا حوصلہ کم نہ کریں بس دعا کریں۔ سورۃ الناس پڑھیں وہ شیطانی مخلوق ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ ویسے بھی یہ ضروری نہیں کہ وہ غیبی مخلوق شیطانی مخلوق ہی ہو۔''

اس دوران میں A-meter کی سوئیاں جنبش کرنے لگیں۔ کپکپاہٹ کا جھٹکا رخسانہ کے وجود سے گزر گیا اور ماہین بھی خوف سے جیسے پتھر کی ہوگئی۔ عمارہ نے فوراً ظفر کو فون کیا۔ چند ساعتوں میں ہی ظفر اور حسنان ہال میں پہنچ گئے۔

توقیر اور وقار گھر کے دوسرے حصوں میں چلے گئے۔ وہ سب پورے گھر میں تقسیم ہو گئے ابھی تک غیبی مخلوق کا بس اشارہ ملا تھا مگر کوئی عجیب حرکت سامنے نہیں آئی تھی۔ ظفر عمارہ کے پاس آیا تو عمارہ نے گھبراہٹ سے کہا ''وہ غیبی مخلوق ہال میں داخل ہوگئی ہے۔''

''ہمت سے کام لیں، عورتوں پر نظر رکھیں ہم دونوں ادھر ہی ہیں۔''

عورتوں تک یہ بات پہنچ گئی۔ ان میں خوف وہراس پھیل گیا۔ بوڑھا شخص تیزی سے ہال کی طرف بڑھنے لگا تو ساحل کی نظر اس پر پڑ گئی۔ ساحل تیزی سے اس کی طرف بڑھا ''باباجی آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''اندر میری بیوی ہے، اسے بلانا تھا۔''

''آپ اپنی بیوی کا نام بتائیں، میں بلالاتا ہوں۔'' یہ کہتے ہیں ساحل نے اسے قریب سے دیکھا تو اسے بوڑھے کا چہرہ مصنوعی سا لگا۔ اس نے بہت ہوشیاری سے اس کے چہرے پر چٹکی بھر دی۔ بوڑھے نے ساحل کا ہاتھ پیچھے کیا تو اس کے چہرے کا ماسک ساحل کے ہاتھ میں آگیا۔ زرغام بے نقاب ہوگیا۔

زرغام برقی سرعت سے وہاں سے بھاگا، ساحل اس کے پیچھے بھاگنے لگا۔ زرغام لوگوں کو دھکیلتا ہوا، گرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔ساحل بھی لوگوں کو دھکیلتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے ساحل کے لیے اسے پکڑنا مشکل تھا لیکن وہ ساحل کی نظروں سے دور نہیں گیا تھا۔ ساحل مسلسل اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

پھر اچانک ہی وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ''اوہ شٹ'' ساحل نے درخت سے مکا ٹکرایا۔ وہ کچھ دیر تک اسے ڈھونڈتا رہا پھر اسے ہال کا خیال آیا کہ خواتین کسی مشکل میں نہ ہوں۔ وہ تیزی سے واپس ہال کی طرف بڑھا۔ اندر ہال میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ ساری خواتین کو جیسے سانپ سونگھ گیا ظفر، وقار احمد اور عارفین بھی اندر ہال میں ہی تھے۔ باقی ساتھی باہر لان میں تھے۔ عمارہ ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھتے ہوئے ہال میں گشت کر رہی تھی۔ پھر وہ ہال کے وسط میں کھڑی ہو گئی اور اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے چلائی 'کون ہو تم، ہمارے سامنے آؤ۔۔۔''

عمارہ نے یہ بات تین بار دہرائی مگر سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے لمبا سانس کھینچا اور ایک بار پھر بلند آواز میں بولی۔ ''میں جانتی ہوں کہ تم یہاں ہال میں موجود ہو اگر سامنے نہیں آنا چاہتے تو ہمیں اپنی موجودگی کا ثبوت دو۔۔۔''

ہال کی چھت پر لگا ہوا کرسٹل کا فانوس بری طرح جھولنے لگا۔ جو خواتین اس فانوس کے نیچے تھیں، وہ تیزی سے وہاں سے پیچھے ہٹ گئیں۔ فانوس زوردار دھماکے کے ساتھ زمین پر آگرا۔ اس پر لگی کرسٹل کی گولیاں دور دور تک بکھر گئیں۔ عورتیں چیختی چلاتی ہال سے باہر بھاگنے لگیں عمارہ انہیں

روکنے کی کوشش کرتی رہی۔ ''آپ اس طرح باہر نہ جائیں باہر بھی آپ کی جان کو خطرہ ہے آپ اسی جگہ پر رہیں تو میں آپ کی جانیں بچانے کی کوشش کروں گی۔''

مگر عورتیں عمارہ کی بات سننے کو تیار نہیں تھیں۔ پانی کے ریلے کی طرح باہر نکلتی عورتوں میں کب زرغام اندر گھس آیا کسی کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کچھ خواتین نے عمارہ کی بات سمجھ لی اور وہیں رک گئیں۔ زرغام بے خوف سب کے سامنے آگیا اس نے اپنی جیب سے لوہے کی چمٹی نکالی۔

''کون ہو تم۔۔۔؟'' ساحل اشتعال میں زرغام کی طرف بڑھنے لگا تو ظفر نے اس کا ہاتھ پکڑلیا۔ ''وہ جو کوئی بھی ہے کرنے دو وہ جو کر رہا ہے۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو وہ ہماری دسترس سے باہر نہیں ہے۔'' وہ لوہے کی چمٹی کو مختلف زاویوں میں حرکت دینے لگا۔

ایک خاص سمت کی طرف وہ لوہے کی چمٹی اپنے آپ بجنے لگی۔ زرغام نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔ اس نے جلدی سے اس ڈبے سے چٹکی بھر راکھ نکالی اور اسے اس سمت میں اچھال دیا۔

چمٹی بجنا بند ہوگئی اور اس کا رخ خود بخود دوسری جانب ہوگیا اور وہ پھر سے بجنے لگی۔ زرغام نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس سمت میں راکھ اچھال دی۔۔۔ راکھ کے ذرات میں غیر مرئی وجود ظاہر ہوگیا۔

ماہین چیخ اٹھی "خیام! میرا بیٹا۔۔۔" فضا سے راکھ جھڑتے ہی وہ روحانی جسم غائب ہوگیا۔ زرغام نے پھر اپنی چمٹی کو حرکت دی اور خیام کی موجودگی ظاہر ہونے پر اس نے مٹھی بھر راکھ ہوا میں اچھال دی۔ خیام کا ہوا میں معلق روحانی جسم ایک بار پھر ظاہر ہوگیا۔ اس بار اس کی نظریں ماہین کی طرف تھیں۔ چہرے پر وفا کے احساسات اور آنکھوں میں چاہت کی تڑپ تھی۔ ماں کو سامنے دیکھ کر وہ زرغام جیسے حریف کو بھول گیا تھا۔

ماہین جذبات کی رو میں بہتی ہوئی اس سپید سائے کی طرف بھاگی جو چند ساعتوں میں ہی غائب ہوگیا۔ وقار احمد آگے جا کے اسے لے آیا۔ "خود پر قابو رکھو۔ تمہاری غفلت سب کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔"

زرغام تفتیش میں اپنے اصل روپ میں آگیا۔

"جن طاقتوں پر تجھے اتنا گھمنڈ ہے یہ میری ہی دی ہوئی ہیں مجھ سے آنکھ مچولی نہ کھیل اگر واقعی طاقتوں کا حامل ہے تو آ مجھ سے مقابلہ کر۔" ہوا میں ایک روشنی کی شعاع ظاہر ہوئی اور چھت کی طرف بڑھتی ہوئی غائب ہوگئی۔

زرغام سمجھ گیا کہ خیام نے اس کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ وہ ہال کے دروازے کی طرف بھاگا اور ہال سے باہر نکل کر کھلے میدان میں کھڑا ہوگیا۔ روشنی کی شعاع ایک بار پھر ظاہر ہوئی اور زرغام کے

سامنے زمین کی طرف بڑھتی ہوئی خیام کے وجود میں تبدیل ہو گئی۔ اطراف میں کھڑے ہوئے لوگ چیختے چلاتے پیچھے ہٹنے لگے۔ ہال میں موجود تمام لوگ باہر آ گئے۔

یہ سنسنی خیز منظر دیکھ کر لوگ خوف زیدہ ہو گئے۔ بیٹے کو سامنے دیکھ کر ماہین اور وقار احمد تڑپ کر رہ گئے۔ عمارہ نے تذبذب سی کیفیت میں ساحل کی طرف دیکھا ''یہ سب کیا ہو رہا ہے یہ دوسرا شخص کون ہے ہم ان دونوں میں سے کس کو اپنا دوست سمجھیں۔''

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال آج بہت بڑے راز سے پردہ ہٹ جائے گا۔''
زرغام نے قہقہہ بلند کیا ''مجھے پوری امید تھی کہ تم مجھے یہاں ضرور ملو گے۔ تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔۔۔ ورنہ تم میرے اشاروں پہ چلنے پر کبھی انکار نہ کرتے۔''

''میرا راستہ وہ نہیں جو تو نے وشاء، فواد اور حوریہ کو دکھایا تھا میرا ہمزاد مسخر کر کے بے شک تم نے مجھے بہت سی طاقتیں دی ہیں مگر مجھ پر تیرا عمل الٹا ہو گیا میرے ساتھ جو روحانی طاقتیں ہیں وہ شیطانی نہیں ہیں۔ مجھے رب نے تیری موت کے لیے چنا ہے شاید اسی لیے مجھ سے میرا مادی وجود لے لیا ہے۔''

زرغام نے تمسخرانہ انداز سے خیام کے روحانی جسم کو دیکھا جس میں سے آر پار کی چیزیں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

''اگر مجھ سے مقابلہ کرنا ہے تو مادی وجود میں آؤ۔۔'' خیام نے مسکراتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں جوڑا اور اپنی پیشانی پر رکھ لیا۔ وہ ایک بھیانک بھیڑئیے کی صورت اختیار کر گیا ایسا بھیڑیا جس کا جسم تو انسان جیسا تھا مگر اس کی بالوں والی جلد اور چہرہ بالکل بھیڑئیے جیسا تھا۔ زرغام نے بھی وہی عمل دہرایا اور ویسا ہی روپ دھار گیا۔ دو خونخوار بھیڑئیے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔

لوگوں نے خوفزدہ ہو کر بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ ظفر کے گھر سے جلد از جلد باہر نکلنا چاہتے تھے لوگ اپنی اپنی سواریوں میں برقی سرعت سے وہاں سے نکل گئے۔ تھوڑے سے لوگ جو بچ گئے تھے وہ دہشت سے ایک دوسرے سے چپکے کھڑے تھے۔

دو خون آشام بھیڑئیے دھاڑتے ہوئے اپنے لمبے لمبے نوکیلے دانت ایک دوسرے کے جسم میں پیوست کر رہے تھے۔ ظفر نے ساحل سے اپنی پسٹل لانے کے لیے کہا ساحل جلدی سے اس کی پسٹل لے آیا اور اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس نے پینٹ کی جیب میں پسٹل ڈال لی اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ان خونخوار بھیڑوں کے قریب پہنچ کے ظفر نے اپنی پسٹل نکال لی اور بہت احتیاط سے لوگوں کے پیچھے چھپتے ہوئے اس نے اپنی پسٹل کا نشانہ سیٹ کیا۔ وہ بھیڑئیے بن مانسوں کی طرح

چھلانگیں مارتے ہوئے ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ وہ خنجر جیسے نوکیلے پنجوں سے ایک دوسرے کو زمین پر پٹختے۔

ظفر تذبذب سی کیفیت میں ساحل کی دیکھنے لگا۔ "پتہ ہی نہیں چل رہا کہ ان دونوں میں زرغام کون ہے۔"

ساحل نے ان کی پسٹل کی نال کو پیچھے کر دیا "آپ اپنی پسٹل جیب میں واپس ڈال لیں ہمیں زرغام کو زندہ سلامت پکڑنا ہو گا۔ "ایک خونخوار بھیڑیا ہوا میں اڑتا ہوا گھر کی چھت پر جا کھڑا ہوا۔ دوسرا بھی دھاڑتا ہوا ہوا میں اڑتا ہوا چھت پر چلا گیا اور پھر ان کی خوفناک جنگ شروع ہو گئی۔ فضا میں خوفناک غرغراہٹ اور دلخراش چیخیں گونجنے لگیں بالکل ایسے ہی جیسے ایک درندہ مارے تکلیف کے تڑپتا ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ساحل اور ظفر بے چینی سے انہیں ڈھونڈنے لگے مگر اب وہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ساحل دوڑتا ہوا پورا پورچ کی طرف بڑھا۔ وہاں گاڑیوں کی لمبی قطار تھی۔ وہ ظفر کی گاڑی میں کاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کی نظر کبھی بائیں اطراف کی گاڑیوں کی طرف جاتی تو کبھی بائیں طرف کھڑی گاڑیوں کی طرف جاتی۔ کچھ ہی دیر بعد زرغام زخمی حالت میں اسے گاڑیوں کے قریب نظر آیا۔ وہ سلور کلر کی کلٹس میں بیٹھا اور اپنی گاڑی پارکنگ

سے نکال کر وہاں سے نکل پڑا۔ ساحل نے فوراً اپنی گاڑی پارکنگ سے نہیں نکالی تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی گاڑی وہاں سے نکالی اور بہت ہوشیاری کے ساتھ زرغام کی گاڑی کے پیچھے لگا دی۔ وہ زرغام کا ٹھکانا جاننا چاہتا تھا جہاں پر رہ کے وہ یہ شیطانی کھیل کھیلتا تھا۔ زرغام کی گاڑی کے پیچھے ایک گاڑی تھی اس کے پیچھے ساحل کی گاڑی تھی۔ اس لیے زرغام کو شائبہ تک نہ ہوا وہ کافی دور تک زرغام کا پیچھا کرتا رہا۔

مگر اشارے کے لیے ٹریفک سگنلز پر گاڑیاں رکیں تو زرغام کو سائیڈ مرر سے ساحل کی گاڑی نظر آ گئی۔ گرین سگنل کا اشارہ ملتے ہی گاڑیاں دوڑنے لگیں زرغام انتہائی تیز سپیڈ سے وہاں سے نکل گیا ساحل نے دوسری گاڑیوں کو کراس کر کے گاڑی اس کے پیچھے لگا دی۔

CNG کی ریڈ لائٹ اشارہ دینے لگی کہ CNG ختم ہو گئی ہے۔ گاڑی پٹرول پر کرنی ہو گی ساحل نے گاڑی پٹرول پر کر لی مگر کچھ گڑبڑ ہو گئی گاری جھٹکے کھانے لگی اور پھر بند ہو گئی ساحل نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر گاڑی تو جیسے جام ہو گئی۔ اس نے اسٹیئرنگ پر زور سے ہاتھ مارا۔ ''اوہ میرے خدایا! یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔''

زرغام وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ عمارہ نے وہاں پر موجود مردوں اور خواتین کو تسلی دی ''آپ سب اطمینان سے بیٹھ جائیں خطرہ ٹل گیا ہے۔''

اس نے خواتین سے التماس کی کہ وہ ہال میں بیٹھ کر قرآن پاک پڑھیں۔ ''یہ قرآن پاک کی برکت ہی ہے کہ ہم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ہم سب محفوظ ہیں۔ آئیے ہم سب خدا کی عبادت کر کے دعا مانگتے ہیں کہ خدا ہمیں ان شیطانی طاقتوں سے بچنے کا راستہ بتائے۔''

رخسانہ اور ایمن نے بھی خواتین کو حوصلہ دیا اور وہ سب دوبارہ ہال میں بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنے لگیں۔ کوئی نہیں جان سکا کہ جیت خیال کی ہوئی یا زرغام کی۔ سب کے دل و دماغ میں بس تجسس بھرا خوف رہ گیا۔ بچنے کی راہ ملی بھی اور گم بھی ہو گئی۔ خیام کی جھلک دیکھنے کے بعد سے ہی ماہین کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ڈیپریشن سے اس کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا۔ وقار احمد نے اسے بیڈ پر لٹایا۔ اسے میڈیسن دی۔ عمارہ بھی ماہین کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے خلوص سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ''آپ پریشان کیوں ہو رہی ہیں۔ یہ بات تو آپ نے تسلیم کر لی تھی نا کہ خیام اب دنیا میں نہیں ہے مگر آپکو اس بات پر فخر ہونا چاہیئے کہ خیام کی روح نیک مقصد کی طرف مسخر ہے۔ وہ ان بدروحوں میں سے نہیں ہے جو لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی ہیں بلکہ شاید وہ ہم سب کے لیے مسیحا بن کے آیا ہے۔''

پھر عمارہ نے ساحل کی طرف دیکھا ''تم کہہ رہے تھے نا کہ ہم بغیر ہتھیار کے جنگ لڑ رہے ہیں اور ہمیں وہ راہ بھی معلوم نہ جس سے ہم دشمن تک پہنچ سکیں۔ اب ہمارے پاس ہتھیار بھی ہوں گے اور وہ راستے بھی جن سے ہم اپنے دشمن تک پہنچ سکیں گے میں دھیان گیان کے ذریعے خیام کی روح سے رابطہ کروں گی۔''

''تم روح کا نام لیتی ہو تو میرا کلیجہ کٹتا ہے میری آنکھوں میں میرا جیتا جاگتا خیام ہی بسا ہے۔ رب میری جان لے لیتا مگر میرے بیٹے کو کچھ نہ ہوتا۔'' ماہین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وقار احمد اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ظفر اور عمارہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے، وقار احمد نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''ناسمجھ عورت، خدا سے گلے کر رہی ہے۔ فواد، حوریہ، وشاء اور خیام تو حرام موت مرے ہیں۔۔۔ان کی موت خودکشی ہی ہے نہ ہی ان کی روحوں کو چین آئے گا اور نہ ہمیں۔''

ظفر نے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا ''ماہین تو عورت ہے کمزور ہے تم تو حوصلہ رکھو۔''

پھر ظفر، عمارہ سے مخاطب ہوا۔ ''تم جو بات کہہ رہی تھی وہ ٹھیک ہے لیکن میرے خیال میں ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ آج کے عمل کے بعد وہ روحیں ہمیں نقصان پہنچاتی ہیں یا نہیں۔ ہمیں انہیں خود سے چھیڑنا نہیں چاہیئے۔ اگر ہمیں ان کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو ہم کوئی اقدام کریں گے۔''

عمارہ تمسخر آمیز انداز میں مسکرائی ''روشنی کی رفتار سے سفر کرنے والی بدروحیں ہمیں اتنی مہلت نہیں دیں گی کہ ہم کوئی اقدام کر سکیں۔ آپ لوگ بس اتنا کریں کہ روزانہ قرآن پاک پڑھیں نماز باقاعدگی سے ادا کریں۔مجھے جو کرنا ہے وہ مین نے سوچ لیا ہے۔ جب بھی آپ کو کوئی خطرہ محسوس ہو آپ نے مجھ سے رابطہ کرنا ہے۔'' یہ کہہ کر عمارہ نے اپنا کارڈ ظفر کی طرف بڑھایا ''اس میں میرے کلینک کا بھی نمبر ہے اور گھر کا بھی۔''

ساحل، عمارہ کی طرف بڑھا ''آپ تو ابھی کچھ دیر رکیں گی نا۔۔۔''

''نہیں۔۔۔مجھے جانا ہوگا۔ میں نے ایک Patient کو وقت دیا ہے۔ وہ کلینک میں میرا ویٹ کر رہا ہوگا آپ لوگ مجھ سے ہر وقت رابطہ رکھیں جب کہیں گے، میں آجوءں گی۔ میں سمجھ سکتی ہوں کہ آپ لوگ کس قدر گمبھیر صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ اب میں چلتی ہوں۔''

عمارہ نے جاتے ہوئے پلٹ کر ساحل کی طرف دیکھا ''تم نے زرغام کا پتہ لگانا ہے ہمارا اس تک پہنچنا بہت ضروری ہے۔''

''اس شیطانی درندے کا پتہ تو میں ضرور لگاؤں گا۔ میں اور عارفین مل کر یہ کام کریں گے۔'' ساحل نے کہا۔

عمارہ وہاں سے چلی گئی۔ رخسانہ، ماہین کے پاس بیٹھ گئی اور اس کا سر دابنے لگی۔ رخسانہ کی اپنی بھی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ ان سب کا درد مشترک تھا۔

عمارہ کے والد فوت ہوئے نو برس ہو چکے تھے۔ وہ اپنی والدہ کا واحد سہارا تھی۔ ظفر کے گھر سے وہ سیدھی اپنے کلینک گئی۔ دو خواتین مریضہ اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ اس نے ان دونوں کو باری باری چیک کیا۔ فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنی اسسٹنٹ سے چائے منگوانے کو کہا۔ اس کی اسسٹنٹ عنبر اس کے لیئے چائے لائی تو عمارہ سر پکڑے بیٹھی تھی۔

خیریت ہے آپ پریشان لگ رہی ہیں۔'' عنبر نے پوچھا۔

عمارہ نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اپنی آنکھوں کے پپوٹوں کو دھیرے دھیرے سے دباؤ دیا اور اپنے سر کو کرسی کی پشت سے ٹکا لیا۔

''بہت پیچیدہ مسئلہ ہے، میں نے اپنی آٹھ سال کی پریکٹس میں ایسا مسئلہ handle نہیں کیا۔ مگر وہ خاندان اتنی مشکل میں ہے کہ میں ہر حال میں ان کی مدد کروں گی۔''

''آخر ایسا کیا معاملہ ہے؟''

''بتاؤں گی تمہیں۔۔۔ کیونکہ مجھے تمہاری مدد بھی چاہیئے ہوگی۔''

اسی دوران عمارہ کے گھر سے فون آگیا۔ اس کی والدہ رابعہ آن لائن تھیں۔

''جی امی جان۔۔۔'' عمارہ نے فون ریسیو کیا۔

'امی کی جان! تم نے پورے سات بجے گھر آجانا ہے۔۔۔ کسی مریض کو چیک نہیں کرنا۔۔۔ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری امی بالکل اکیلی ہوتی ہے۔''

عمارہ نے ہونٹوں کو چباتے ہوئے عنبر کی طرف دیکھا اور بھنوؤں کو اچکاتے سوچنے لگی کہ ماں کو کیسے مناؤں کہ آج اسے نو بجے تک کلینک میں ہی رہنا ہے۔ اس نے ہمت کرکے بات شروع کی۔

''امی جان! آپ کی بات درست ہے۔ میں پوری کوشش کرتی ہوں کہ سات بجے آپ کے پاس پہنچ جاؤں مگر کبھی کوئی ایسا مریض آجاتا ہے کہ رکنا پڑتا ہے آپ سے بڑی معذرت چاہتی ہوں۔ مجھے نو بجے تک کلینک میں رکنا ہوگا۔ میں گھر آکے آپ کو سب کچھ سمجھا دیں گی پلیز امی جان۔۔۔ آپ کے پاس ملازمہ ہے نا، آپ اسے نو بجے سے پہلے گھر مت بھیجنا۔''

''جو مرضی کرو، تمہارے پاس اپنی ماں کے لیے وقت ہی نہیں ہے۔'' رابعہ نے خفگی سے فون بند کر دیا۔

''امی۔۔۔'' عمارہ بس بولتی ہی رہ گئی۔ اس نے رسیور رکھا اور بک شیلف سے کوئی کتاب ڈھونڈنے لگی۔

اسے اپنی مطلوبہ کتاب مل گئی۔ وہ کتاب لے کر پڑھنے بیٹھ گئی۔ عنبر الماری کی کتابیں ترتیب سے رکھنے لگی تو عمارہ نے ترچھی نظر سے عنبر کی طرف دیکھا۔ ''تم ایسا کرو سٹور روم میں جتنی بھی ہمزاد سے متعلق کتابیں ہیں سب لے آؤ۔۔۔''

عنبر نے بھنوؤں کو اچکاتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمارہ کی طرف دیکھا ''ہمزاد۔۔۔؟ عمارہ باجی! آپ کس قسم کا کیس ہینڈل کر رہی ہیں۔''

''فی الحال میں نے جو تم سے کہا ہے وہ کرو، باقی باتیں میں تمہیں بعد میں سمجھا دوں گی۔'' عمارہ کتاب کے صفحات تیزی سے پلٹ رہی تھی شاید اسے وہ موضوع نہیں مل رہا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ عنبر کمرے سے جا چکی تھی اسے سٹور روم میں کتابیں ڈھونڈنے میں کافی وقت لگ گیا۔ عمارہ نے اتنی دیر میں بک شیلف سے دو کتابیں اور نکال لیں۔

عنبر دھول سے اٹی ہوئی چار کتابیں لے کر آفس میں داخل ہوئی تو عمارہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ عنبر خود دھول سے اٹی آثار قدیمہ کا کوئی مجسمہ دکھائی دے رہی تھی۔

''ہنس لیں آپ اتنا تو ہوتا نہیں کہ ملازمہ سے کہہ کے سٹور روم کی صفائی کروالیں۔''

اس نے ٹھپ سے دھول سے اٹی کتابیں میز پر رکھ دیں عمارہ بیزاری سے کھانسنے لگی۔ 'کتابیں تو صاف کر دیتیں، سارا ٹیبل گندا ہو گیا ہے۔ مجھے پکڑا دو میں صاف کر دیتی ہوں۔ تم جا کے اپنا حلیہ ٹھیک کرو۔''

عنبر وہاں سے چلی گئی۔ عمارہ نے کتابیں صاف کیں اور پھر ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عنبر بھی آگئی۔ عمارہ نے ایک کتاب عنبر کی طرف بڑھائی۔ ''تم یہ کتاب پڑھو، کوئی خاص بات نظر آئے تو مجھے بتانا۔'' عنبر بھی عمارہ کیس اتھ مطالعہ میں مصروف ہو گئی۔

عمارہ نے اپنا لیپ ٹاپ آن کیا اور خاص خاص معلومات جو اس نے کتابوں سے اکٹھی کیں، لیپ ٹاپ میں Save کرنے لگی۔

عنبر نے کتاب عمارہ کی طرف بڑھائی ''یہ دیکھو ہمزاد مسخر کرنے کا طریقہ۔''

عمارہ نے کتاب سامنے رکھی اور وہ معلومات بھی Save کرلی۔ اس نے کتاب عنبر کی طرف بڑھائی۔ ''اس کتاب میں ڈھونڈو کہ شیطانی عملوں میں سرگرم ہمزاد کو کس طرح قابو کیا جاسکتا ہے۔''

عنبر نے کتاب لی اور دوبارہ پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔ اس نے تقریباً ہر کتاب کا مطالعہ کیا مگر اسے ایسی کوئی معلومات نہ ملی۔ اس نے کتاب بند کی اور عمارہ سے مخاطب ہوئی ''تم نیٹ پر ڈھونڈو۔۔۔''

''نیٹ پر کام تو میں گھر جاکے بھی کرسکتی ہوں۔مجھے بس آفس کی کتابیں چیک کرنی ہیں۔''

عمارہ Keyboard پر انگلیوں کو جنبش دیتے ہوئے بولی۔ اسی مصروفیات میں کب اٹھ بج گئے پتہ ہی نہیں چلا۔ عمارہ اپنے کلینک کا چکر لگا کے دوبارہ آفس میں آکر بیٹھ گئی۔

عنبر نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا ''ہم دونوں اکیلے اس کلینک میں کیا کریں گے تم نے Reception والوں کو اور GateKeeper کو بھیج دیا ہے۔ یہاں تک کہ میڈیسنز کے سٹور میں بھی کوئی نہیں ہے۔''

عمارہ اپنی کرسی سے اٹھی اور دھیرے دھیرے سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی ''جو کام ہم نے کرنا ہے اس کے لیے تنہائی بہت ضروری ہے۔ تم نئی ہو اس لیے گھبرا رہی ہو تم نے تو اسی کمرے میں رہنا ہے بس یہ خیال رکھنا ہے کہ مجھے کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ کلینک کو کھلا دیکھ کر کوئی بھی آسکتا ہے۔۔۔اور پھر جو کام میں کرنے جارہی ہوں اس میں کوئی بھی گڑبڑ ہوسکتی ہے۔''

عمارہ نے اپنا کوٹ اتارا اور اپنا دوپٹہ سر پر اوڑھ لیا اسنے آفس کی دیوار میں لگا دروازہ کھولا اور اس کمرے میں داخل ہوگئی۔ جو اس نے خاص طور پر روحانی علاج کے لیے مخصوص کیا تھا۔

کمرے کی دیواروں پہ قرآنی آیات آویزاں تھی۔ کمرے میں کوئی الیکٹرک لائٹ آن نہیں تھی۔ بڑی کینڈلز پینل کے اور لکڑی کے اسٹینڈز پر لگی ہوئی تھیں۔ زمین پر بھی دائروں میں بے شمار دیے اور کینڈلز پڑی ہوئی تھیں کمرے میں خاص فرنیچر نہیں تھا۔
ایک دیوان سیٹ تھا اور ایک سنگل پلنگ جس پر مریض کو لٹا کے عمارہ روحانی اور نفسیاتی دونوں طرح کے علاج کرتی تھی۔ عمارہ کینڈلز جلانے لگی۔ عنبر اس کے کہنے کے مطابق اس دوسرے کمرے میں ہی بیٹھی تھی۔ کمرے میں کچھ روشنی ہوگئی تو عمارہ نے دروازہ بند کرلیا اور باقی کینڈلز بھی جلانے لگی۔
کمرے میں اس کی ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔

ساری کینڈلز جلانے کے بعد وہ دائرے میں پڑے ہوئے دیوں اور کینڈلز کی طرف آئی۔ اس نے دیے روشن کیے اور کینڈلز بھی جلا دیں۔ پورے کمرے میں موم بتیوں کی ملگجی سی پراسرار روشنی پھیل گئی۔
عمارہ موم بتیوں اور دیوں کی روشنی سے جگمگاتے ہوئے دائرے میں داخل ہوگئی اور پھر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے پاس ہی ایک شیشے کا گلاس اور تاش کے پتے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ایک نظر اس سامان کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرکے کچھ پڑھنے لگی۔ وہ کافی دیر تک اسی طرح کچھ پڑھتی رہی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اس نے زمین پر ایک چھوٹی سی شیٹ بچھائی۔ شیٹ پر کچھ زائچے سے کھینچے ہوئے تھے۔ اس نے شیٹ کے درمیان میں شیشے کا گلاس رکھ دیا اور اس کے چاروں طرف تاش کے پتے رکھ دیئے تاش کے پتوں کو اس نے اس طرح رکھا کہ Kings کی تصاویر اوپر تھیں اور تاش کے نمبر اور پان والی سائیڈ نیچے تھی۔

اسنے تاش کے پتوں کے اوپر اپنی انگلیاں رکھیں اور پتوں کے اوپر اپنی انگلیوں کو اس طرح حرکت دینے لگی گویا کہ وہ پیانو بجا رہی ہو۔ اس عمل کے ساتھ ساتھ وہ کچھ پڑھ بھی رہی تھی۔ اس کے عمل کے مطابق اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کی حرکت کے ساتھ تاش کے پتوں میں بھی حرکت ہونی چاہیئے تھی مگر تاش کے پتے ساکت ہی رہے۔ پھر اس نے الٹے رکھے ہوئے گلاس کے اوپر اپنی انگشت رکھی اور آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنے لگی وہ خاصی دیر تک اپنا خاص عمل پڑھتی رہی مگر گلاس میں بھی کوئی حرکت نہیں آئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور مبہوت نظروں سے گلاس اور تاش کے پتوں کی طرف دیکھنے لگی۔

'اس طریقے سے میں نے کئی بار روحوں سے بات کی ہے مگر آج کیا بات ہے میرا عمل کام نہیں کر رہا۔"

اس نے وہی سارا عمل دوبارہ دہرایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا آخر کار وہ مایوس ہو کے اٹھ گئی۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھول دیا اور ساری کینڈلز بجھا دیں۔ وہ بجھی بجھی سی کمرے سے باہر نکلی تو عنبر نے حیرت سے پوچھا "اتنی جلدی عمل ختم ہو گیا۔"

''بات نہیں بنی، سات دن کے بعد دوبارہ کوشش کروں گی۔ اب گھر چلتے ہیں۔'' عمارہ نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھا لیا۔

عنبر نے سکھ کر سانس لیا ''شکر ہے۔۔۔'' عمارہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

''پلیز اس طرح گھور کر مت دیکھو یوں لگتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی روح آگئی ہے۔'' عنبر نے آفس کا سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔

''بکواس بند کرو اور جلدی چیزیں سمیٹو۔'' عمارہ نے کہا اور پھر خود بھی اس کی مدد کرنے لگی۔

دونوں نے مل کر ساری چیزیں سمیٹیں اور پھر آفس بند کر کے دونوں گاڑی میں بیٹھ گئیں، عمارہ گاڑی ڈرائیور کر رہی تھی۔۔۔ وہ سارے راستے خاموش ہی رہی۔ اس نے پہلے عنبر کو ڈراپ کیا اس کے بعد اپنے گھر کے راستے کی طرف چل پڑی

اس کے ذہن میں سوچوں کا ایک جال سا بن گیا تھا جس میں وہ الجھی جا رہی تھی۔

عمارہ اپنے دھیان میں گاڑی چلا رہی تھی کہ اچانک اس کا ذہن سو گیا۔۔۔ اس کے اعصاب جیسے کسی اور کے ذہن کے تابع ہو گئے۔ اس نے گاڑی کسی اور سمت موڑ لی۔

شہر کی آبادی سے دور اس کی گاڑی دھول اڑاتی ہوئی کچی زمین میں رک گئی۔ خواب سے بیدار ہونے جیسی کیفیت میں اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔

اس نے اپنے چاروں اور دیکھا تو خوف و تھرتھراہٹ کی جھرجھری اس کے پورے وجود سے گزر گئی۔ وہ قبرستان میں تھی۔ اس نے اسٹیئرنگ پر رکھے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا ''میں یہاں کیسے آگئی۔۔۔''

اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور ریورس گیئر لگایا مگر اس کے ذہن میں خیال سا ابھرا۔ ''کہ کوئی طاقت ہے جو اسے یہاں تک لائی ہے اسے کچھ دیر یہاں رکنا چاہیئے۔''

اس نے گاڑی روک لی اور گیئر نارمل کرتے ہوئے ہینڈ بریک کھینچ لیا۔ وہ گاڑی سے اتری تو ایک بار پھر قبرستان کے خوفناک سناٹے نے اس کے قدم روکے۔

اس نے حوصلے کا لمبا سانس کھینچا اور چل پڑی۔ قبرستان میں خوف سے تھرتھراتی خاموشی، گمبھیر تاریکی اور چھوٹے چھوٹے جانوروں کی سناٹے کو چیرتی ہوئی بری بری آوازیں گونج رہی تھیں۔

چاند کی چودھویں رات تھی۔ اتنی روشنی تھی کہ عمارہ باآسانی چل سکتی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی مگر اسے ابھی اس کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی تھی۔ وہ فضا میں سہمی سہمی نظریں گھماتے ہوئے دھیرے دھیرے چل رہی تھی۔ تنگ کچا راستہ تھا جس کے دونوں اطراف قبریں تھیں۔۔۔ وہ بہت احتیاط سے چل رہی تھی۔ وہ ذہنی طور پر کسی بھی پراسرار قوت کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھی جو اسے یہاں تک لے آئی تھی۔

اسے کسی لڑکی کے چیخنے کی آواز آئی۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ لمبے لمبے سانس لیتی ہوئی بوکھلائی ہوئی بولی ''کون ہے وہاں۔۔۔؟''

وہ آواز قبرستان کے دائیں جانب سے آئی تھی۔ وہ دائیں جانب کی قبروں کی طرف بڑھنے لگی۔ اس جگہ چلنا بہت مشکل تھا۔ قبریں بہت قریب قریب تھیں اس کا پاؤں کبھی کسی قبر پر اور کبھی کسی قبر پر رکھا جاتا۔

وہ اپنے قدموں کو سکیڑ کر احتیاط سے چلنے لگی۔ کافی دیر چلنے کے بعد اسے ایک قبر دکھائی دی جس کے اوپر چراغ جل رہا تھا۔ اس قبر کے آس پاس کافی کھلی جگہ تھی۔ وہ قبر عمارہ کی توجہ کا مرکز بن گئی وہ اس قبر کے قریب گئی۔ قبر کے اوپر تازہ پھول کی پتیاں تھیں۔

اس نے پھول کی پتیوں کو ہاتھ میں لیا ''لگتا ہے کہ یہ قبر آج ہی بنی ہے۔ مگر لڑکی کے چیخنے کی آواز کہاں سے آئی تھی۔''

یہ سوال اس کے ذہن میں گونج ہی رہا تھا کہ لڑکی کی چیخ کی آواز ایک بار پھر اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس بار وہ آواز اس کے پیروں کے پاس سے زمین سے آرہی تھی۔

وہ لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے اپنے قدموں کو پیچھے سکیڑنے لگی کہ اچانک اس کے قدموں کے قریب زمین کے نیچے سے درجنوں بلیاں نکلنے لگیں۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہو رہا تھا کہ سمجھ نہیں آرہا

تھا کہ یہ بلیاں زمین سے سوراخ کر کے نکل رہی ہیں یا زمین سے ابھر رہی ہیں وہ خونخوار بلیاں اس پر جھپٹ پڑیں۔ عمارہ سر کے بل زمین پر گر پڑی۔ بلیوں کے ناخن چھری کی دھار جیسے تیز تھے۔

کچھ بلیاں اس کے پیروں کو چمٹی ہوئی تھیں کچھ اس کے بازوؤں پر اور دو بلیاں اس کی گردن پر جھپٹ پڑیں۔ عمارہ نے اپنے بازوؤں پر چمٹی بلیوں کو جھٹکے سے دور پھینکا اور اپنے گلے میں چمٹی ہوئی بلیوں کو ہاتھوں سے کھینچنے لگی۔ اس کے گلے سے خون بہنے لگا اور پاؤں بھی زخمی ہو گئے۔

عمارہ ساتھ ساتھ خاص آیتیں پڑھنے لگی، آہستہ آہستہ وہ خونخوار بلیاں غائب ہو گئیں۔
عمارہ کھانستی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ اس کے جسم کے سارے زخم اس طرح بھر گئے تھے گویا کہ زخم لگے ہی نہ ہوں۔ اس نے سہمی سہمی نظروں سے اپنے اردگرد دیکھا اور اسی جگہ یوگا کے سٹائل میں آلتی پالتی مار کے اپنے بازوؤں کو گھٹنوں سیدھا کر کے اپنی بڑی انگلی اور انگوٹھے کو آپس میں جوڑلیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اس سے پہلے کہ اس پر کوئی اور حملہ ہوتا اس نے دھیان لگانا شروع کر دیا۔

اس نے اپنی کمر اور سر کو سیدھا کیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس نے اپنا سارا دھیان اپنی سانسوں کی طرف کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہو گئی اور روحانی دنیا میں داخل ہو گئی۔ اس کا مادی وجود بے وقعت ہو گیا اور لطیف وجود حرکت میں آ گیا۔ اس نے اپنے من کی آواز

سے کسی سے بات کی ''تم جو کوئی بھی ہو، میرے سامنے آؤ۔ مجھ سے بات کرو اس طرح چھپ چھپ کر مجھ پر وار نہ کرو۔۔۔میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

عمارہ کی آنکھیں بند تھیں مگر اس کی وجدانی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ جس جگہ بیٹھی تھی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی اس بات کے جواب میں کوئی سامنے نہیں آیا۔ اس نے ایک بار پھر سب کچھ ایسے ہی دہرایا۔

اس کے سامنے درخت سے ایک شعاع زمین کی طرف بڑھی اور پھر وہ شعاع خیام کے روحانی وجود میں تبدیل ہو گئی۔ ایسا روشنی کا وجود جس سے اس کے پیچھے کی چیزیں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔۔۔جس سے آر پار جایا جا سکتا تھا۔ عمارہ دھیرے سے مسکرائی۔ ''اچھا تو یہ تم ہو۔۔۔'' خیام تمسخرانہ انداز میں مسکراتا ہوا عمارہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔
''مجھ پر اس طرح حملہ کرانے کا مقصد۔۔۔؟'' عمارہ نے سوال کیا۔

خیام ابھی بھی تمسخرانہ انداز میں عمارہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عمارہ نے اپنا سوال پھر دہرایا ''مجھ پر حملہ کیوں کرایا۔''

خیام نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا "آپ اس چھوٹے سے واقعے کو حملہ کیوں کہہ رہی ہیں۔۔۔میں تو صرف دیکھ رہا تھا کہ جس لڑکی نے زرغام سے مقابلہ کرنے کی ٹھانی ہے وہ کتنی حوصلہ مند ہے۔"

عمارہ نے اپنی سانسوں کی مشق جاری رکھی "میں حوصلہ مند ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ بس ایک ارادہ لے کر نکلی ہوں اور پرامید ہوں کہ خدا میرا ساتھ دے گا۔ کوشش ہے اور تمہارے لیے بس اتنا ہی بتا سکتی ہوں کہ مجھے اپنی زندگی پیاری نہیں۔ نیک مقصد کے لیے جان چلی جائے تو چلی جائے۔ تم بتاؤ کہ زرغام کے خلاف اس جنگ میں ہمارا ساتھ دو گے۔"

خیام کچھ دیر کے توقف کے بعد بولا "میں تو اس میدان جنگ میں اس وقت سے ہوں جب آپ نہیں آئی تھیں۔ میں زرغام کے خلاف کیسے لڑتا ہوں کیسے نہیں۔ یہ کسی کو معلوم نہیں ہو گا۔ یہ نیک ہمزاد کی شیطان ہمزاد سے جنگ ہے۔ آپ سے میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے آپ اور آپ کی ٹیم کی ہر لمحے کی خبر ہے جس وقت آپ کو میری ضرورت ہو گی میں خود آ جاؤں گا۔۔۔آپ مجھے بلانے کی کوشش مت کرنا۔"

"کیوں۔۔۔؟" عمارہ نے پوچھا۔

''روحانی دنیا بہت پیچیدہ ہے، رازوگیان کی باتیں آپ نہیں سمجھ سکتیں۔ آپ اب گھر جائیں۔'' یہ کہہ کر خیام غائب ہوگیا۔

عمارہ نے بھی آنکھیں کھول لیں۔ وہ جلد از جلد قبرستان سے نکل گئی اور گھر کی طرف روانہ ہوگئی۔ چھ ماہ گزر گئے۔ سب دوست معمولات زندگی میں مصروف رہے۔ اس دوران کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوا۔ عمارہ نے بھی ان دوستوں کے ہاں کئی چکر لگایا مگر کسی غیبی مخلوق یا روحانی اجسام کی موجودگی کے کوئی اثرات نہیں ملے۔

ان سب کو ایک اطمینان سا ہوگیا کہ شاید وشاء، فواد، حوری کی روحیں آخری رسومات کے بعد کسی خاص مقام پر چلی گئی ہیں۔ ان کے دل و دماغ پر محیط ڈر ابھی ختم نہیں ہوا تھا لیکن انہوں نے خود فریبی کے احساس میں اپنا دھیان روزمرہ کے کاموں میں لگا لیا تھا۔ عمارہ انہیں یہی سمجھاتی تھی کہ وہ کبھی بھی لاپرواہ نہ ہوں وہ تین ہمزاد کسی بھی وقت دوبارہ ان کی زندگی میں آسکتے ہیں۔

مگر وہ جیسے ڈر کے احساس سے نکل کر دوبارہ اس میں مبتلا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ اتنے عرصے میں انہوں نے زرغام کا پتہ لگانے کی کوشش بھی نہیں کی۔

خیام کے منع کرنے کی وجہ سے عمارہ نے بھی اسے بلانے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بھی اپنے کلینک میں مصروف ہوگئی۔ عمارہ اپنے کلینک میں مصروف تھی۔ کوئی خاتون تھیں جو اپنے کسی نفسیاتی مسئلے

کے سلسلے میں آئی تھیں۔ عمارہ اس خاتون کی گفتگو بہ توجہ سے سن رہی تھی کہ اس کی دوست کا فون آیا۔

عمارہ نے فون سنا "میں ابھی مصروف ہوں کچھ دیر کے بعد خود فون کرلوں گی۔"

"پلیز فون بند نہ کرنا میں تمہارا زیادہ ٹائم نہیں لوں گی صرف تمہیں یہ بتانا کہ رومان ہوٹل میں مصوری کی نمائش ہے۔۔۔ سنا ہے کہ بہت اچھی پینٹنگز لگائی ہیں انہوں نے نمائش میں۔۔۔ شام چار بجے کا وقت ہے بس تم نے میرے ساتھ چلنا ہے۔"

عمارہ نے دوست سے معذرت کے ساتھ کہا "آج تو رات تک میرے پاس وقت ہیں ہے۔۔۔ تم کسی اور کو لے جاؤ۔"

اس کی دوست نے غصے سے فون بند کردیا۔ عمارہ نے خفیف سے انداز میں سر کو جھٹکا اور پھر اس خاتون کے ساتھ مصروف ہوگئی۔

رومان ہوٹل شہر کا مہنگاترین ہوٹل تھا اس لیے یہ نمائش بھی خاص تھی۔ باذوق لوگوں کے لیے جنہیں آرٹ سے خاص لگاؤ تھا۔ لوگ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس نمائش میں جانے کے لیے تیار تھے۔ نمائش کا وقت شام چار بجے سے لے کر رات دس بجے تک تھا۔

چار بجے تک تو ہوٹل میں دو یا تین لوگ ہی پہنچے تھے مگر آٹھ بجے ہال لوگوں سے فل تھا۔

نمائش میں تعلیمی اداروں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ شائقین بہت دلچسپی سے پینٹنگ دیکھ رہے تھے۔ پینٹنگز مختلف موضوعات کی عکاسی کر رہی تھیں کچھ کا مطلب صاف اور واضح تھا مگر کچھ تصاویر مخفی خصوصیات کی حامل تھیں۔ جنہیں دیکھ کر لوگ بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے ان میں زیادہ تر ایبسٹریکٹ آرٹ کا نمونہ تھی۔

چائے کا بندوبست ہوٹل والوں کی طرف سے تھا جس کے ساتھ sweets اور بیکری کی اشیاء تھیں۔ باقی لوگوں کی اپنی مرضی تھی وہ ہوٹل سے کچھ بھی آرڈر کر سکتے تھے۔ تین پینٹنگز خاص طور پر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔

ایک پینٹنگ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے فیشن کی عکاس تھی۔ جس کا عنوان ینگ ایج تھا۔ رنگوں کو مختلف زاویوں سے پھینک کر ایک لڑکی کا سراپا وجود ظاہر کیا گیا تھا۔ مصور کی تخلیقی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آرہی تھیں۔ دوسری پینٹنگ میں غروب آفتاب کا منظر تھا جس میں زندگی کی رعنائیاں دم توڑتی دکھائی گئی تھیں۔ کیسے سورج اپنی چلچلاتی روشنی سمیٹ کر بھیگی آنکھوں جیسی سرخی فضا میں بھر دیتا ہے۔ سرخی مائل سورج کا عکس جھیل پر پڑ رہا تھا گویا جھیل اس کی غم گسار تھی۔ نزدیک ہی ایک چھوٹی سی کٹیا تھی جس کے آس پاس سرکنڈے کی فصل تھی۔ اس نظارے میں خاس مقناطیسیت تھی۔

تیری خوبصورت پینٹنگ میں صبح کا منظر تھا۔ اس کلچر پینٹنگ میں گاؤں کا ماحول دکھایا گیا تھا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ پرندوں کے غول کے غول مستی میں مخمور محو پرواز تھے۔ تصویر بول نہیں سکتی مگر مصور نے فضا میں سروں کے نشان دے کر ظاہر کیا تھا کہ پر مسرت صبح پرندوں کی چہچہاہٹ سے بھرپور ہے۔ بھرے بھرے کھیتوں میں لوگوں کو اپنے کاموں میں مشغول دکھایا گیا تھا۔

خواتین بھی مختلف کاموں میں مشغول دکھائی گئی تھیں۔ اس نمائش میں دو اخباروں کے صحافی بھی موجود تھے جو ان پینٹنگ کی تصاویر لے رہے تھے۔ عمارہ کی دوست نوشی بھی اس نمائش میں موجود تھی۔
پانچ منزلہ عمارت کا یہ ہوٹل روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔

سب سے اوپر کی منزل بالکل خالی تھی وہاں باتھ روم اور سٹور روم کے علاوہ کوئی کمرہ نہیں تھا کھلی چھت میں خوبصورت پودوں کی بہترین کولیکشن تھی۔ چھت پر بے شمار گملے تھے۔ اس بلند بالا عمارت کے اس حصے سے شہر کا نظارہ بہت خوب دکھائی دیتا تھا۔ مگر رات کے اس پہر میں یہ حصہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔
ہوٹل کے نچلے حصوں میں لوگوں کی چہل پہل اور رونق تھی جبکہ اس حصے میں سناٹے کی سرسراہٹیں تھیں۔ صحافی مائیک لے کر نوشی کی طرف بڑھا ''آپ کا نام۔''
''میرا نام نوشی ہے۔''

''آپ کیا کرتی ہیں۔''

''جی میں بی کام کر رہی ہوں۔''

''بہت خوب۔۔۔ ہم ایکسپریس نیوز کے لیے ریکارڈنگ کر رہے ہیں۔ آپ کا اس نمائش کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

نوشی نے مسکراتے ہوئے کہا ''آج کی نمائش بہت زبردست ہے۔ مجھے ساری پینٹنگز ہی بہت اچھی لگی ہیں لیکن حامد صاحب اور وجاہت صاحب کی پینٹنگز منفرد ہیں۔ خوبصورتی کے ساتھ ساتھ ان میں ایک پیغام بھی ہے۔''

''آپ ہماری ٹیم کے ذریعے کئی پیغام لوگوں تک پہنچانا چاہتی ہیں۔''

نوشی نے کیمرے کی طرف دیکھا ''اس طرح کی exibitions منعقد کر کے ہمیں آرٹسٹوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے اس طرح نیا ٹیلنٹ بھی سامنے آئے گا بلاشبہ یہ لوگ بھی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے سرگرداں ہیں۔''

Thanks"۔۔۔" یہ کہہ کر expressnews کا نمائندہ دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے ان کی رائے معلوم کرنے لگا۔ نوشی کے موبائل کی رنگ بجی۔ نوشی نے موبائل دیکھا تو سکرین پر عمارہ کا نام تھا۔۔۔اس نے منہ بسورتے ہوئے کال کاٹ دی۔

عمارہ نے پھر نمبر ملایا۔۔۔نوشی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اس کا فون سنا "اب کیوں فون کیا ہے جب میں نے آنے کو کہا تو صاف انکار کر دیا۔"

عمارہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "اتنی جلدی خفا ہو جاتی ہو میں جونہی فارغ ہو جاؤں گی تھوڑی دیر کے لیے آجاؤں گی۔"

"ہاتھ لگانے آؤ گی تو ایسے آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"ابھی مریض بیٹھے ہیں، میں کوشش کروں گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے میں ایک گھنٹے تک ادھر ہوں اگر تم آگئی تو ٹھیک ہے ورنہ میں گھر چلی جاؤں گی۔" نوشی نے موڈ ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

عمارہ نے فون بند کر دیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ کچھ لوگ نمائش دیکھ کر جا رہے تھے اور کچھ آرہے تھے۔ دھیمی دھیمی موسیقی نے فضا میں سرور بھر دیا تھا۔ لوگ خوشگوار ماحول میں اس تقریب سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

ہوٹل کی آخری منزل جہاں سناٹے اور تاریکی کا راج تھا دیوار پر لگے الیکٹرک ساکٹ سے شعلے نکل رہے تھے۔۔۔جس کا تعلق نچلی منزلوں سے تھا۔

سب سے نچلے حصے کا میٹر الگ تھا مگر اوپر کی منزلوں میں بجلی کم تیز ہونے لگی تھی۔ چھت پر لگے الیکٹرک ساکٹ کے شعلے بڑھنے لگے تھے ہوٹل کے فرنٹ پر چھت کی طرف لگی ہوئی ڈیکوریشنز لائیٹز بجھ گئی تھیں۔ ہوٹل کا اوپر کا حصہ باہر سے بھی اندھیرے میں ڈوب گیا تھا۔

اندھیرے میں ڈوبی ہوئی چھت کے اوپر آسمان میں عجیب پراسرار سی حرکات ہو رہی تھیں۔ روشنی کے تین دائرے ایک دوسرے کے آگے پیچھے تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ روشنی کے وہ دائرے چھت کی طرف بڑھنے لگے اور پھر چھت کے وسط میں روشنی کے تین ہالے نمودار ہوئے۔ ہوٹل کی درمیانی منزل میں بجلی کبھی بند ہو جاتی اور کبھی آجاتی۔ ان جلتی بجھتی روشنیوں میں لوگوں نے شور مچا دیا۔ الیکٹریشن اپنے اوزار لے کر چھت پر پہنچے اور ساکٹ بورڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ الیکٹرک ساکٹ سے چنگاریاں نکل کر دور دور گر رہی تھیں۔

بالآخر مین سوئچ زوردار دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا۔ نچلی دونوں منزلیں اندھیرے میں ڈوب گئیں۔ ان حالات میں نہ تو جنریٹر چلایا جا سکتا تھا اور نہ ہی UPS استعمال ہو سکتا تھا۔ ایمرجنسی لائٹس استعمال کر کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جانیلگی۔

ہوٹل کے دوسرے حصوں میں لوگوں کو منتقل کیا جائے گا۔ الیکٹریشن اپنے کام میں مصروف تھے مگراب ان کا کام لمبا ہوگیا بجلی کی دوبارہ بحالی کے لیے اب انہیں خاصا وقت درکار تھا۔ پینٹنگز کی نمائش اسی طرح جاری تھی لوگ بہت دلچسپی سے یہ تصاویر دیکھ رہے تھے۔ پینٹنگز کے ساتھ ان کی قیمت بھی درج تھی۔ بہت سی پینٹنگز لوگوں نے خرید لی تھیں مگر نمائش ختم ہونے تک وہ پینٹنگز اپنی جگہ پر ہی رہنی تھیں

دو لڑکیاں ینگ ایج کے عنوان سے لگی پینٹنگ کے بارے میں اظہار خیال کر رہی تھی۔ اچانک دونوں اپنے منہ پر ہاتھ رکھے چیخنے لگیں۔ لوگ ان کی چیخ و پکار سن کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے پینٹنگ کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

لڑکیوں کے گرد جمع ہونے والے لوگ بھی اپنی جگہ جامد ہو کے رہ گئے تھے۔ پینٹنگ میں جو ایک لڑکی کا محض سراپا دکھایا گیا تھا وہ ایک خوبصورت لڑکی کی تصویر میں بدل گیا تھا جس کے پر بھی تھے۔۔۔ پوری تصویر میں خون کے چھینٹے تھے۔ نمائش میں آئے ہوئے تقریباً سبھی لوگ اس پینٹنگ کے گرد جمع تھے۔

صحافی بھی اس پینٹنگ کی تصاویر لے رہے تھے لوگ خوفزدہ سہمے سہمے کھڑے تھے۔ مگر نوشی جس پینٹنگ کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے قدم وہیں منجمد ہو گئے تھے۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس کی قوت گویائی سلب ہوگئی تھی۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھی کہ آرٹ گیلری میں کیا ہو رہا ہے اس کی تو نظریں اپنے سامنے والی پینٹنگ میں جڑی تھیں۔ کسی خوفناک مصور نے اس پینٹنگ کا منظر ہی بدل دیا تھا۔

وہ پینٹنگ جس میں غروب آفتاب کا منظر تھا یک لخت دہکتی آگ کے منظر میں بدل گیا۔ سرکنڈے کی فصل کو آگ لگی ہوئی تھی اور اس کا سیاہ دھواں پوری فضا میں پھیلا ہوا تھا۔ جس نے ہر جگہ سیاہی بھر دی تھی۔

وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ایک شخص کی نظر اس پر پڑی تو اس نے اس کے قریب آ کر وہ پینٹنگ دیکھی۔ وہ بے ساختہ چلایا۔ ''یہ دیکھو اس پینٹنگ کا منظر بھی تبدیل ہو گیا ہے۔''

پچھلی پینٹنگ کو چھوڑ کے لوگ اس پینٹنگ کے گرد جمع ہو گئے مگر نوشی پتھر کی بنی اپنی جگہ پر ہی کھڑی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں تجسس بھی تھا اور خوف بھی صحافی بھی دھڑا دھڑ تصاویر کھینچ رہے تھے۔ ابھی لوگ اپنے دلوں کو سنبھال بھی نہ پائے تھے کہ ہال میں دل کو مدہوش کرنے والی خوبصورت نسوانی آواز گونجنے لگی۔
کوئی لڑکی اپنی مسحور کن آواز میں کوئی گیت گا رہی تھی جو لوگوں کے دلوں کو کھینچ رہا تھا مگر وہ زبان سمجھ میں نہیں آ رہی تھی جس میں وہ گیت گا رہی تھی۔ اس آواز میں ایسی کشش تھی کہ لوگ دیوانوں کی طرح اس آواز کی طرف کھنچے جا رہے تھے۔

اس آواز کے پیچھے چلتے ہوئے لوگ اس پینٹنگ تک پہنچ گئے جس میں گاؤں کے فطری ماحول کی عکاسی کی گئی تھی مگر اب اس پینٹنگ کا منظر ہیبت ناک تھا۔ پینٹنگ میں اپنے اپنے کاموں میں مصروف

دکھائے گئے لوگ خون میں لت پت گرے ہوئے تھے۔ پرندے بھی زخمی حالت میں آسمان سے زمین کی طرف گر رہے تھے۔

یہ خوفناک بدلا ہوا منظر لوگوں کو حیران نہیں کر رہا تھا کیونکہ وہ سب لوگ جادوئی آواز کے سحر میں مبتلا تھے۔

عمارہ اپنی مریضہ کے ساتھ مصروف تھی۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد اس نے نوشی کے نمبر پر فون کیا۔ بیل جا رہی تھی مگر کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ ''کیسی لاپرواہ لڑکی ہے۔''

عمارہ نے دوبارہ فون ملایا مگر اب بھی یہی صورتحال تھی۔ اس نے موبائل پر ٹائم دیکھا ''اوہ نو بج گئے ہیں آج تو وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔'' اس نے عنبر کی مدد سے آفس کا سامان سمیٹا اور پھر وہاں سے نکل گئی۔ عنبر بھی اس کے ساتھ تھی حسب معمول اس نے پہلے عنبر کو ڈراپ کیا پھر اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

گھر پہنچ کر اس نے پھرتی سے اپنے کپڑے چینج کیے۔ اپنا ہینڈ بیگ لیا اور اپنی والدہ کو بتا کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ رابعہ اس کے پیچھے پیچھے پورچ تک آ گئیں۔ ''اتنی دیر سے جا رہی ہو اب وہاں زیادہ وقت نہ لگانا اور گاڑی آہستہ آہستہ چلانا۔۔۔ ❤

''اوکے مما!'' عمارہ نے مسکراتے ہوئے گاڑی ریورس کی اور پھر تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ اسے بھی پینٹنگ سے خاصا لگاؤ تھا۔ وہ ہوٹل کی طرف جا رہی تھی۔ وہ ہوٹل کے قریب پہنچی تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

ہوٹل کے آگے لوگوں کا ہجوم تھا۔ 1122 کی گاڑیاں، پولیس کی گاڑیاں، ایمبولینس گاڑیاں لوگوں میں گھری کھڑی تھیں۔ لوگوں کے ہجوم کو پولیس والوں نے لوہے کی زنجیر سے روکا ہوا تھا۔
کچھ لوگ جو امدادی کارروائیوں میں مدد کر رہے تھے کسی نہ کسی طریقے سے اندر چلے گئے تھے۔ عمارہ کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا وہ گاڑی بند کر کے لوگوں کے ہجوم کی طرف بڑھی۔ وہ لوگوں کو دھکیلتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ درد میں ڈوبی ہوئی آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھیں
''میرا بیٹا اندر ہے۔۔۔ پلیز آپ مجھے اندر جانے دیں'' کوئی اپنی بہن کے لیے رو رہا تھا۔ اس کا تو بس دل گھبرا رہا تھا جو کسی خطرے کی طرف اشارہ تھا۔ وہ لوگوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی لوہے کی زنجیر کے قریب پہنچ گئی اور انسپکٹر سے کہنے لگی۔

''یہ سب کیا ہے؟ اندر کیا ہوا ہے؟''
''ابھی ہم آپ کو کچھ نہیں بتا سکتے۔'' انسپکٹر نے جواب دیا۔

عمارہ نے التجا کی ''پلیز آپ مجھے اندر جانے دیں۔''

انسپکٹر نے نفی میں سر ہلایا ''ہم کسی کو اندر نہیں بھیج سکتے، پولیس کی کارروائی ہو رہی ہے۔''

عمارہ نے اپنا کارڈ دکھایا۔ ''میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ آپ لوگوں کی مدد کر سکتی ہوں۔''

انسپکٹر نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی اور اسے بمشکل زنجیر میں سے گزار دیا۔ عجیب افراتفری کا عالم تھا۔۔۔ کوئی کہیں بیٹھا رو رہا تھا اور کوئی کہیں مگر عمارہ کو کوئی کچھ نہیں بتا رہا تھا کہ آخر ہوا کیا ہے ایک پولیس سولجر عمارہ کے پاس سے گزرا تو عمارہ نے اسے بلایا۔ ''ایکسکیوز می!''

وہ عمارہ کے قریب آیا۔ ''جی فرمائیے۔''

''میں اندر جانا چاہتی ہوں۔'' یہ کہہ کر عمارہ نے اسے اپنا کارڈ دکھایا۔

سولجر نے وہ کارڈ لے لیا ''آپ ادھر ہی رکیں میں پرمیشن لے کر آتا ہوں۔''

عمارہ اسی جگہ کھڑی رہی۔ کچھ دیر کے بعد وہ سولجر عمارہ کے قریب آیا۔ ''آپ آئیں میرے ساتھ۔''

عمارہ اس شخص کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ وہ شخص ہال کے قریب جا کے رک گیا۔ ''آپ اندر جائیں۔''

یہ کہہ کر وہ شخص وہاں سے چلا گیا۔ اندر کا ہولناک منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ سر چکرایا اور وہ لڑکھڑا کے رہ گئی۔ ہال میں لوگوں کی لاشیں بچھی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر پینٹنگ لگی تھیں مگر فرش لوگوں کے خون سے رنگا ہوا تھا۔

ہال میں انویسٹی گیشن کے لیے پولیس کے چار افراد اور دو ڈاکٹرز تھے۔

لوگوں کی اموات بہت عجیب طریقے سے ہوئی تھیں۔ کسی کے کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ ناک سے بھی بہہ رہا تھا جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی موت دماغ کی رگیں پھٹنے سے ہوئی ہے۔ کسی کی گردن پر دو دانتوں کے نشان تھے جس سے اس کا جسم اس طرح نیلا پڑ گیا تھا جیسے کسی نے اس کا خون چوس لیا ہو اور کوئی جھلسا ہوا تھا۔

عمارہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے مگر وہ دل پر ہاتھ رکھ کے آگے بڑھ رہی تھی۔ چلتے چلتے ایک دم اس کے قدم رک گئے وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اونچا اونچا رونے لگی۔ نوشی خون میں لت پت زمین پر ڈھیر تھی۔ اس کی بھی موت دماغ کی رگیں پھٹنے سے ہوئی تھی۔ وہ اس لاش کے قریب دوزانو بیٹھ گئی۔

''مجھ سے ایسی بھی کیا ناراضگی کہ اتنی دور چلی گئی'' ایک آفیسر عمارہ کے قریب آیا ''یہ آپ کی کیا لگتی ہیں۔''

''یہ میری دوست ہے۔'' عمارہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

''آپ خود کو سنبھالیں۔ آپ جیسے لوگ بھی ہمت چھوڑ دیں گے تو کمزور دل لوگوں کو کون سنبھالے گا۔ آپ ان کے گھر والوں کو بھی اطلاع کر دیں۔ پچاس لوگوں کا مرڈر ہوا ہے۔ صورت حال بہت گمبھیر ہے۔ پولیس کی ضروری کارروائی پوری ہو جائے تو لاشیں ان کے لواحقین کے سپرد کر دی جائیں گی۔'' یہ کہہ کر وہ آفیسر اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ مصروف ہو گیا۔ نوشی کی آوازیں ابھی بھی عمارہ کے ذہن میں گونج رہی تھیں کہ کس طرح وہ اسے نمائش میں آنے کے لیے مجبور کر رہی تھی۔

وہ کچھ دیر نوشی کی لاش کے پاس بیٹھی رہی پھر اٹھ کر باقی لاشوں کی طرف دیکھنے لگی۔ اسے صرف اپنی دوست کی موت کا غم نہیں تھا مرنے والے تمام لوگوں کے لیے اس کا دل چُور چُور تھا۔ جسم اس طرح نڈھال تھا جیسے وہ اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے چل رہی تھی۔ اس نے اپنا زمین پر لٹکتا ہوا دوپٹہ اکٹھا کیا تو اس کا دوپٹہ سیاہ راکھ سے بھر گیا۔ اس نے اپنے دوپٹے کو چھوا تو اس کے ہاتھ بھی سیاہ ہو گئے۔

اس نے سراسیمہ نگاہوں سے چاروں اور دیکھا۔ ہال کی کتنی ہی چیزیں سیاہ دھویں سے کالی ہو گئی تھیں۔ اس نے گروہ کی شکل میں کھڑے ہوئے آفیسر سے بلا تامل پوچھا ''ادھر آگ لگی تھی؟''

آفیسر نے فوری جواب دیا ''نہیں'' پھر وہ عمارہ کے قریب آیا ''اس طرح معلوم ہو رہا ہے جیسے سیاہ دھواں کھڑکیوں اور دروازوں سے اندر داخل ہوا ہے جبکہ نہ تو باہر آگ لگی ہے اور نہ ہی اس ہوٹل کے

آس پاس اور نہ ہی الیکٹرک تار جلی ہے ۔ کوئی ایک شخص بھی نہیں بچا جس سے پوچھا جائے کہ آخر ہوا کیا تھا اس کیس میں بہت ایسی چیزیں ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے ابھی کچھ دیر پہلے آرٹسٹ آئے تھے جن کی پینٹنگ کی نمائش تھی ۔ ان میں سے ایک دو اشخاص نے تو سب کو حیران کر دیا ان کا کہنا تھا کہ تین پینٹنگز کے مناظر چینج ہو گئے ہیں ۔ یہ کام اس قدر صفائی سے کوئی انسان نہیں کر سکتا ۔ آپ ایک عاملہ بھی ہیں آپ ہماری مدد کریں ۔''

وہ آفیسر عمارہ کو ان پینٹنگز کے پاس لے گیا ۔ عمارہ نے وہ تینوں پینٹنگز دیکھیں تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں ۔ تینوں پینٹنگز میں ایک خوفناک پیغام تھا ۔ پروں والی لڑکی، آگ سے اٹھتا سیاہ دھواں اور موت کی نیند سلا دینے والی خوبصورت آواز ۔

عمارہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی ''مارنے والوں نے ان پینٹنگز کے ذریعے پہلے ہی موت کا اعلان کر دیا تھا ۔''

آفیسر بوکھلا سا گیا ''کیا آپ ہمیں بتا سکتی ہیں کہ یہ قتل کیسے ہوئے ؟''

''میں فی الحال کچھ نہیں بتا سکتی سوائے اس کے کہ یہ سب کالے جادو سے کیا گیا ہے'' یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدموں سے داخلی دروازے کی طرف بڑھنے لگی ۔ گروپ میں کھڑا ہوا ایک آفیسر تضحیک آمیز انداز

میں مسکرایا۔ ''ہم یہاں قاتل ڈھونڈ رہے ہیں کہ اسے ہتھکڑی پہنائی جائے اور آپ کالے جادو کی بات کر رہی ہیں۔''

عمارہ نے باہر کی طرف جاتے ہوئے قدم روک لیے اور پلٹ کر آفیسر کی طرف دیکھا اور معنی خیز انداز میں بولی ''قتل کرنے والا کوئی انسان نہیں جسے آپ ہتھکڑی پہنا دیں، وہ ایک ہمزاد ہے۔''

عمارہ خوف سے تھر تھراتا ہوا اس فقرے کا تیر ہوا میں چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی۔ اس ساری صورتحال میں ٹی وی چینل کی ریکارڈنگ ہو رہی تھی، کیمرہ آن تھا۔ میڈیا کے ذریعے یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ لوگ خوفزدہ ہو کے من گھڑت کہانیاں گھڑنے لگے۔ ہمزاد موت کا سایہ بن کر ہر ایک کے حواس پر سوار ہو گیا۔

ظفر، توقیر اور اس کے دوسرے دوستوں نے بھی یہ ریکارڈنگ دیکھی، ان کی تو جیسے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ظفر نے عمارہ سے رابطہ کیا۔ عمارہ نے موبائل اٹھایا اور تھکے تھکے لہجے میں بولی ''وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ زرغام نے ان تینوں کے ہمزاد کو اپنے خطرناک مقاصد کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ خوف و ہراس ایک شیطان کی طاقت کو بڑھا دیتا ہے اتنے لوگوں کے قتل کے بعد بھی ان کی طاقتیں بڑھ گئی ہوں گی۔ آپ وشاء، فواد اور حوریہ کے گھر والوں کو یہ ہدایت کریں کہ وہ محتاط ہو کے رہیں آپ اور ساحل میرے گھر آئیں۔''

یہ کہہ کر عمارہ نے فون بند کر دیا۔ عمارہ نے صوفے سے پشت لگالی اور سر کر جھٹکے سے پیچھے کی طرف رکھ دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ظفر اور ساحل اس کے گھر آ گئے۔ عمارہ نے انہیں مہمان خانہ میں بٹھایا۔ عمارہ کی والدہ بھی وہیں آ گئیں۔

وہ بھی اس خوفناک واقعہ پر بہت رنجیدہ تھیں مگر اصل حقائق سے بے خبر تھیں۔ ''تم عمارہ سے باتیں کرو میں ملازمہ کے ہاتھ چائے بھیجتی ہوں۔''

یہ کہہ کر عمارہ کی والدہ وہاں سے چلی گئیں۔ ساحل نے عمارہ کے پریشان چہرے کی طرف دیکھا ''آپ کی دوست کے بارے میں سن کر بہت افسوس ہوا۔''
عمارہ کانپتی آواز میں بولی۔ ''وہ پچاس لاشیں ابھی بھی میری آنکھوں کے سامنے آرہی ہیں ان کے لواحقین کے بین ابھی بھی میری سماعتوں میں گونج رہے ہیں۔ میں نے آپ دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ کسی بھی طریقےسے ہمیں زرغام تک پہنچنا ہے۔ ہمارے لیے ہمزاد سے مقابلہ کرنا مشکل ہے مگر مادی وجود رکھنے والے ایک انسان کو تو ہم قابو کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے اس شخص کو ختم کر دیا تو یہ قتل و غارت بھی ختم ہو جائے گی۔''

ساحل کی پیشانی پہ شکنیں ابھر آئیں۔ ''اس خبیث کو میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

ظفر نے فوراً ساحل کو ٹوکا ''یہ معاملے جوش سے نہیں ہوش سے ہینڈل کیے جاتے ہیں۔''

ساحل ایک بار پھر تپ کر بولا ''ہم ہاتھ پر ہاتھ دھیرے بیٹھے ہیں اور خون آشام درندہ سر عام پھر رہا ہے۔ ایک دفعہ ہی موقع ملا تھا زرغام کے ٹھکانے تک پہنچنے کا نہ جانے کیسے وہ چند منٹوں میں نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ان پچاس لوگوں کا قتل وشاء، فواد اور حوریہ نے کیا ہے مگر کچھ نہیں کر سکتے۔''

عمارہ نے پریشان کن لہجے میں کہا ''ساحل یہ بھی یاد رکھو کہ وہ تینوں مر چکے ہیں اور مرے ہوئے لوگوں پر پولیس کیس نہیں کرتی۔ مجھے آپ لوگوں سے بس یہی کہنا ہے کہ کچھ بھی تدبیر سوچیں مگر ہمیں زرغام تک پہنچنا ہے۔ اتنے بڑے واقعہ کے بعد کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ان کا اگلا نشانہ کون ہوگا۔''

''ایک اور پریشانی کی بات ہے۔''ظفر نے جبیں پیمائی کی۔

''کیا۔۔۔؟'' عمارہ نے پوچھا۔

ظفر نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''وینا کے والدین نے وینا اور عارفین کی شادی کی تاریخ رکھ دی ہے اسی مہینے کی پندرہ تاریخ۔''

"اوہ میرے خدایا! آج جمعرات ہے اور اگلے جمعہ کو وینا کی شادی ہے۔ ان حالات میں انہیں تاریخ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم اس مسئلے کا کوئی حل توڑھونڈ لیتے۔"

"وہ لوگ کہتے ہیں کہ عارفین نے انگلینڈ جانا ہے۔ شادی جلدی کرنا ان کی مجبوری ہے۔" ساحل نے کہا۔

عمارہ بے چینی سے چہل قدمی کرنے لگی "بے شک عارفین شادی کے بغیر انگلینڈ چلا جاتا، وہ لوگ کوئی بھی حل نکالتے مگر ابھی وینا کے نکاح کا مطلب ہے کہ فواد کو للکارنا۔"

ساحل نے بے چینی سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دی "کیا ہم بدروحوں کے خوف سے اپنی زندگی کے معاملات ہی ختم کر دیں۔"

عمارہ نے اپنا ہاتھ میز پر مارا "جب تک ہم ان کے شیطانی ہمزاد کو قابو نہیں کر لیتے ہم لاپروا نہیں ہو سکتے۔ ہماری تھوڑی سی غفلت کئی لوگوں کی موت کا سبب بن سکتی ہے۔"

ظفر نے عمارہ کی تائید کی "ساحل! عمارہ ٹھیک کہہ رہی ہے میں وینا کے گھر والوں سے بات کروں گا کہ فی الحال اس شادی کا ارادہ ترک کر دیں نمائش میں ہونے والے واقعے سے وہ پہلے ہی بہت خوفزدہ ہیں یقیناً! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں گے۔"

ساحل اور ظفر کچھ دیر کے بعد عمارہ کے گھر س چل پڑے۔ دونوں بے حد پریشان تھے۔ حالات نے سنگین ترین صورت اختیار کر لی تھی

ظفر نے کار ڈرائیو کرتے ہوئے ساحل کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں ''میرے گھر ہی چلو مل کر کچھ سوچتے ہیں اس مسئلے کے بارے میں۔''

ساحل نے ظفر کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا ''میں باتیں کر کر کے تھک گیا ہوں اب کچھ عملی طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے میرے گھر چھوڑ دیں پلیز آپ سب سے رابطہ کریں۔ ہمیں مل کر اس مصیبت سے نبرد آزما ہونا ہے۔ ہمارے پاس اب وقت نہیں ہے. جس سے جو ہوتا ہے وہ کریں۔''

ظفر، ساحل کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اچانک اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔ ''ایک تجویز ہے میرے ذہن میں۔''

''کیا۔۔۔؟''

'عمارہ کے منہ سے ''ہمزاد'' کا نام سن کر ہر طرف میڈیا میں سنسنی خیز خبریں پھیل گئی ہیں۔ لوگوں میں خوف وہراس پھیل چکا ہے۔ پولیس اور رینجرز تو اسے محض توہمات پرستی سمجھتے ہیں مگر کچھ ایسے عالم ہوں گے جنھوں نے اس بات کو سنجیدگی سے لیا ہوگا۔ کیوں نہ ہم ایک پریس کانفرنس کریں اور میڈیا کے ذریعے کسی کو مدد کے لیے پکاریں۔''

ساحل نے اثبات میں سر ہلایا "آپ کی بات میں دم ہے مگر میڈیا والے ہمارے لیے مسائل پیدا کر دیں گے۔ ہماری مدد کرنے کے بجائے اس معاملے کو Intertainment کے لیے استعمال کریں گے۔ مرچ مصالحے لگا کر سنسنی خیز خبروں کے ذریعے لوگوں کی دلچسپی حاصل کریں گے۔ ہمیں اپنا کام نہیں کرنے دیں گے۔ ہمیں لوگوں کے سامنے نہیں آنا چاہیئے۔

عمارہ تو لوگوں کے سامنے آچکی ہے اگر کسی نے ہماری مدد کرنی ہوگی تو وہ خود سامنے آجائے گا ہمیں صرف یہ سوچنا ہے کہ زرغام کو کیسے ڈھونڈا جائے۔ کس طرح انسانوں کا قتل عام روکا جائے۔" انہی باتوں میں ساحل کا گھر آگیا۔

ظفر نے گاڑی روک دی۔ ساحل گاڑی سے اتر گیا۔ اس نے گاڑی کے دروازے پر بازو رکھا۔ "کل دس بجے آپ سب کو بلالیں۔"

ظفر نے اثبات میں سر ہلایا "ٹھیک ہے۔"

ساحل گھر میں داخل ہوا تو اس کی والدہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی "کہاں تھے تم، کب سے میں تمہیں فون کر رہی ہوں۔"

"کیوں خیریت تھی؟" ساحل نے پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا

راحت اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ''جب تم موبائل رسیو نہیں کرتے تو طرح طرح کے اوہام میرا سینہ چیرتے ہیں۔ کتنے لوگ لقمۂ اجل ہو گئے ہیں۔ مجھے تو اس فکر میں نیند نہیں آتی کہ میرا بیٹا خود ان بدروحوں سے مقابلہ کر رہا ہے خدا نہ کرے کہ میرے بیٹے۔۔۔''

ساحل نے ماں کو اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا ''آپ کو تو فخر ہونا چاہیئے کہ آپ کا بیٹا لوگوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ یہ شیطانی مخلوقات کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہوں، قرآن پاک اور نماز پڑھنے والے مومن یا مومنہ کا کچھ نہیں بھگاڑ سکتیں۔ آپ آیتیں پڑھ کر مجھ پر پھونک دیا کریں اور اپنے بیٹے کو اللہ کے سپرد کر کے مطمئن ہو جایا کریں۔ یہ بدروحیں آپ کے بیٹے کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔''

ردا کھانا لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔ ''اماں! بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے آپ خدا پر بھروسا رکھیں اور دعا کریں کہ خدا کوئی ایسا راستہ دکھائے کہ ہم سب کو ان شیطانی ہمزاد سے نجات مل جائے۔''

ردا نے کھانا ساحل کے سامنے رکھا اور راحت کے پاس بیٹھ گئی ''آپ کی دعا اس وقت ساحل کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔''

راحت نے ٹھنڈی آہ بھری ''ماں ہوں نا اس لی پریشان ہو جاتی ہوں۔ نہ جانے کیسی آزمائشیں آ گئی ہیں ہم سب کے لیے۔'' یہ کہہ کر راحت وہاں سے اٹھ گئی۔

ساحل اور ردا اسی موضوع پر آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ردا سے باتیں کر کے ساحل کے دل کا بوجھ کچھ کم ہوا۔

اکتوبر کا مہینہ تھا۔۔۔ موسم خوشگوار تھا۔۔۔ نہ ہی سردی تھی اور نہ ہی گرمی۔۔۔ خصوصاً راتیں ٹھنڈی تھیں۔ رات کے دس بج رہے تھے، راحت اور ردا اندر کمرے میں اپنے اپنے بستر میں گھسی ہوئی تھیں۔

ساحل اپنے کمرے میں لیٹا گہری سوچ میں گم تھا نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ عجیب سی بے چینی تھی جو ذہن کو الجھائے جا رہی تھی۔ اسے گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ وہ کمرے سے نکل کر صحن میں آ گیا۔ اسے باہر کھلی ہوا میں قدرے سکون محسوس ہوا۔ اس نے صحن میں چارپائی بچھا لی اور اندر سے تکیہ بھی لے آیا۔

سرہانہ چارپائی پہ رکھ کر وہ چت لیٹ گیا۔ آسمان پر ستارے کسی سیاہ چادر پر چمکتے نگینوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی بے خواب آنکھوں میں وشاء کا خوبصورت چہرہ جھلملانے لگا۔ اس کی خوبصورت مسکراہٹ کے خیال نے ساحل کے لبوں پر بھی مسکراہٹ بکھیر دی۔ ایک خوبصورت خیال نے ساحل کے دل کے دھڑکنوں میں ہلچل سی مچا دی۔

جب وشاء ان کے گھر آئی تھی۔ باتوں ہی باتوں میں اسے علم ہوا کہ مجھے گاجر کا حلوہ بہت پسند ہے اس نے ضد کی کہ ردا اسے گاجر کا حلوہ بنانا سکھائے۔

ردا نے مجھ سے حلوے کا سامان منگوایا۔ میں سامان لے تو آیا مگر من ہی من میں ہنس رہا تھا کہ جس لڑکی نے کبھی چولہا نہیں جلایا۔ وہ حلوہ کیسے بنائے گی۔ امی نے گاجریں کش کر دیں۔۔۔ ردا اور وشاء کچن میں چلی گئیں حلوہ بنانے کے لیے۔

ردا نے کڑاہی چولہے پر رکھی اور اس میں گھی ڈال دیا گھی کڑکڑانے کے بعد اس میں کش کی ہوئی گاجریں ڈال دیں اور وشاء کو چمچ دے کر چولہے کے پاس کھڑا کر دیا۔ میں بھی ان دونوں کی کارستانیاں دیکھنے کے لیے کچن میں ہی آ گیا 'میں نے سوچا کہ میں بھی حلوہ بنانا سیکھ لوں۔''

میں نے وشاء کے قریب کھڑے ہوئے ہوئے جو حلوہ میں چمچ بھی پین کی طرح چلا رہی تھی ردا کسی کام سے باہر چلی گئی تھی۔ میری ہنسی چھوٹ گئی۔

''یہ تم حلوہ بنا رہی ہو یا کڑاہی میں نقش و نگار بنا رہی ہو۔''

وشاء نروس ہو کے چمچ ٹھیک طرح سے چلانے لگی تو اس کا ہاتھ کڑاہی سے لگ گیا۔ وشاء چیخ کو پیچھے ہٹی تو مجھ سے جا لگی۔ میں نے چولہا بند کیا اور جلدی سے ٹیوب لے آیا میں نے اس کا ہاتھ تھاما اور زخم پہ ٹیوب لگانے لگا۔ میں اس سے تلخ روئی سے بولنے لگا۔ 'کیا ضرورت تھی چولہے کا کام کرنے کی جبکہ تم نے گھر میں کبھی کہ کام نہیں کیے۔''

وشاء کی آنکھوں میں آنسو تھے، معمولی زخم سے بھی وہ چھوٹی سی بچی کی طرح رونے لگی تھی۔ میں اس کی ڈریسنگ کر رہا تھا اور وہ بھیگی آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر اس طرح مسکرانے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ ایسا زخم تو بار بار لگے۔ ڈریسنگ پوری ہوئی تو وہ تیز تیز قدموں سے وہاں سے چلی گئی۔ راحت کی آواز سے ساحل اپنے خیال سے چونک گیا۔

''ساحل بیٹا! باہر کیا کر رہے ہو اندر آجاؤ۔'' ساحل نے اونچی آواز سے کہا ''تھوڑی دیر بعد آجاؤں گا۔ اندر گھٹن ہو رہی تھی باہر کافی سکون ہے۔''

''تھوڑی دیر بعد آجانا۔۔۔'' راحت نے کہا۔ ساحل نے پھر سے ستاروں پر نظر ٹکا دی۔ اس کی آنکھوں میں دلکش رنگ سے چمکائے اس نے ستاروں سے نظر ہٹالی تو ایک خوبصورت تتلی اس کے قریب قریب اڑ رہی تھی۔

تتلی کے دیدہ زیب رنگوں پر تو نظریں جمانے کو دل چاہ رہا تھا مگر من میں خوف کی ایک ٹیس بھی اٹھ رہی تھی۔۔۔ دھڑکنیں کسی انجانے سے خوف کا احساس دلا رہی تھیں۔ وہ تتلی اڑتے اڑتے انار کے درخت پر بیٹھ گئی۔ ساحل کچھ دیر خاموشی سے تتلی کی طرف دیکھتا رہا پھر اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

''ہر تتلی وشاء تو نہیں ہو سکتی۔''

''میں وشاء ہی ہوں۔'' ساحل کو اپنے عقب سے آواز آئی۔ وہ خوف کے جھٹکے سے پیچھے پلٹا مگر جونہی اس نے وشاء کو دیکھا اس کا خوف ہوا ہو گیا۔
وشاء انار کے درخت کی شاخ کو تھامے اس کے قریب کھڑی تھی۔ جو خیال ساحل دیکھ رہا تھا وشاء جیسے اس خیال سے نکل کر باہر آگئی تھی کیونکہ اس نے وہی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پہ وہی معصومیت آنکھوں میں وہی وفا کی چمک تھی۔ وہ دھیرے سے بولی۔

''پہلے تو میرے معمولی سے زخم سے تڑپ اٹھتے تھے اور اب مجھے اس طرح میرے حال میں چھوڑ دیا ہے۔ تم ہی تو میرے پرسان حال تھے مگر تم نے ایک بار بھی نہ پوچھا کہ میں کس اذیت سے گزر رہی ہوں۔''

اس کے لہجے میں عجیب سی مقناطیسیت تھی۔ ساحل اس کی طرح کھیچتا ہوا اس کے قریب چلا گیا۔ ساحل نے اس کی بھیگی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ''تم اذیت کی بات کر رہی ہو تم تو خوبصورت بلا ہو جو لوگوں کو اپنے رنگوں میں محو کر کے انہیں سرخ خون میں نہلا دیتی ہو۔''
وشاء نے ایک ساعت میں ہی ساحل کے شانے پر سر رکھ دیا ''تمہارے پاس اس وقت وہی وشاء ہے۔ جو تمہیں اپنی جان سے زیادہ پیار کرتی تھی۔ بڑی مشکل سے اپنے ہمزاد سے کچھ دیر کے لیے یہ روپ چرایا ہے۔ صرف ایک سوال پوچھنے کے لیے۔''

ساحل جذبات سے سلگتی کسی موم کی طرح پگھلنے لگا۔ اس نے وشاء کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے خود سے پیچھے کیا۔ وشاء کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے ساحل نے خود کو اور وشاء کو اسی مقام پر محسوس کیا جب ان دونوں کے دل ایک ہی جذبے کے لیے دھڑکتے تھے۔

ساحل نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا ''کیسا سوال؟''

''تم نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کیوں کیا تھا۔ کیا کمی تھی میرے اندر۔۔ کیا تم میری وفا کی حدت سے واقف نہیں تھے؟''

ساحل نے وشاء کے آنسو پونچھے۔ ''اگر تم وہی وشاء بن کر مجھ سے یہ سوال کر رہی ہو تو میں بھی وہی ساحل ہوں۔ کمی تم میں نہیں تھی مجھ میں تھی۔ میں تمہیں تمہارے ملازموں کے کوارٹرز جیسی جگہ پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ معاشی طور پر اس قدر بدحال تھا کہ وہ آسائشیں تمہیں نہیں دے سکتا تھا جس کی تم عادی تھیں۔

ایسی محبت کیا جو اپنے محبوب کو مشکل میں ڈال دے۔ تم تو سردی کی وہ دھوپ تھی جو جس کے آنگن میں بھی اترتی ہر طرف تسکین بھر دیتی۔ غریب تو اپنے جذبات امیروں سے چھپا چھپا کے رکھتا ہے تاکہ کوئی اس کی ہنسی نہ اڑا دے۔''

وشاء نے ساحل کا ہاتھ تھام لیا "آؤ میرے ساتھ میں جس دنیا میں رہتی ہوں وہاں رشتے دولت کی ڈور سے نہیں بندھتے۔ وہاں احساسات کے رنگ ہیں۔ وفاؤں کی خوشبو ہے ادھر کی فضا محبت کے گیتوں سے مہکتی ہے۔ ہم ایک نئی زندگی شروع کریں گے۔"

اندر راحت کو اچانک خیال آیا کہ اس نے مولوی صاحب سے ساحل کے لیے تعویذ بنوایا تھا۔ وہ تعویذ اسے ساحل کو پہنا دینا چاہیئے۔ وہ اپنے بستر سے اٹھی۔ اس نے الماری سے تعویذ نکالا اور باہر صحن میں آگئی

تھا۔ راحت نے دیکھا کہ ساحل انار کے درخت کے قریب کھڑا ہے۔ وہ تعویذ لے کر اس کی طرف بڑھی۔ وشاء ساحل کے اور قریب ہوگئی۔ اس نے اپنا چہرہ ساحل کی گردن کے قریب کیا تو اس کی نظر راحت کے ہاتھ میں تھامے ہوئے تعویذ پر پڑی وہ ایک ساعت میں ہی وہاں سے غائب ہوگئی۔

"ساحل۔۔۔" راحت نے اسے پکارا مگر وہ جیسے کچھ سن ہی نہیں رہا تھا۔

راحت اس کے قریب آئی اور اس کے گلے میں تعویذ پہنچا دیا۔ ساحل نے جھرجھری سی لی اور گھبراہٹ سے انار کے درخت کے آس پاس دیکھنے لگا "وشاء! کہاں گئی۔"

راحت نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "کس چڑیل کا نام لے رہا ہے چل اندر چل۔۔۔"

اس نے ساحل کا ہاتھ پکڑا اور تیز تیز قدم چلتی ہوئی اسے اندر لے گئی اور آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کرنے لگی۔

اگلے روز دس بجے ظفر نے اپنے سارے دوستوں کو اپنے گھر بلایا۔ ساحل کے نہ پہنچنے پر اسے تشویش ہوئی۔ اس نے ساحل کے گھر فون کیا "ہیلو۔۔۔" راحت نے فون سنا۔

"میں ظفر بول رہا ہوں۔ ساحل کو میں نے اپنے گھر بلایا تھا کہاں ہے وہ۔"

بھائی کی آواز سن کر راحت رونے لگی "کیا بات ہے خیریت ہے۔۔۔؟"

"ساحل کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" راحت نے گلوگیر لہجے میں جواب دیا۔

"میں ایک گھنٹے کے بعد چکر لگاؤں گا" یہ کہہ کر ظفر نے فون بند کر دیا

مہمانوں سے فارغ ہونے کے بعد ظفر، ساحل کے گھر گیا، ردا کالج گئی ہوئی تھی۔ ظفر، ساحل کے پلنگ کے قریب بیٹھا "یہ کیا بھئی ہمارا سولجر بیمار ہو گیا ہے۔"

ساحل مسکراتا ہوا پلنگ سے پشت لگا کے بیٹھ گیا "میں بیمار نہیں ہوں۔ بس معمولی سی کمزوری محسوس ہو رہی ہے اور سر میں درد ہے امی خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔"

"کہاں ہے راحت؟" ظفر نے پوچھا۔

"امی کچن میں ہیں۔" ساحل نے بتایا۔

ظفر وہاں سے اٹھ کر کچن میں چلا گیا۔

راحت اس کے لیے چائے بنا رہی تھی "تم کن تکلفات میں پڑ گئی ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی میں نے چائے پی تھی۔ اور تم رو کیوں رہی تھی۔ ساحل تو ماشاء اللہ ٹھیک ہے۔ معمولی سی کمزوری ہے۔ یخنی وغیرہ دو ٹھیک ہو جائے گا۔" ظفر نے کہا۔

راحت کی آنکھیں ابھی بھی اشکبار تھیں اس نے ظفر کی طرف دیکھا ''ظفر بھائی! میں کسی اور وجہ سے پریشان ہوں۔''

''کس وجہ سے ''ظفر نے پوچھا۔

راحت نے پیالیوں میں چائے ڈالی اور ہاتھ میں ٹرے اٹھائے کہنے لگی ''آئیے ساحل کے پاس بیٹھتے ہیں وہ آپ کو خود بتائے گا کہ رات کو اس نے کسے دیکھا ہے۔''

راحت چائے لے کر ساحل کے پاس آگئی۔ اس نے چھوٹے سے میز پر چائے رکھی۔ ظفر بھی ادھر ہی بیٹھ گیا۔

ساحل بے حد الجھا ہوا اور پریشانی دکھائی دے رہا تھا۔ ظفر نے اس کے چہرے پر گہری نظر ڈالی ''کوئی پریشانی ہے؟''

ساحل جیسے پہلے سے ہی بیتاب تھا وہ بلا تامل بولا ''انکل رات میں نے وشاء کو دیکھا

''خواب میں؟''ظفر نے پوچھا۔

''نہیں انکل میں نے اسے پورے ہوش و حواس میں دیکھا ہے وہ انار کے درخت کے قریب کھڑی تھی رات کے گیارہ بج رہے تھے میں صحن میں تنہا تھا۔''

ساحل کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی اس نے آگے بڑھ کر ظفر کے ہاتھ تھام لیے۔

''انکل وہ وہی وشاء تھی حساس اور جذبات سے بھرپور۔۔۔''

ظفر نے ساحل سے اپنے ہاتھ چھڑا لیے۔ ''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ دل میں احساسات رکھنے والی وشاء مر چکی ہے جسے تم نے دیکھا ہے وہ اس کا شیطانی ہمزاد ہے۔''

ساحل ایک بار پھر جذبات کی رو میں بہنے لگا ''انکل میرا یقین کریں وہ رو رہی تھی وہ کہہ رہی تھی کہ اس کا یہ روپ شیطانی ہمزاد میں کہیں گم ہوگیا ہے وہ بمشکل اس روپ میں مجھ سے ملنے آئی تھی۔''

ظفر نے ساحل کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور اسے سمجھانے لگا ''دیکھو بیٹا! میں نے تسلیم کرلیا ہے کہ میری وشاء مر چکی ہے۔ جسے تم نے دیکھا ہے وہ ایک خوبصورت بلا ہے جو کتنے ہی لوگوں کو اپنا شکار بنا چکی ہے۔ وہ تمہیں دھوکہ دے رہی ہے ہمزاد یا تو اچھا ہوتا ہے یا برا دونوں خصوصیات ایک ہمزاد میں نہیں ہوتیں۔ کالے علم کرنے والے عامل کسی مرے ہوئے انسان کے اسی شیطانی ہمزاد کو قابو کرتے ہیں جو زندگی میں اسے برے کاموں کے لیے اکساتا ہے۔ عامل اس شیطانی ہمزاد کو سفلی کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں تم نے آئندہ یہ غلطی نہیں کرنی اگر تمہیں وشاء نظر آئے تو سورۃ الناس پڑھنا شروع کر دینا اور اس کے قریب مت جانا۔''

ساحل پر جیسے ظفر کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا وہ ابھی تک اپنی ہی بات پر قائم تھا، اس کی سوچیں وشاء کے خیال میں ہی غرق تھیں۔ ''میں نے وشاء کے بھیانک روپ دیکھے ہیں مگر اس بار جس طرح میں نے اس کو دیکھا ہے وہ دھوکہ ہیں ہے۔ وہ واقعی اذیت میں ہے۔''

ظفر غصے سے کھڑا ہو گیا ''اذیت میں وہ نہیں ہے، وہ دوسروں کو اذیتیں دے رہی ہے۔ اپنی سوچ تبدیل کرو ورنہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی موت کی طرف دھکیل دو گے۔''

راحت، ظفر کو باہر تک چھوڑنے گئی ''دیکھا ہے بھائی آپ نے ساحل کی انہی باتوں کی وجہ سے میں پریشان تھا۔''

ظفر نے راحت کے سر پر ہاتھ رکھا ''ابھی تازہ بات ہے ٹھیک ہو جائے گا۔ کوشش کرنا کہ وہ اکیلا نہ رہے۔ قرآنی آیات پڑھ کر پانی دم کر کے اسے پلایا کرو اس ناگہانی آفت سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمارے پاس بس یہی راستہ ہے۔ تم دعا کرنا کہ لوگوں کو ہم ان بدروحوں سے بچانے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہم سب نے تو سروں پر کفن باندھ لیے ہیں۔ ہم میں سے کون کب لقمہ اجل ہو جائے کوئی نہیں جانتا۔''
راحت نے بھائی کا ہاتھ تھام لیا ''ایسی باتیں نہ کریں، جب اس کے بندوں پر ایسی مصیبت آجائے جس سے مقابلے کی سکت نہ رہے تو وہ کسی نہ کسی کو مسیحا بنا کے بھیجتا ہے آپ ایک کام کریں۔''
''کیا؟'' ظفر نے پوچھا۔

''میڈیا میں اس خبر نے سنسنی پھیلا دی ہے نمائش میں ہونے والے قتل کسی انسان نے نہیں بلکہ ہمزاد نے کیے ہیں۔ آپ اس بات سے نہ ڈریں کہ میڈیا والے آپ لوگوں کو پریشان کریں گے۔

آپ اور عمارہ ایک پریس کانفرنس کریں آپ سارا مسئلہ لوگوں کے سامنے بیان کریں اور مدد مانگیں کہ کوئی ایسا عامل یا کوئی بھی شخص جو اس معاملے میں ان کی مدد کرسکتا ہے۔ آپ لوگوں سے رابطہ کرے۔''

ظفر نے اثبات میں سر ہلایا ''ہاں۔۔۔ یہ مشورہ مجھے توقیر نے بھی دیا ہے۔ میں نے یہ سوچ کر اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ میڈیا والے ہمیں ہمارا کام نہیں کرنے دیں گے مگر صورت حال اس قدر گمبھیر ہے کہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے اور ہمارے پاس سوائے ارادے کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس لیے سوچ رہا ہوں کہ پریس کانفرنس کرلینی چاہیئے۔ شاید کوئی راستہ نکل آئے۔''

''آپ بس دیر نہ لگائیں، خدا کرم کرے گا۔ اب معاملہ آپ لوگوں کے بس کا نہیں رہا اور عمارہ تو خود اس فیلڈ میں نئی ہے۔ اس کا تجربہ محدود ہے۔'' راحت نے ظفر کو ایک بار پھر سمجھایا۔

'ٹھیک ہے میں توقیر اور زبیر سے بات کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر ظفر وہاں سے چلا گیا۔

ساحل کو کوئی بیماری نہیں تھی مگر ایسی نقاہت تھی کہ اس کے اعصاب شل ہو گئے تھے۔ وہ چار روز تک ایسی ہی کیفیت میں رہا۔ پانچویں روز وہ خود کو کافی بہتر محسوس کرنے لگا۔

میجر اسامہ اپنے کلب میں لڑکوں کو مارشل آرٹ کی ٹریننگ دے رہا تھا، صبح کے دس بج رہے تھے اس نے لڑکوں کو دو گروپوں میں تقسیم کردیا تھا۔ دونوں گروپ ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے تھے۔ ایک طرف سے ایک لڑکا آگے بڑھتا تو اس سے مقابلے کے لیے مخالف گروپ سے دوسرا لڑکا میدان میں آتا پھر ان کے درمیان کراٹے کا چھوٹا سا مقابلہ ہونے لگتا۔

میجر اسامہ ان کے قریب کھڑا انہیں مختلف داؤ پیچ یاد کر رہا تھا۔ دو لڑکے کراٹے کے خاص سفید لباس میں ننجا کے خاص انداز میں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ لڑکوں نے اپنے پیروں کو ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر کرتے ہوئے اپنی ٹانگوں کو پھیلا لیا۔ انہوں نے بازوؤں کا کراس بناتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو سیدھا کرتے ہوئے انگوٹھے سمیت آپس میں جوڑ لیا، اور پھر کیٹ سٹائل میں اچھلتے ہوئے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ چھوٹے سے مقابلے کے بعد انہوں نے سیدھا کھڑا ہو کے سروں کو جھکا کے ایک دوسرے کو دوستی کا پیغام دیا۔

اسامہ نے ایسے ہی چھوٹے چھوٹے تین مقابلے اور کرائے پھر اس نے انہیں بریک دے دی۔ وہ کرسی پر بیٹھ کے اپنا پسینہ پونچھنے لگا۔ دو لڑکے کولڈ ڈرنک لے کر اس کی طرف بڑھے۔ ان کے پاس پیپسی کے تین ٹن پیک تھے۔ ایک انہوں نے اسامہ کو دیا اور سامنے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''سر! آپ نے دس سال آرمی میں گزارے ہیں ہمیں کوئی دلچسپ واقعہ سنائیں۔''

اسامہ نے اپنا کٹے ہوئے ہاتھ والا بازو ان لڑکوں کے سامنے کیا ''یہ تمغہ ہے میری شجاعت کا''

لڑکے نے سر جھکاتے ہوئے معذرت کی ''سوری سر! ہم آپ کو ہرٹ کرنا نہیں چاہتے تھے۔۔۔''

اسامہ نے ٹھنڈی آہ بھری ''اسی بات کا تو افسوس ہے کہ میری طاقت میں اور تجربے میں کوئی کمی نہیں مگر میں لوگوں کے اس طرح کام نہیں آسکتا جس طرح پہلے فوج میں رہ کر ان کا تحفظ کرتا تھا۔''

دوسرے لڑکے نے معنی خیز انداز میں کہا ''سر اس کلب کے ذریعے بھی آپ اپنا فن دوسروں کو دے کر لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں۔''

ایک لڑکے نے ریموٹ سے دیوار پر لگا Led Tv آن کر دیا۔ نیوز چینل چل رہا تھا ایک سنسنی خیز خبر نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کر دیا

نیوز کاسٹر ہاتھ میں مائیک لیے رومان ہوٹل کے باہر اپنی باتوں سے لوگوں کو چونکا رہی تھی۔

آرٹ کی نمائش میں ہونیوالے پچاس لوگوں کے قتل کی تحقیقات کے لیے بہت سی ٹیمیں کام کر رہی ہیں۔ پولیس، سی بی آئی، رینجرز سب اس Crimnel کو ڈھونڈ رہے ہیں جس نے معصوم لوگوں کی جانیں لیں۔ ہمارے چینل پر ایک خبر نے لوگوں کو نیندیں اڑا دیں۔ سائیکاٹرسٹ اور exorcist ڈاکٹر عمارہ کا کہنا ہے کہ ان سب اموات کے پیچھے کسی انسان کا ہاتھ ہے مگر لوگوں کی جانیں لینے والا کوئی انسان نہیں بلکہ ایک ہمزاد ہے۔ ڈاکٹر عمارہ اور مسٹر ظفر نے ایک پریس کانفرنس کی ہے دیکھتے ہیں کہ وہ ہم سب سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' اسامہ سمیت سب کی کولڈ ڈرنکس ان کے ہاتھوں میں ہی رہ گئیں۔

عمارہ سامنے آئی۔ ظفر اور وہ وہیں بیٹھے تھے۔ عمارہ نے اپنی بات شروع کی۔ ''ہمارا مقصد لوگوں میں خوف وہراس پھیلانا نہیں بلکہ ہم تو اس شیطان کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں جو معصوم لوگوں کی زندگیوں سے کھیل رہا ہے۔ ہم پولیس کی بات کو رد نہیں کر رہے۔ انہیں جس پر شک ہے وہ اپنے طور پر تحقیقات کریں مگر جو کچھ ہم جانتے ہیں ہم اس کے مطابق اس قاتل کو ڈھونڈیں گے۔'' میرے پاس ٹھوس ثبوت ہیں جس کے مطابق نمائش میں لوگوں کا قتل جنھوں نے کیا ہے وہ تین ہمزاد ہیں۔

ہمزاد انسان کا ہی ایک روپ ہے۔ جو مرنے کے بعد انسان کے مردہ جسم سے الگ ہو جاتا ہے وہ ایک انسان کا ہی روپ ہے تو ہم کیوں اس کے آگے ہتھیار ڈال دیں۔ ہمیں ان شیطانوں سے مقابلہ کرنا ہے۔۔۔ ہمیں آپ لوگوں کی مدد کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو آگے بڑھے اور اس جنگ میں ہمارا ساتھ دے۔''سکرین پر عمارہ کا موبائل نمبر اور گھر کا ایڈریس لکھا تھا۔ اسامہ نے اپنے موبائل پر وہ سب نوٹ کر لیا۔ اس خبر کے بعد مختلف لوگوں کے Coments آنے لگے۔ کسی نے عمارہ کی بات کا مذاق اڑایا اور کسی نے عمارہ کی باتوں کو سچ مانتے ہوئے اسے گہرائی سے لیا۔ اسامہ نے ٹی وی بند کر دیا اور گہری سوچ میں پڑ گیا۔

اس کی ٹیم کے کئی لڑکے عمارہ کی باتوں پر ہنس رہے تھے اور کئی خاموش بیٹھے اس کی باتوں کے متعلق سوچ رہے تھے اسامہ واش روم گیا۔ اس نے سنک کا نل کھولا اور منہ دھونے لگا۔ اس نے ایک ہاتھ سے ہی منہ دھویا اور اپنی آنکھوں میں چھینٹے مارنے لگا۔ اس نے تولیہ اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہاں تولیہ نہیں تھا۔ اس نے دوسرے اسٹینڈ سے تولیہ اٹھایا اور آئینے میں دیکھتے ہوئے چہرہ خشک کرنے لگا۔ اسے نل میں سے پانی گرنے کی آواز آئی۔ اس نے چونکتے ہوئے نل کی طرف دیکھا کیونکہ اس نے اچھی طرح سے نل بند کر دیا تھا۔ نل پوری طرح کھلا ہوا تھا اور اس سے کافی پانی نکل رہا تھا۔ اسامہ سینک کی طرف بڑھا اور دوبارہ نل بند کرنے لگا مگر اس کا وال اس قدر سخت تھا کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں رہا تھا۔ سینک کے سوراخ میں ربڑ نہیں لگایا تھا اس کے باوجود سینک میں پانی جمع ہو رہا تھا، پانی پائپ کی طرف نہیں جا رہا تھا۔

"یہ کیا گڑبڑ ہو گئی ہے۔" اسامہ سینک کی جالی چیک کرنیلگا۔ کہ اچانک سے واش روم کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور چٹخنی بھی لگ گئی۔ اسامہ کو خوف محسوس ہونے لگا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کون ہے۔۔۔"

سینک اوپر تک پانی سے بھر گیا اور پانی اچھل اچھل کر باہر گرنے لگا۔ وہ ایک بار پھر سینک کا سوراخ کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اچانک زلزلے کی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ باتھ روم کے دروازے اور کھڑکیاں ہلنے لگیں۔ باتھ روم کی کھڑکی جو باہر کی طرف کھلتی تھی چٹاخ سے کھل گئی۔

اسامہ کو محسوس ہوا جیسے آئینے میں کسی کا عکس ہے اس نے سر اوپر کرتے ہوئے آئینے کی طرف دیکھا تو پلک جھپکتے ہی وہ عکس غائب ہو گیا اور روشنی کی ایک تیز شعاع باہر سے کھڑکی کی جالی کو چیرتی ہوئی آئینے کی طرف بڑھی اور اس سے منعکس ہو کر اسامہ کی بائیں آنکھ میں داخل ہو گئی۔

اسامہ جیسے پتھر کا ہو گیا۔ قدموں کو تھوڑا تھوڑا موڑتے ہوئے اس نے کھڑکی کی طرف منہ کر لیا کھڑکی کے ساتھ دیوار پر کوئی سایہ تھا جو اس کا نہیں تھا کیونکہ سائے کے دونوں ہاتھ تھے۔ وہ سایہ دھیرے دھیرے اسامہ کی طرف بڑھتا گیا اور پھر اس کے جسم میں داخل ہو گیا۔ جس کے ساتھ ہی اسامہ بیہوش ہو گیا۔

دروازے کی چٹخنی خود بخود کھل گئی۔ کافی دیر اسامہ کے باہر نہ آنے پر شاگردوں کو تشویش ہوئی۔ ایک لڑکا باتھ کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا۔ سامنے میجر اسامہ بیہوش پڑا

تھا۔ لڑکے نے آگے بڑھ کر چیک کیا پھر اس نے دوسرے لڑکوں کو بلایا۔ تین لڑکوں نے مل کر اسامہ کو اٹھایا۔ وہ اسے اندر ہال میں لے گئے۔ انہوں نے اسے صوفے پر لٹایا۔ ایک لڑکا جلدی سے میڈیکل بکس لے آیا۔ انہوں نے اسے معمولی سی ٹریٹمنٹ دی جس سے اسے ہوش آگیا۔

اس نے کانپتے ہونٹوں سے چاروں اور دیکھا جیسے تھوڑی دیر کے لیے اس کا ذہن سو گیا ہو، کچھ دیر بعد اس کی آنکھوں میں شناسائی سی جھانکنے لگی۔ ''مجھے کیا ہوا تھا؟'' اسامہ نے لڑکوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''سر آپ بیہوش پڑے تھے۔ شکر ہے خدا کا کہ آپ کو ہوش آگیا ہے۔ اوپر جا کے آپ آرام کر لیں۔ ہم سب خود ہی پریکٹس کر لیں گے۔'' ایک لڑکے نے کہا۔

اسامہ اٹھنے لگا تو اسے خاصی نڈھالگی محسوس ہو رہی تھی۔ ایک لڑکا آگے بڑھا ''سر میں آپ کو اوپر تک چھوڑ آتا ہوں۔''

لڑکا اسامہ کو سہارا دیتا ہوا بالائی منزل تک چھوڑ آیا۔ سارے شاگرد دوبارہ اپنی پریکٹس میں مشغول ہو گئے۔ اسامہ اپنے بستر پر لیٹ کر سوچتا رہا کہ واش روم میں کیا تھا وہ کون سی پراسرار طاقت تھی۔ جسنے اس کے فولاد جیسے وجود کو ایک ہی جھٹکے میں نڈھال کر دیا۔ ایسے ہی سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ وہ اس وقت جاگا جب ایک لڑکے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

''سر۔۔۔''

اسامہ نے آنکھیں کھولیں ''سر ہم سب جا رہے ہیں ہماری پریکٹس مکمل ہو گئی ہے۔'' لڑکے نے بتایا۔

''ٹھیک ہے تم لوگ جاؤ۔'' اسامہ نے کہا۔

لڑکے کے جانے کے بعد اسامہ اپنے بستر سے اٹھا اب وہ خود کو تندرست و توانا محسوس کر رہا تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اس نے پردے پیچھے کیے۔ شہر کا خوبصورت نظارہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس کا ذہن ایک بار پھر اس خبر کی طرف چلا گیا۔ اس بار اسے یہ خبر کسی پہیلی کی طرح نہیں لگ رہی تھی بلکہ اس کا ذہن اسے بار بار یقین دلا رہا تھا کہ واقعی ہمزاد یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس خبر میں کہیں بھی کوئی جھوٹ نہیں ہے یہ ایک خوفناک حقیقت ہے۔

یہ ایک ناگہانی آفت ہے جو دھیرے دھیرے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ دوپہر کے تین بج رہے تھے۔ ''میں اتنی دیر تک سوتا رہا۔'' اس نے خود کلامی کی۔ اسے بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے فریج سے برگر نکالا اور اسے اوون میں گرم کر لیا۔ اس نے فریج سے کیچپ بھی نکال لیا۔ وہ اپنا یہ مختصر سا لنچ لے کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

اگلی صبح ہونے سے پہلے جب لوگ فجر کی نماز کی تیاری میں مصروف تھے۔ زرغام اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل میں مصروف تھا۔ وہ دریا کے کنارے ایک نوجوان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ نوجوان کے ہاتھ میں ایک الو تھا۔ سورج طلوع نہیں ہوا تھا اس لیے ابھی اندھیرے کا ہی راج تھا۔

لڑکے نے ایک ہاتھ میں ایمر جنسی لائٹ پکڑی ہوئی تھی۔ دھیرے دھیرے یہ اندھیرا چھٹ رہا تھا اور مدھم مدھم روشنی ہونے لگی تھی۔ زرغام نے جینز اور شرٹ کے ساتھ لانگ کوٹ پہنا ہوا تھا جبکہ لڑکا قمیص شلوار میں تھا۔

زرغام کے ہاتھ میں ایک گڑیا تھی جس نے سرخ رنگ کا دلہن کا لباس پہنا ہوا تھا۔ زرغام کے پاس ایک ڈبیہ میں بہت سی سوئیاں تھیں۔ اس نے ڈبیہ کھول کر زمین پر رکھ دی۔ اس نے گڑیا زمین پر لٹائی اور ڈبیہ سے سوئیاں نکالنے لگا۔

اس نے ہنستے ہوئے نوجوان کی طرف دیکھا ''ایک سوئی دلہن کے دماغ پر اور ایک سوئی دلہن کے دل پر'' یہ کہہ کر اسنے ایک سوئی گڑیا کے سر پر لگائی اور ایک سوئی گڑیا کے سینے پر لگا دی۔ پھر زرغام نے وہ گڑیا ایک طرف رکھ دی اور ایک بڑی سی پلیٹ نکالی ساتھ ہی ایک چھوٹا سا شاپر نکالا۔ شاپر میں آٹا تھا اس نے آٹا پلیٹ میں ڈال دیا۔

نوجوان نے الو کو بمشکل قابو کر کے اس کے گلے پر چھری پھیر دی۔ الو تڑپنے لگا۔ نوجوان نے سر کٹے تڑپتے الو کو خشک آٹے کے اوپر لٹکا دیا۔ الو کے پنجے نوجوان کے ہاتھوں میں تھے، وہ اسے آٹے پر دائرے میں گھمانے لگا جس سے الو کے جسم سے نکلتا خون آٹے پر دائرے بنانے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ نوجوان اپنا ناپاک منتر بھی پڑھتا جا رہا تھا

زرغام کا یہ شاگرد اپنا کام بڑی مہارت سے کر رہا تھا۔ ان دونوں کو اپنا یہ کالا جادو طلوع آفتاب سے قبل مکمل کرنا تھا۔ زرغام نے تھوڑا سا پانی ڈال کر اس خون ملے آٹے کو گوندھ دیا۔ پھر اس نے لکڑی

کی ایک ٹرے پر اس آٹے کو رکھ کر اس کا ایک پتلا بنا دیا۔ اس نے اس پتلے کے جسم پر بہت سی سوئیاں لگا دی۔۔۔۔

اس نے دلہن بنی گڑیا اس پتلے کے ساتھ رکھ دی۔ اس نے وہ لکڑی کی ٹرے دریا میں بہا دی اور انتہائی سفاکی سے ہنسنے لگا۔ ''جاؤ دلہن اپنا دلہا ساتھ لے جاؤ۔ اس بار کام الٹا ہے۔ دولہا، دلہن کو لے کر نہیں جائے گا بلکہ دلہن دولہے کو لے جائے گی مگر دھیان رہے کہ کچھ دیر بعد یہ کشتی ڈوب جائے گی اور آٹے کا دولہا پانی میں گھل جائے گا۔''

نوجوان کے لبوں پہ بھی شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے زرغام کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ ''سر! اپنا سامان سمیٹتے ہیں، سورج نکلنے والا ہے۔'' ان دونوں نے اپنا سامان سمیٹا اور وہاں سے نکل گئے۔

اسامہ حسب معمول صبح کے چھے بجے واک کے لیے گھر سے نکلا۔ گھر کے قریب ہی ایک کھلا میدان تھا۔ واک کے بعد وہ میدان میں ورزش کرنے لگا۔ وہ خود میں غیر معمولی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ سرچ کیے بغیر کچھ معلومات اس کے ذہن میں خود بخود جمع ہو گئی تھیں۔

اس کا ذہن اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ ان سب حقائق پر یقین کرے۔ ایک رات میں وہ اسامہ، اسامہ نہیں رہا تھا۔ وہ یوگا کے انداز میں ہاتھوں کی انگلیوں اور پیروں کے پنجوں پر وزن ڈالتے ہوئے جھکا ہوا تھا۔

اچانک سے اس کا پھولا ہوا سانس بحال ہوگیا۔ اس کی جسمانی قوت بڑھ گئی۔ آنکھوں کی پتلی کا رنگ سیاہ سے نیلا ہوگیا۔ وہ سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اس کا ذہن اپنے کسی ادھورے کام کی طرف مائل ہوگیا۔ وہ بے چینی سے اپنے ٹراؤزر کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اس کے ہاتھ ایک چیز لگی۔ یہ کپڑے کا پاؤچ تھا اسنے وہ باہر نکالا اسے کھولا تو اسمیں نگینوں سے جڑا پنجا لگا تھا۔ جس میں عقیق، نیلم اور یاقوت کے پتھروں کو باریک باریک زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ زنجیریں ایک طرف ایک انگوٹھی سے منسوب تھی جس میں زرقون لگا تھا اور دوسری طرف وہ ایک کڑے سے جڑی تھیں۔ اسامہ کے لیے وہ نئی چیز تھی مگر اس کے ذہن میں اس چیز کی یادداشت موجود تھی۔ وہ اسے پہچانتا تھا۔ اس نے وہ پنجا گلا اپنے ہاتھ میں پہن لیا۔

گھر سے نکلتے ہوئے اس کے ٹراؤزر میں کوئی چیز نہیں تھی مگر اس کا وقت لمحہ بہ لمحہ بدل رہا تھا۔ اس نئی تبدیلی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے موجود وقت سے بھی نہیں کٹا تھا مگر کوئی تھا جو اس کے ذہن میں داخل ہو کے اسے نئے راستے پر چلا رہا تھا۔

عمارہ اپنے کلینک میں گم صم سی بیٹھی تھی۔ صبح کے نو بجرہے تھے اس لیے وہ ابھی فارغ تھی ابھی اس کے کلینک میں کوئی مریض نہیں تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ فون کی بیل بجی۔ اس نے فون اٹھایا تو ظفر لائن پر تھا۔

''کیسی ہو۔۔۔؟'' ظفر نے پوچھا۔

''بس ٹھیک ہوں۔۔۔'' عمارہ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

ظفر نے ٹھنڈی آہ بھری "ہم ابھی تک کچھ بھی نہیں کر سکے۔ ابھی مل کر کچھ کرنے کا وقت ہے اور ساحل۔۔۔"

"ساحل کو کیا ہوا۔۔۔؟" عمارہ نے پوچھا۔

"تم تو سائیکاٹرسٹ ہو تم اس کا علاج کر سکتی ہو۔۔۔"

"لیکن مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟"

ظفر نے عمارہ کو ساری بات بتائی کہ کس طرح ساحل کو وشاء نظر آئی۔ عمارہ سب سن کر سخت پریشان ہو گئی۔

"یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔ ساحل کو تو سمجھایا جا سکتا ہے مگر وشاء اس کو پیچھا اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ساحل کی جان کو خطرہ ہے۔" ظفر بھی پریشان ہو گیا۔ "اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔"

"فی الحال تو آپ ساحل کو میرے پاس بھیجیں۔ میں اسے سمجھا دوں پھر دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔ مجھے بہت امید تھی کہ خیام ہماری مدد کرے گا مگر پچاس لوگوں کو اموات کے بعد مجھے اس سے بھی کوئی امید نہیں رہی۔"

ظفر نے عمارہ کی بات کی تردید کی "یہ بہت پیچیدہ اور راز کی باتیں ہیں۔ ہم نہیں جان سکتے ہیں کہ خیام نے ایسا کیوں کیا تم اس سے روحانی عمل کے ذریعے سے بات کرو۔"

''اس نے مجھے منع کیا تھا کہا سے عمل سے بلانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس نے کہا تھا کہ جب ہمیں اس کی مدد کی ضرورت ہوگی تو وہ آجائے گا۔'' عمارہ نے بتایا۔

ظفر نے اسے تسلی دی ''خدا پر بھروسا رکھو وہ ضرور کسی نہ کسی کو مسیحا بنا کے بھیجے گا ہم نے جو میڈیا کے ذریعے مدد کی اپیل کی ہے اس سے ہمیں فائدہ ضرور ہوگا۔ ہم خیام کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے کیونکہ وہ کوئی انسان نہیں ہمزاد ہے۔ ہماری سوچ اور ہمارا علم محدود ہے۔''

عمارہ نے لمبا سانس کھینچا۔ ''شاید میں زیادہ جذباتی ہو رہی ہوں بہر حال ساحل والا مسئلہ تو پریشان کن ہے۔ آپ جتنی جلدی ہو سکے ساحل کو میرے پاس بھجیں۔''

''ٹھیک ہے میں آج ہی ساحل سے بات کرتا ہوں۔'' ظفر نے فون بند کر دیا۔

ساحل اپنے کپڑے استری کر رہا تھا، ردا کالج جا چکی تھی۔ راحت ساحل کے پاس آئی۔ ''چھوڑو! میں استری کرتی ہوں۔''

ساحل نے بہت پیار سے ماں کا ہاتھ پیچھے کیا ''میری پیاری امی جان میں کرلوں گا۔ آپ میری جرابیں اور بوٹ نکال دیں۔''

''کہاں جا رہے ہو؟'' راحت نے پوچھا۔

"ایک جاب کے لیے اپلائی کیا ہے اسی کے انٹرویو کے لیے جا رہا ہوں۔"

"اور تمہاری CSS کی تیاری۔۔۔؟"

"وہ تیاری بھی ہوتی رہے گی۔۔۔ میرے لیے چھوٹی سی جاب بہت ضروری ہے۔ جس سے میں گھر کا کچھ خرچہ بھی نکال سکوں اور پڑھائی کے لیے بھی وقت نکال سکوں۔ آپ بے فکر رہیں۔ پہلے جو بھی ہوا اس پر میرا بس نہیں تھا میں CSS کی تیاری نہیں کر سکا۔ مگر اب میں نے سوچ لیا ہے کہ کسی کے جانے سے زندگی ختم ہیں ہوتی۔ آپ اور ردا بھی میری ذمہ داری ہیں۔ میں پوری محنت سے اب CSS کی تیاری کروں گا۔" ساحل نے استری کی ہوئی پینٹ ہینگر پر لٹکاتے ہوئے کہا۔
راحت کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس نے ساحل کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ "خدا تمہیں کامیاب کرے۔" پھر وہ کمرے میں گئی اور وہاں سے تعویذ اٹھا کے لے آئی۔
اس نے تعویذ ساحل کے گلے میں ڈالا "تم سے میں نے کتنی بار کہا ہے کہ یہ تعویذ گلے میں پہن کے رکھو۔ خدا تمہیں ہر مصیبت سے بچائے گا۔"

ساحل نے مسکراتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا "نہ اتنا وہم کیا کریں۔۔۔مجھے کچھ نہیں ہو گا" یہ کہہ کر ساحل دوبارہ اپنی شرٹ استری کرنے لگا۔

راحت گھر کے کاموں میں مصروف ہوگئی۔ ساحل کپڑے تبدیل کرنے لگا تو اس نے اپنے چہرے کو چھوا۔ "اوہ میں نے تو شیو کی ہی نہیں۔"

اس نے کپڑے استری اسٹینڈ پر رکھے اور واش روم کی طرف بڑھا۔ اسے تعویذ کا خیال آیا واش روم میں جانے سے کہیں تعویذ کی بے ادبی نہ ہو اس خیال سے اس نے تعویذ گلے سے اتار کر استری اسٹینڈ پر رکھ دیا۔

اس نے شیو کی اور پھر کپڑے تبدیل کر لیے۔ پھر وہ تیزی سے اپنی موٹر بائیک کی طرف بڑھا "امی دروازہ بند کر لیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

راحت، بیٹے کی آواز سن کر سارے کام چھوڑ کر باہر آ گئی۔ ساحل جا چکا تھا "اللہ کے حوالے" یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد ساحل مین روڈ پر تھا جہاں خاصی ٹریفک تھی۔ اس کی موٹر بائیک بھی اب آہستہ چل رہی تھی۔ اس نے ہینڈل پر زور سے ہاتھ مارا۔ "کیا مصیبت ہے، سارا وقت تو میرا یہیں لگ جائے گا۔ مجھے ذرا پہلے نکلنا چاہیئے تھا۔ کچھ دیر بعد گاڑیوں کی بھیڑ ذرا کم ہوئی تو اس نے اپنی بائیک کی سپیڈ دوبارہ تیز کر دی۔

نہ جانے کہاں سے اچانک سفید چادر اوڑھے ایک لڑکی ہاتھ کو لہراتی ہوئی اس کی بائیک کے آگے آگئی۔ فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے ساحل نے بمشکل بریک لگائی ممکن تھا کہ بائیک اس لڑکی سے جا ٹکراتی۔ ساحل غصے میں بائیک سے اترا اور لڑکی پر برس پڑا۔

''اندھی ہو یا مرنے کا شوق ہے۔ جانتی ہو جس طرح میں نے بریک لگائی ہے یا میں مرتا یا تم۔'' لڑکی کے ہاتھ میں دوائی کی بوتل تھی اور وہ مسلسل رو رہی تھی۔

اس نے دوا کی بوتل ساحل کو دکھائی اور گلوگیر لہجے میں بولی ''میری ماں سخت بیمار ہے اگر میں نے یہ دوا بروقت نہ پہنچائی تو وہ مر جائے گی۔ میں نے کتنے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی مگر کوئی نہیں رکتا۔ دور دور تک کوئی راستہ بھی نہیں ملا۔''

لڑکی نے روتے روتے ساحل کے آگے ہاتھ جوڑ لیے ''میں آپ کی منت کرتی ہوں، آپ مجھے میرے گھر تک چھوڑ دیں۔''

ساحل نے گھڑی دیکھی ''مجھے تو انٹرویو کے لیے جانا ہے مجھے دیر ہو جائے گی۔''

''آپ کو تو نوکری اور بھی مل جائے گی مگر مجھے میری ماں نہیں ملے گی'' لڑکی نے پھر منت کی۔

ساحل نے ٹھنڈی آہ بھری ''اچھا۔۔۔ آجاؤ بیٹھ جاؤ میرے ساتھ۔''

ساحل نے بائیک سٹارٹ کی تو لڑکی جلدی سے اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ ادھر راحت گھر کی چیزیں سمیٹ رہی تھی۔ اس نے استری اسٹینڈ سے کپڑے اٹھائے تو اس کی نظر تعویذ پر پڑی اس نے تعویذ اٹھایا ''یہ لڑکا کبھی میرے بات سنجیدگی سے نہیں لیتا۔ میرے کہنے کے باوجود اس نے تعویذ اتار دیا۔''

ساحل لڑکی کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہا تھا مگر اس کا ذہن اس نوکری کی طرف ہی تھا۔ ''میں اب اس انٹرویو کے لیے نہیں پہنچ سکتا نہ جانے ایسی نوکری دوبارہ ملے گی بھی یا نہیں۔'' اس نے بیزاری سے راستے کی طرف دیکھا ''اور کتنی دور ہے تمہارا گھر۔۔۔''

''بس نزدیک ہی ہے۔۔۔ آپ سیدھا جا کے دائیں طرف مڑ جائیں۔'' لڑکی نے انتہائی معصومیت سے کہا۔

ساحل نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا ''وہ سڑک تو قبرستان کی طرف جاتی ہے۔''

''کیوں کیا ہوا؟ کیا قبرستان کے پاس لوگ نہیں رہتے۔''

لڑکی نے ساحل کو خاموش کر دیا۔ ساحل سیدھا جا کے دائیں طرف مڑ گیا۔ تھوڑے ہی فاصلے کے بعد سڑک کے ساتھ ساتھ قبرستان کی دیوار شروع ہو گئی۔ لڑکی نے ساحل سے قبرستان کے داخلی دروازے کے قریب بائیک روکنے کے لیے کہا۔ ساحل نے بائیک روک دی۔ لڑکی بائیک سے اتری تو ساحل بھی بائیک سے اتر گیا۔

''یہ تم قبرستان میں کہاں جارہی ہو۔۔۔؟'' گندمی رنگت والی دبلی پتلی سی وہ لڑکی اٹھارہ یا انیس سال کے لگ بھگ معلوم ہورہی تھی۔ اس نے اپنی لمبی لمبی غزالی آنکھوں سے ساحل کی طرف دیکھا۔

''اندر تو آؤ میں تمہیں سب سمجھا دوں گی۔''

ساحل کے من میں سوال اٹھ رہا تھا کہ ماں کی بیماری کو لے کر اس قدر بے چین اور گھبرائی ہوئی لڑکی میں اچانک تحمل کیسے آگیا۔ اس لڑکی کی بات میں نہ جانے ایسا کیا تھا کہ ساحل اسے منع نہ کرسکا اور اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔

وہ دونوں چھوٹے سے تنگ سے راستے پر چل رہے تھے۔ اس راستے کے دونوں طرف قبریں تھیں۔ اکثر قبرستان میں کوئی نہ کوئی شخص دکھائی دیتا ہے مگر اس قبرستان میں مکمل سناٹا تھا۔ دور دور تک سوائے ان دونوں کے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''یہ قبریں جو عبرت کی کہانیاں سناتی ہیں۔ کبھی ڈارتی ہیں، کبھی رلاتی ہیں۔ انسان کے غم سے نڈھال چور چور وجود کو دنیا سے چھپا کے خود میں سمو لیتی ہیں۔'' ساحل اپنے دھیان میں بول رہا تھا۔

لڑکی نے پلٹ کر پوچھا ''تم بھی ڈرتے ہو ان قبروں سے۔''

''نہیں۔۔۔! میں نہیں ڈرتا۔''

''اچھا۔۔۔ آج پتہ چل جائیگا۔'' لڑکی نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

لڑکی نے جواب دینے کے بجائے اپنی انگلی سے سامنے کی طرف اشارہ کیا "وہ سامنے کوٹھڑی دیکھ رہے ہو۔۔۔وہی میرا گھر ہے۔"

"تمہارا بھائی یا والد گورکن ہوں گے اس لیے تم لوگ قبرستان میں رہتے ہو۔۔۔اور تم تو بہت پریشان اور جلدی میں تھیں۔ اب کیوں اتنا آہستہ چل رہی ہو، جا کے ماں کو دوا دو۔"

لڑکی چلتے چلتے رک گئی۔ اس نے دوا کی بوتل ہوا میں اچھال دی۔ "دوا کا تو بہانہ تھا۔۔۔مجھے تو تم سے کسی کو ملوانا تھا۔"

ساحل گھبرا سا گیا "کیا بکواس کر رہی ہو۔"

"اندر کوٹھڑی میں کوئی تمہارا بے چینی سے انتظار کر رہا ہے۔"

ساحل کو تعویذ کا خیال آیا جو اس کے گلے میں نہیں تھا۔ وہ واپس پلٹنے لگ "مجھے کسی سے نہیں ملنا۔"

اچانک وشاء کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ "کہاں جا رہے ہو۔ صرف ایک بار مجھے اپنی جھلک دکھا دو۔"

ساحل نے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو وہ آواز کوٹھڑی کی طرف سے آ رہی تھی۔ وشاء کی آواز نے ساحل کو بے چین کر دیا۔ اس پر عجب سا سحر طاری ہو گیا جس میں اس کے ذہن میں اسی وشاء کا خیال ابھرنے لگا جو اسے چاہتی تھی۔

اس کے قدم بے خودی میں اس کوٹھری کی طرف اٹھنے لگے۔ جونہی ساحل کوٹھری میں داخل ہوا۔ جیسے اس کی سانسیں تھم گئیں۔ اس پر دل کے احساسات کا فسوں چھا گیا۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تکمیل کا روپ لیے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

وشاء دلہن کے سرخ لباس میں ایک پرانی سی چارپائی پر اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"وشاء۔۔۔" جونہی ساحل کے منہ سے وشاء کا نام نکلا۔ کمرے کا ماحول کسی طلسم سے چند ہی ساعتوں میں بدل گیا۔ مٹی کی کوٹھری کسی شاندار کمرے میں تبدیل ہوگئی۔ وشاء دلہن بنی مخملی بستر کے خوبصورت پلنگ پر بیٹھی تھی۔ ساحل نے مبہوت نظروں سے اپنے لباس کی طرف دیکھا، اسکا لباس بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ اس نے براؤن شیروانی اور چوڑی دار پاجامہ پہنا ہوا تھا اس کے سر پر کلاہ تھا۔ یہ مبہم سی تبدیلی اسکی سماعت میں سرگوشیاں کررہی تھی کہ آج اس کی اور وشاء کی شادی ہے آج وہ اور وشاء ایک ہونے والے ہیں۔ جس محبوب کا غم اس کے لیے عمر بھر کا روگ بن گیا تھا۔ آج وہ غم اسکی عمر بھر کی خوشی میں بدلنے جا رہا تھا۔

خوشی کے ایک خوبصورت احساس کے ساتھ ساتھ دماغ کی کوئی قوت تھی جو اسے وہاں سے جانے کے لیے کہہ رہی تھی مگر آہستہ آہستہ اس کی سوچیں کسی کی تابع ہوتی جا رہی تھیں۔

وہ دھیرے دھیرے وشاء کی طرف بڑھنے لگا اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہی کم سن لڑکی چادر اوڑھے دروازے پر کھڑی تھی۔

وہ لڑکی ساحل کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں ایک ہی پل میں اس کا سادہ سا لباس سبز رنگ کی کرتی اور لہنگے میں بدل گیا۔ اس کا چہرہ بھی بدل گیا۔ ساحل کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ حوریہ تھی۔ جس کے لبوں پہ شیطانی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

اس بار اس کے ذہن نے اسے پوری طرح جھٹک دیا۔ اسے ہوش آنے لگا کہ وہ یہاں سے نکل جائے، وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تو وشاء کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''مجھے اس طرح چھوڑ کر جا رہے ہو۔''

ایک بار پھر ساحل اپنے ہوش کھو گیا۔ وہ دوبارہ وشاء کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ وشاء کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ پری جیسی دکھ رہی تھی۔ خوبصورت اور معصوم۔۔۔ وہ حسن اس دنیا کا تھا ہی نہیں۔۔۔ وہ کسی کے خوابوں کی شہزادی تھی یا کسی مصور کا تخیل۔۔۔ جو بھی تھی وہ ساحل کی تھی۔
اس نے اپنی دمکتی آنکھوں سے ساحل کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''اب یہ وشاء تم سے کبھی دور نہیں جائے گی۔ کچھ دیر کے بعد ہماری شادی ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں گے۔''

ساحل کی نظریں وشاء کے چہرے پر ٹھہر گئی تھیں خود پر رشک کرنے کو دل چاہ رہا تھا مگر کوئی شائبہ تھا جو دماغ میں کروٹیں بدل رہا تھا، ایسے سراپا حسن کا مالک بننے جا رہا تھا مگر خوشی کے اس احساس میں دبی چنگاریوں کو بھی محسوس کر رہا تھا۔

عجیب سا اضطرار تھا۔ وشاء نے آنکھوں ہی آنکھوں میں حوریہ کو کوئی اشارہ کیا حوریہ وہاں سے چلی گئی کچھ دیر کے بعد وہ کاغذ کی سجی ہوئی پلیٹ میں ایک گہنا لے کر آئی۔

وہ مسکراتی ہوئی ساحل کی طرف بڑھی۔ وہ پلیٹ لے کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ ''اپنا ہاتھ اوپر کرو، میں تمہیں یہ گہنا پہنا دوں۔'' وشاء نے شرماتے ہوئے پلکیں جھکا دیں۔ ساحل نے حوریہ سے موتیے کے پھولوں کا گہنا پہن لیا۔ گہنا پہنتے ہی اس کی مدہوشی کو جھنجھوڑتی ہوئی اس کی ذہنی قوتیں سو گئیں۔ اسے وشاء کے علاوہ کچھ یاد نہیں رہا۔ وہ اپنی زندگی کے دوسرے رشتوں سے بے خبر ہوگیا۔ وشاء پلنگ سے نیچے اتری اور اپنے بھاری بھر کم عروسی جوڑے کو سنبھالتی ہوئی ساحل کے پاس کھڑی ہوگئی۔ اس نے ہاتھ ساحل کی طرف بڑھایا۔ ''آؤ میرے ساتھ میں تمہیں ایک ایسی جگہ دکھاتی ہوں جسے دیکھ کر تم دنگ رہ جاؤ گے۔''

ساحل مسکراتے ہوا وشاء کا ہاتھ تھام کر کھڑا ہوگیا۔ وشاء دروازے کی طرف بڑھی اور وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ باہر ایک خوبصورت لان تھا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ باغ تھا جس میں بے شمار پھل دار درخت تھے۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے مالٹوں کے درختوں کے قریب آ گئے۔ وشاء نے ایک لمحے کے لیے بھی ساحل کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ درختوں کے بیچ میں ہی نیچے جانے کا راستہ بنا ہوا تھا وہاں ایک سیڑھی بھی دکھائی دے رہی تھی۔ وشاء اس سیڑھی کی طرف بڑھی تو ساحل نے تعجب سے پوچھا۔

''یہ ہم نیچے کہاں جا رہے ہیں۔۔۔؟''

وشاء نے مسکراتی آنکھوں سے ساحل کی طرف دیکھا "جو جگہ تمہیں دکھانا چاہتی ہوں، وہ یہیں تو ہے۔"

ساحل بھی وشاء کے ساتھ ساتھ اس زینے سے نیچے اترنے لگا۔ حوریہ بھی ان کے ساتھ ساتھ تھی۔

سیڑھی زیادہ لمبی نہیں تھی، وشاء نیچے اتر گئی۔ ساحل آخری زینے تک پہنچا تو کافور کی خوشبو اس کے حلق تک اتر گئی۔ وہ نیچے اترا تو اس کے پیروں تلے کچی زمین تھی۔ ساحل نے چاروں اور نظر دوڑائی۔ تو سنسناہٹ کے جھٹکے سے اس کا پورا وجود کانپ اٹھا۔

جس آسمان کو وہ اوپر دیکھ کر آیا تھا وہی آسمان یہاں بھی دکھائی دے رہا تھا مگر یہاں رات کا اندھیرا تھا۔ آسمان میں ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ اس کے دماغ کی رگیں ٹس ٹس کرنے لگیں، ایک سیڑھی اترنے سے وہ کس دنیا میں آگیا جہاں اس وقت رات ہے۔ دور دور تک سبزے کا نام و نشان نہیں بس ہر طرف مٹی ہی مٹی ہے۔ مٹی کے اونچے نیچے ٹیلوں کے درمیان میں پانی کی ایک جھیل دکھائی دے رہی ہے۔

لفظ بہ مشکل اٹک اٹک کے ساحل کی زبان سے نکلے "دہشت ناک اور پراسرار جگہ ہی دکھانا چاہتی تھی.....جہاں پھولوں کی خوشبو کے بجائے کافور کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔"

وشاء تمسخرانہ انداز میں بولی "پھولوں کی خوشبو تو ایک فریب ہے جذبوں جیسا فریب۔ جس میں مدہوش ہو کے انسان اپنے آپ کو کھو دیتا ہے۔ لمبا سانس کھینچ کر اس کافور کی خوشبو کو خود میں سرایت کر لو۔ یہی اصل حقیقت باقی سب فریب ہے۔"

"کیا مطلب....؟" ساحل بوکھلا سا گیا۔

وشاء ہنستے ہوئے ساحل کے قریب آگئی "تم تو خوفزدہ ہو گئے۔ میں تو تمہیں یہ جھیل دکھانا چاہتی تھی۔ آؤ جھیل کے پاس چلتے ہیں پھر واپس اوپر چلے جائیں گے۔ تمہیں یہ جگہ اچھی نہیں لگ رہی تو ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گے۔"

"ٹھیک ہے مگر تم میرا ہاتھ چھوڑ دو میں خود چلنا چاہتا ہوں۔"

وشاء نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ساحل کی طرف دیکھا اور نفی کے اشارے میں اپنی انگشت ہلائی۔ "ایسی جگہ میرا ہاتھ چھوڑنا ٹھیک نہیں۔ تمہیں ایسا کچھ بھی نظر آسکتا ہے جس سے تم اپنا ہوش کھو دو۔"

"تم مجھے مزید ڈرا رہی ہو....." ساحل کا حلق خشک ہونے لگا۔

"کیا کروں، یہ جھیل ہے ہی ایسی جگہ اور میں تمہیں یہ جھیل دکھانا چاہتی ہوں....جھیل دیکھتے ہی ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔"

ساحل نے لمبا سانس کھینچا اور حوصلہ کرتے ہوئے وشاء کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

مٹی اس قدر نرم تھی کہ وہ جس جگہ پاؤں رکھتا وہاں اس کے قدموں کا نشان بن جاتا، وہ جھیل کے قریب گئے تو عجیب سا شور ساحل کی سماعت سے ٹکرایا۔ جیسے بہت سی عورتیں اور مرد آپس میں

سر گوشیاں کر رہے ہوں۔ اس نے آوازوں کی سمت میں پلٹ کر دیکھا تو اس کا سانس اس کے حلق میں ہی اٹک گیا۔ آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔

سفید کفن میں بہت سے مرد اور عورتیں ہوا میں معلق ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے ان کے وجود غیر مرئی اور باطنی تھے۔ وہ کسی بھی کثیف چیز سے ہوا کی طرح گزر جاتے۔

ساحل کو جھرجھریاں آنے لگی تھیں.... اس کی روح کپکپا رہی تھی.... اس کی وجدانی اور لاشعور کی سوئی ہوئی قوتیں بھی دھیرے دھیرے جاگ رہی تھیں۔

وشاء نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا "تم ادھر ادھر کیا دیکھ رہے ہو، سامنے جھیل کی طرف دیکھو جو تمہاری آنکھوں جیسی گہری ہے۔"

ساحل نے کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح فوراً ہی جھیل کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ جھیل کا پانی شفاف اور چمکدار تھا۔ ساحل نے جھیل میں اپنا عکس دیکھا تو اسکے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

ساحل نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا "تم میرے شانے پر سر رکھے کھڑی ہو مگر جھیل میں تمہارا عکس کیوں نہیں دکھائی دے رہا۔"

وشاء تمسخرانہ انداز میں ہنسنے لگی "کیونکہ تم انسان ہو اور میں ہمزاد فکر مت کرو آج میں انسان اور ہمزاد کا یہ فرق ختم کر دوں گی۔"

یہ کہہ کر وشاء کے ساحل کو جھیل کی طرف دھکا دے دیا۔ ساحل چیختا ہوا گہری جھیل میں جا گرا۔ اسے تیراکی نہیں آتی تھی۔ جھیل کا گہرا پانی اسے نیچے کی طرف کھینچتا مگر وہ کوشش کر کے بار بار پانی کی سطح پر آتا اور لمبے لمبے سانس لے کر موت سے لڑنے کی کوشش کرتا۔

موت اور زندگی کی اسی کشمکش میں ساحل نے دیکھا کہ ایک جوان وشاء اور حوریہ کے سامنے کھڑا ہے۔

وشاء کی آواز ساحل کی سماعت سے ٹکرائی "خیام تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

جبکہ اس جوان کا چہرہ خیام کا نہیں تھا۔ ساحل بس اتنا ہی سن سکا پھر وہ گہرے پانی کے آگے بے بس ہو گیا۔

جونہی اس کے ہاتھ پاؤں بے جان ہوئے وہ پانی کی تہہ کی طرف گرتا چلا گیا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں سانس کی جگہ منہ سے بلبلے نکل رہے تھے۔ وہ اپنی موت کو بالکل سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے پورے ہوش و حواس میں تھا۔

اسے خیال میں اپنی ماں جائے نماز پر بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ موت سامنے باہیں پھیلائے کھڑی تھی اور سماعت میں ردا اور ماں کی باتیں گونج رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ہاتھ سے پھسلتی زندگی کی ڈور کو کیسے تھامے رکھوں، شاید اب چند لمحوں کا فاصلہ تھا اس کی زندگی اور موت ہے۔

اس کا جسم تیزی سے تہہ کی طرف گر رہا تھا۔ اچانک اس کا سر کسی سخت چیز سے ٹکرایا ایک ساعت میں ہی سب کچھ بدل گیا....وہ جھیل میں نہیںتھا۔

وہ جس جگہ پر تھا....وہ تنگ سی جگہ تھی اس کے چاروں طرف مٹی ہی مٹی تھی۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ کسی کھلی ہوئی قبر میں لیٹا ہے۔ اس کھلی ہوئی قبر کے دہانے پر وہی جوان کھڑا ہے۔ جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔

جوان نے اپنا دایاں ہاتھ ساحل کی طرف بڑھایا ساحل بمشکل قبر سے باہر نکلا۔ وہ مبہوت نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ قبرستان میں سوائے اس کے اور اس جوان کے اور کوئی نہیں تھا اس نے قبر کے قریب کوٹھری کی طرف اشارہ کیا۔

"وہاں کون رہتا ہے؟"

جوان سیخ پا کر بولا "اندر تمہاری دلہن بیٹھی ہے اس کوٹھری میں کوئی نہیںرہتا۔ ابھی تک تمہیں سمجھ نہیں آئی کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا۔ آؤ میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں۔"

"تم کون ہو

اسامہ"

ساحل کا جسم نڈھال تھا۔ اسامہ اسے سہارا دیتے ہوئے اپنی گاڑی تک لے گیا۔

"میری موٹر بائیک...." ساحل نیم غنودگی کی حالت میں بمشکل بولا۔

"وہ میں منگوالوں گا۔ تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ تمہیں گاڑی میں ہی جانا ہوگا۔" یہ کہہ کر اسامہ نے اسے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اسامہ ساحل کے گھر پہنچا تو راحت نے دروازہ کھولا۔

"کیا ہوا میرے بیٹے کو....؟" بیٹے کو اس طرح اسامہ کے کندھے سے لٹکے ہوئے دیکھا تو وہ تڑپ کے رہ گئی۔

"کچھ نہیں ہوا۔ بس غنودگی ہے۔" یہ کہہ کر اسامہ ساحل کو اس کے کمرے تک لے گیا۔ اس نے ساحل کو بستر پر لٹا دیا۔

ساحل کو کچھ ہوش نہیں تھا کہ اس کی ماں کیا کہہ رہی ہے اس نے تو جیسے نشہ آور چیز کھائی ہوئی تھی۔ وہ بستر پر لیٹتے ہی سو گیا۔

راحت کچھ بولنے لگی تو اسامہ نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں کمرے سے باہر آ گئے۔

راحت مسلسل رو رہی تھی۔ اس نے اسامہ کا بازو پکڑا "بیٹے تم مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ آخر ہوا کیا تھا۔"

ساحل نے راحت کی بے چین آنکھوں میں جھانکا "جائے نماز بچھالیں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں جس کے آپ نے بیٹے کو اس شیطان کے شکنجے سے بچا لیا جس کے کالے جادو کے کھیل میں آج

ساحل نے اپنی زندگی ہار دینی تھی۔ جس وشاء کے لیے ساحل دیوانہ ہوا پھر رہا ہے وہ زرغام کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی ہے۔ جو زرغام کے اشارے پر ساحل کے لیے جال بچھاتی ہے اگر میں وقت پر نہ پہنچتا تو آپ کا بیٹا اس دنیا میں نہ ہوتا۔"

راحت نے اس کا ہاتھ تھام لیا "تم کون ہو، میں تمہیں نہیں جانتی مگر جو احسان تم نے اس بے بس ماں پر کیا ہے اس کا بدلہ تمہیں خدا دے گا۔"

"آپ مجھے شرمندہ مت کریں۔ آپ ساحل کے پاس بیٹھیں مجھے کسی ضروری کام سے جانا ہے۔ ساحل کی موٹر بائیک بھی منگوانی ہے۔" یہ کہہ کر اسامہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ راحت ساحل کے پاس جا کے بیٹھ گئی۔

ساحل گہری نیند سویا ہوا تھا۔ راحت اس کے بال سہلانے لگی "میں تو بے خبر اپنے بیٹے کی نوکری کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ میرا بیٹا کسی مصیبت میں گرفتار تھا۔"

راحت اپنے آنسو پونچھتی ہوئی وہاں سے اٹھی اور الماری سے سورہ یسین نکال کر لے آئی۔ وہ ساحل کے پاس بیٹھ کے سورۃ یسین پڑھنے لگی۔ سورۃ یسین پڑھنے کے بعد اس نے ساحل کی طرف پھونکا اور پھر جائے نماز بچھا کر شکرانے کے نفل پڑھنے لگی۔ خود کو کتنا ہی سمجھاتی مگر اس کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

اس نے نفل پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور اسامہ کے لیے دعائیں مانگنے لگی۔ اسی دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ راحت نے دعا مکمل کی اور جائے نماز تہہ کر کے رکھ دیا اور فون کی طرف بڑھی۔

ہیلو۔۔۔" راحت نے ریسیور کان سے لگایا۔

''السلام علیکم آنٹی!'' عمارہ کی آواز راحت کی سماعت سے ٹکرائی۔

''کیسی ہو بیٹی!'' راحت نے گلوگیر لہجے میں پوچھا۔

عمارہ اس کی آواز سن کر پریشان ہو گئی۔ ''آنٹی آپ رو رہی ہیں۔''

عمارہ بے چین ہو گئی اس نے ایک بار پھر پوچھا ''آپ کس بات پر پریشان ہیں ساحل تو ٹھیک ہے نا۔''

راحت نے عمارہ کو آدھی بات ہی بتائی تو عمارہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا ''میں آپ کے گھر آ رہی ہوں۔''

بیس یا پچیس منٹ کے بعد عمارہ راحت کے گھر پہنچ گئی۔ وہ ساحل کے پاس آئی۔ ساحل بے سدھ سویا ہوا تھا۔ وہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ ''ٹمپریچر تو نہیں ہے۔''

عمارہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا اور پھر وہ اور راحت دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ عمارہ نے راحت کو سمجھایا۔ ''آنٹی! آپ ہمت رکھیں ساحل کو کچھ نہیں ہو گا۔ خطرے کا سامنا اس وقت ہم سب کو ہے، ہم میں سے کون کب ان ہمزاد کا شکار ہو جائے۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔ بس ایک بات ہم سب کو ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ وہ ہمزاد روپ بدل کر ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش کریں گے۔ ہمارے لیے جال بچائیں گے مگر ہمیں محتاط ہو کے رہنا ہے۔ آپ مجھے پوری بتائیں۔''

راحت عمارہ کو ساحل کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ تفصیل سے بتانے لگی۔ یہ واقعہ سن کر عمارہ کے ذہن کی رگیں جیسے سکڑ کے رہ گئیں مگر اس نوجوان کے ذکر نے جس نے ساحل کی جان بچائی، عمارہ کو چونکا دیا۔ وہ جلدی سے بولی۔ ''کچھ بتایا اس جوان نے کہ وہ کہاں رہتا ہے۔''

''نہیں۔۔۔بس اتنا ہی بتایا کہ اس کا نام اسامہ ہے۔'' راحت نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے کہا۔

''اوہ شٹ! آپ کو اس سے پوچھنا چاہیئے تھا کہ وہ کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے۔''

''ساحل کی ایسی پریشانی لگی کہ میرے ذہن میں ہی نہ آیا کہ اس سے یہ سب پوچھوں۔'' راحت نے جبیں پیمائی کی۔

''اچھا آپ مجھے اس کا حلیہ بتائیں کہ وہ کس طرح کا دکھائی دیتا ہے۔'' عمارہ نے اپنے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے پوچھا۔

راحت جیسے کھو سی گئی ''بھلا خوبصورت تھا۔۔۔لمبا قد چوڑا سینہ، چھریرے بدن والا تھا۔ بس ایک کمی ایسی تھی کہ میرا دل اکٹھا ہو گیا تھا۔''

'کیا۔۔۔؟'' عمارہ نے پوچھا

'اس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا'' راحت نے تاسف بھرے انداز میں کہا۔

اسی دوران ساحل کی آواز آئی ''اماں۔۔۔راحت تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی بیٹے کے پاس پہنچ گئی۔
عمارہ بھی ساحل کے پاس آ گئی ''اب کیسی طبیعت ہے؟''
ساحل نے بستر سے اٹھتے ہوئے تکیے سے پشت لگا لی۔ ''کچھ پتہ نہیں کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ جیسے جسم سے جان سی نکل گئی ہے۔ عجیب نڈھال لگی ہے۔''

''کمزوری ہے آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جاؤ گے۔'' یہ کہہ کر عمارہ، راحت سے مخاطب ہوئی۔ ''آنٹی آپ اسے گرم دودھ لا دیں۔''

ساحل نے ہاتھ سے نفی کا اشارہ کیا ''میرا کسی بھی چیز میں دل نہیں ہے۔''
''دل ہو یا نہ ہو تمہیں دودھ پینا پڑے گا۔'' یہ کہہ کے راحت دودھ لینے چلی گئی۔

عمارہ ساحل کے قریب بیٹھ گئی ''تم جانتے ہو کہ تمہاری وشاء مر چکی ہے تو پھر کیوں ہر دفعہ فریب کھاتے ہو۔''
ساحل کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی ''وشاء کو پانے کا جنون، میری ہجر کی راتوں میں یادوں کے جلتے دیے میں ہی ختم ہو گیا تھا۔ نہ جانے پھر کیوں میں اس فریب میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ وہ بدروح میری وشاء بن کر بار بار میرے سامنے آتی ہے اور میرے سوئے ہوئے جذبات جگا دیتی ہے۔''

عمارہ پختہ لہجے میں بولی ''اس بار جو ہوا سو ہوا مگر اب تمہیں خود کو ذہنی طور پر تیار کرنا ہوگا کہ وہ بدروح تمہیں اب اپنے جال میں نہ پھانس سکے اور وہ نوجوان جو تمہیں گھر تک چھوڑ گیا ہے اس نے تمہیں کچھ بتایا اپنے بارے میں۔''

ساحل نے حیرت سے عمارہ کی طرف دیکھا ''کیسا احمقانہ سوال کر رہی ہو۔ اس نے مجھے کن حالات میں بچایا، وہ مجھے کس طرح گھر چھوڑ گیا۔ وہ بھلا اپنے بارے میں کیسے بتاتا۔''

راحت دودھ کا گلاس لے کر آئی اس نے ساحل کو دودھ کا گلاس پکڑایا۔ ساحل نے برا سا منہ بنایا۔ ''پی لو بیٹا!'' راحت نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''میں چلتی ہوں آنٹی! پھر دوبارہ چکر لگاؤں گا۔'' وہ اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھی، ساحل کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''ایک بہت عجیب بات مجھے اب یاد آئی۔''

عمارہ ساحل کی طرف واپس پلٹ آئی۔ ''کیا۔۔۔؟''

''میں جس وقت زندگی اور موت کی کشمکش میں گہرے پانی میں غوطے کھا رہا تھا تو میں نے وشاء کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی خیام تم۔۔۔؟ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اس کے بعد میں پانی کی تہہ میں گرتا چلا گیا میں نے کچھ اور نہیں سنا۔''

عمارہ حیرت میں ڈوبی ہوئی ساحل کے قریب بیٹھ گئی ''اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں خیام نے بچایا ہے۔''

ساحل نے فوراً نفی میں سر ہلا ''نہیں۔۔۔مجھے نہیں لگتا، اس جوان کے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا یقیناً اسی نے مجھے بچایا ہے۔''

عمارہ گہری سوچ میں گاڑی کے Keyring کو گھمانے لگی ''اس کا مطلب ہے ساری صورت حال وہ نہیں ہے جو ہمیں نظر آ رہی ہے۔ کوئی گہری بات ہے جو چھپی ہوئی ہے بہر حال میں اس جوان کا پتہ لگا لوں گی۔ اس سے مل کر ساری بات سمجھ میں آ جائے گا۔'' عمارہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ اسامہ گاڑی میں اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا، وہ مسلسل صبح کے واقعہ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح ساحل کی مدد کے لیے پہنچ گیا۔ وہ اس لڑکے سے پہلی بار ملا تھا مگر وہ اس لڑکے کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا اس کا ذہن اسے ان تین ویمپائرز سے جنگ پر اکسا رہا تھا۔ وہ ان بدروحوں کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا۔ اور ان لوگوں کو بھی جانتا تھا جو ان ہمزاد کے خلاف جنگ میں سرگرم ہیں۔۔۔یہ سب کیسے ہو گیا؟''

اس سوچ میں اس نے گاڑی مسجد کی طرف موڑ لی اس نے با جماعت عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد کچھ دیر تک مولوی صاحب نے خطبہ دیا پھر لوگ یکے بعد دیگرے مسجد سے جانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسجد میں صرف امام صاحب اور اسامہ ہی رہ گئے۔ سب نمازی چلے گئے۔

اسامہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ امام صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور دھیمے سے لہجے میں گویا ہوئے "کیا بات ہے بیٹا! کوئی پریشانی ہے۔"

اسامہ نے امام صاحب کی طرف دیکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس جا بیٹھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں پریشان ہوں۔" اسامہ نے پوچھا۔

بزرگ مولوی صاحب مسکراتے ہوئے تسبیح پھیرنے لگے "انسان جب زیادہ پریشان ہو جاتا ہے تو خدا کو ہی یاد کرتا ہے۔ اس کے حضور اس وقت تک سر جھکائے بیٹھا رہتا ہے جب تک پروردگار اس پریشانی سے نبٹنے کا حوصلہ اس کے دل میں پیدا نہیں کرتا۔"

اسامہ خاموشی سے مولوی صاحب کی باتیں سنتا رہا پھر اس نے مولوی صاحب کے پرنور چہرے کی طرف دیکھا "شاید پروردگار نے ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا کیا ہے کہ میں آپ سے کچھ سوال کروں۔ جو میری پریشانی کا سبب ہیں۔"

"ضرور بیٹا! پوچھا میرے علم کی جتنی وسعت ہوگی میں تمہارے سوالوں کا جواب دے دوں گا۔" مولوی صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

اسامہ کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے پوچھا ''آپ کیا کالے جادو پر یقین ہے؟''

مولوی صاحب نے بلا تامل اثبات میں سر ہلایا۔ ''ہاں جادو ایک حقیقت ہے۔ جادو ٹونے یہ سب شیطان کے ہی پھیلائے ہوئے جال ہیں۔ کالا جادو کرنے والا اور کروانے والا دونوں ہی کار ہیں۔ ایسے لوگوں کے دل و دماغ شیطان کے قابو میں ہوتے ہیں۔ پھر وہ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان سے شیطان کرانا چاہتا ہے۔ بری راہ میں پڑنے کی وجہ سے وہ لوگ نماز اور قرآن پاک سے دور ہو جاتے ہیں جبکہ نماز اور قرآن پاک ہی انسان کے دل و دماغ کو وہ تقویت دیتا ہے جس سے انسان شیطانی حملوں سے بچا رہے مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو، کیا تم پر بھی کسی نے جادو کیا ہے۔'' مولوی صاحب نے پوچھا۔

اسامہ اصل موضوع کی طرف آگیا ''آپ آرٹ گیلری میں ہونے والے حادثہ کے متعلق تو جانتے ہوں گے اور اس حادثے کے بعد شہر میں پھیلی ہوئی سنسنی خیز خبریں بھی سنی ہوں گی۔''

مولوی صاحب نے آنکھیں بند کر کے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ہاں جانتا ہوں۔''

''پولیس کے کہنے کے مطابق وہ سب کچھ دہشت گردوہ نے کیا ہے۔ مگر کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سب اموات کالے جادو کے تحت ہوئی ہیں جس کا ذمہ دار ایک ہمزاد ہے۔'' اسامہ نے بے چینی سے کہا۔

''دونوں میں سے کوئی بات بھی ہو سکتی ہے۔ مگر دوسری بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس خیال کو محض وہم یا توہمات پرستی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ شیطان ہمزاد کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' مولوی صاحب نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

اسامہ کے ذہن میں سوچوں کی گرہیں دھیرے دھیرے کھل رہی تھیں اور الفاظ پھسل پھسل کر اس کے منہ سے باہر نکل رہے تھے۔

''مولوی صاحب! میں اپنے اندر ایک عجیب سی تبدیلی محسوس کر رہا ہوں جیسے میرے اندر کوئی دوسرا انسان آبسا ہو۔ شہر میں ہونے والے پراسرار واقعات میرے لیے محض ایک خبر کی طرح ہی تھے مگر اب میری سوچوں کا مرکز بن گئے ہیں۔ کبھی کبھی میں ایک ہی وقت میں دو لوگوں کی طرح سوچتا ہوں۔''

مولوی صاحب ہنسنے لگے ''میاں! یہ تو معمولی سی بات ہے جسے تم خواہمخواہ اپنے اوپر حاوی کر رہے ہو انسان توازل ہی سے دوہری سوچ کا مالک ہے۔ کیونکہ اس کے دو روپ ہوتے ہیں اگر ایک نفس اسے اچھائی کی طرف مائل کرتا ہے تو دوسرا نفس اسے برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔''

اسامہ نے بے قراری سے سر کو جھٹکا "مولوی صاحب! آپ میری پوری بات تو سنیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے میری Memory میں وہ تمام یادداشتیں ڈال دی ہیں جو میری نہیں ہیں میں ان تمام جگہوں کے بارے میں جانتا ہوں جو میں نے نہیں دیکھیں ان تمام لوگوں کے بارے میں جانتا ہوں جنہیں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ جیسے میرے جسم میں کسی اور کی روح سرایت کر گئی ہے۔"

مولوی صاحب نے مبہوت نظروں سے اسامہ کی طرف دیکھا۔ "ان لوگوں کو اور ان جگہوں کا تعلق کس سے ہے؟"

اسامہ نے جواب دینے میں ذرا دیر نہ لگائی۔ "انہی شیطان ہمزاد سے جن کے خلاف جنگ کے لیے میرے اندر ہی کوئی مجھے اکسا رہا ہے۔ میں ان چاروں کے بارے میں اس طرح جانتا ہوں جیسے یا تو میں ان میں سے ایک ہوں یا ان کا انتہائی قریبی رشتہ دار۔۔۔"

مولوی صاحب سر جھکا کے سوچ میں پڑ گئے۔ کافی دیر تک انہوں نے اسامہ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا پھر ایک لمبا سانس کھینچتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو آپس میں جڑ لیا "میری معلومات محدود ہے تمہارے سوال بہت مشکل ہیں۔۔۔ لیکن پروردگار کے کرم سے میں تمہیں اتنا سمجھا سکتا ہوں کہ تم صحیح راستے کا تعین کر سکو۔ جس طرح کئی خطرناک کام ہمارے مادی وجود کی وجہ سے ہمارے لیے

ناممکن ہو جاتے ہیں اسی طرح ہمزاد بھی اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے کسی وجود میں داخل ہو کے اس شخص کے ذریعے اپنے مقاصد پورے کرتا ہے۔

سفلی علوم کرنے والے عامل کسی کے کہنے پر شیطان ہمزاد کو کسی انسان کے جسم میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس انسان کی شخصیت اور کردار کا بدلاؤ لوگوں کا حیران کر دیتا ہے۔ وہ شیطان ہمزاد اسے برائی پر اکستا ہے اور اچھائی سے روکتا ہے۔ اس شخص کے زندگی کے معمولات اس قدر بگڑ جاتے ہیں کہ اس شخص کی بے چینی ہی اسے مار ڈالتی ہے۔ مگر تمہارا معاملہ الگ ہے۔ میرے خیال سے تمہیں اس چیز کی تصدیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے.

کہ واقعی تمہارے جسم میں کوئی روح سرائیت کر گئی ہے یا نہیں تمہیں صرف یہ سوچنا چاہیئے کہ تمہارے ذہن میں اٹھنے والی سوچیں تمہیں بہت نیک کام کی طرف مائل کر رہی ہیں۔ تم میں کوئی خاص بات ضرور ہوگی جو رب نے تمہارے ذہن میں نہ صرف یہ خیال پیدا کیا بلکہ تمہارے لیے چھپے ہوئے رازوں سے بھی آشکار کیا۔ تم زیادہ نہ سوچو اور اسی گروپ میں شامل ہو جاؤ جنہوں نے ان شیطانی بدروحوں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے۔ لوگوں کو شیطان ہمزاد کے حملوں سے بچانے کے لیے اپنی جان پر بھی کھیل جاؤ۔ تم کسی عامل کے چکر میں مت پڑنا۔ تم دیکھ لینا اس نیک کام کی تکمیل کے بعد تم پہلے جیسے ہو جاؤ گے۔''

اسامہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ''آپ نے کتنی آسانی سے اس الجھے ہوئے مسئلے کو سلجھا دیا۔ میں وہی کروں گا جس کے لیے میرا ذہن مجھے آمادہ کر رہا ہے اگر پھر سے پریشانی ہو تو آپ کے پڑھا کرو۔ خداوند کریم تمہارے سارے مسئلے حل کر دے گا۔''

رات کے گیارہ بج رہے تھے مگر عمارہ اپنا لیپ ٹاپ گود میں رکھے google سرچ میں مصروف تھی۔ وہ اس شہر کے اسامہ نام کے اشخاص کے ایڈریسز اور فون نمبرز پر سرچ کر رہی تھی۔ اس نے ان ناموں کی spreadsheet پر ایڈریسز اور فون نمبرز کے ساتھ ایک لسٹ تیار کی۔

''عمارہ بس کرو، بہت رات ہوگئی ہے اب سو جاؤ۔'' دوسرے کمرے سے اس کی والدہ بار بار کہہ رہی تھیں۔ عمارہ نے دوسری بار بلند آواز میں کہا ''امی جان! بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔'' عمارہ کی تیار کردہ لسٹ میں ریٹائرڈ میجر اسامہ کا نام اور ساتھ ایڈریس کی جگہ رینجرز مارشل آرٹ کلب کا نام تھا۔ لسٹ بنانے کے بعد عمارہ نے اسے سیو کیا اور پھر لیپ ٹاپ بند کر کے کمرے کی لائٹ بھی آف کر دی اور ٹیبل لیمپ جلا لیا۔

وہ بستر پر لیٹ تو گئی مگر اس کے ذہن میں سوچوں کا تانتا سا بندھ گیا۔ وہ اپنے ذہن کو جھٹک کے سیدھا لیٹ گئی اور چھت کی طرف آنکھیں ٹکا دیں۔

''یا اللہ کب صبح ہوگی۔۔۔ آج کی رات تو بہت مشکل سے گزرے گی ساحل کو اپنے ساتھ پک اپ کر لوں گی وہ میری خاصی مدد کر سکتا ہے۔'' نصف رات کے بعد ہی اسے نیند آئی۔

صبح عمارہ کلینک کے لیے وقت سے پہلے ہی تیار ہو گئی۔ رابعہ، عمارہ کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے حیرت سے عمارہ کی طرف دیکھا ''آج تو بہت جلدی تیار ہو گئی اور یہ کیا ڈھونڈ رہی ہو۔''

رابعہ نے عمارہ سے پوچھا جو بیڈ کے کشن ادھر ادھر پھینک رہی تھی۔ ''مجھے میرا Cell نہیں مل رہا۔۔۔'' عمارہ نے تذبذب سی کیفیت میں کہا۔

''اوہ۔۔۔اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو میں اپنے موبائل سے بیل دیتی ہوں'' یہ کہہ کر رابعہ وہاں سے چلی گئی۔ اس نے عمارہ کے موبائل پر بیل دی تو ringtone کی آواز بیڈ کے نیچے سے آئی۔ عمارہ نے بیڈ کے نیچے سے بمشکل اپنا Cell نکالا۔ رابعہ کمرے میں داخل ہوئی۔

'تمہارا بھی کوئی حال نہیں ہے۔ اپنی چیزیں تو ٹھکانے سے رکھا کرو۔''

عمارہ نے ماں کی بات پر کان دھرے بغیر اپنا موبائل ہینڈ بیگ میں رکھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

'کہاں جا رہی ہو عمارہ۔۔۔؟ ابھی تو میں نے ناشتہ بھی تیار نہیں کیا۔'' رابعہ نے جاتی ہوئی عمارہ کو روک کر کہا۔

عمارہ نے ماں کا ہاتھ تھاما ''مما! آج میں آفس میں ہی ناشتہ کر لوں گی مجھے جلدی ج انا ہے۔ بہت ضروری کام ہے۔'' یہ کہہ کر عمارہ تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ اس نے گاڑی سٹارٹ کی تو اسے

ساحل کا خیال آیا۔ ''ایک بار اسامہ کا پتہ چل جائے۔ ابھی ساحل کو لے کر نہیں جاتی۔ جب ضرورت ہوگی تو اس سے رابطہ کرلوں۔'' اس نے پہلا گیئر لگایا اور گاڑی پورچ سے باہر نکال لی۔

کلینک پہنچ کر اس نے عنبر کو فون کر کے بلالیا اور باقی سٹاف کو بھی جلدی آنے کی ہدایت کردی۔ اس نے اپنا لیپ ٹاپ کھولا اور آفس ورلڈ ایکسل کی مطلوبہ سپریڈ شیٹ اوپن کی۔ اسامہ نام کے افراد کے موبائل نمبرز اور ایڈریسز کی لسٹ ڈیسک ٹاپ پر آگئی۔ وہ اپنے موبائل سے یکے بعد دیگرے تمام نمبرز پر Contact کرنے لگی۔ بہت سے نمبرز سے رابطہ نہیں ہوسکا۔ کسی کا موبائل آف تھا۔ کسی کا بیزی اور کہیں نیٹ ورک پرابلم۔

تین اشخاص سے رابطہ ہوا جن کی عمر 50 سے اوپر تھی۔ عنبر بھی آچکی تھی اور سٹاف کے ممبرز بھی پہنچ چکے تھے۔ عمارہ دو گھنٹے تک موبائل سے رابطہ کرنے میں مصروف رہی مگر اسے اپنا مطلوبہ نمبر نہیں ملا وہ اکتا گئی۔ اس نے اپنا موبائل عنبر کو دیا تم یہ نمبر ملاؤ میرا تو سر درد کرنے لگا ہے۔

عنبر نے نمبر ملایا تو ایک شخص نے کال اٹینڈ کی۔۔۔ ''جی میں اسامہ ہوں، آپ کون ہیں؟''

عنبر نے موبائل عمارہ کو دے دیا۔

''السلام علیکم!'' عمارہ نے کہا۔

''وعلیکم السلام!'' شخص نے جواب دیا۔

''آپ کو ہم نے زحمت دی۔۔۔ ہمیں دراصل ایک شخص کی تلاش ہے جس کا نام اسامہ ہے۔۔۔ اس کی عمر 35 یا 36 سال کے لگ بھگ ہے۔۔۔ اس کا ایک ہاتھ نہیں ہے۔''

ابھی عمارہ اپنی بات پوری بھی نہ کر پائی تھی کہ وہ تمسخرانہ انداز میں بولا۔ ''آپ نے غلط نمبر پر فون کیا ہے کیونکہ میرے تو دونوں ہاتھ کٹے ہوئے ہیں اور دونوں کان بھی نہیں ہیں۔''

''سٹوپڈ (بدتمیز)!'' عمارہ نے موبائل میز پر دے مارا۔

''موبائل پر غصہ کیوں نکال رہی ہو۔'' عنبر نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

ٹیلی فون کی بیل بجی تو عنبر نے فون ریسو کیا ''تم ایسا کرو کہ ان کہ ہسٹری فائل تیار کرو میں ڈاکٹر صاحبہ کو بتاتی ہوں۔''

فون رکھنے کے بعد عنبر، عمارہ سے مخاطب ہوئی ''باہر دو مریض آئے ہیں۔''

'ٹھیک ہے تم باہر جا کے دونوں Patients کی ہسٹری فائل لے آؤ پھر انہیں باری باری اندر بلا لینا۔'' یہ کہہ کر عمارہ اپنا لیپ ٹاپ Shutdown کرنے لگی۔ Patients چیک کرنے کے بعد عمارہ ایک بار پھر اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گئی اور اسامہ نام کے اشخاص کے موبائل نمبرز اور Addresses چیک کرنے لگی۔ اس نے تین نمبرز اور ڈائل کیے مگر مایوسی ہوئی اسی دوران دو مریض اور آ گئے۔ عمارہ اپنے کام کے ساتھ ساتھ مریضوں کو بھی چیک کرتی رہی۔ دوپہر کے تین بج گئے۔ عمارہ کافی تھک چکی تھی اس نے نقاہت سے کرسی سے پشت لگاتے ہوئے عنبر سے پوچھا۔

''اور تو کوئی مریض نہیں ہے باہر۔۔۔'' عنبر بھی سکون سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

''مریض تو کوئی نہیں ہے مگر کچھ دیر تک مجھے کھانا نہیں ملا تو میں مریضہ بن جاؤں گی۔ تمہیں تو کچھ ہوش نہیں ہے۔''

"کیوں۔۔۔آج کیا بات ہے۔۔۔کیا اپنا لنچ بھول آئی ہو۔۔۔؟" عمارہ نے پوچھا۔

عنبر نے بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی سے لپیٹتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا۔ "آج بھول آئی ہوں۔"

عمارہ الرٹ ہو کے بیٹھ گئی "پہلے کیوں نہیں بتایا کہ آج میں اپنا لنچ نہیں لائی۔"

عمارہ نے فون کر کے باہر سے ملازم کو بلایا۔ ملازم اس کے آفس میں داخل ہوا "جی میڈم!"

عمارہ نے اس سے کچھ کھانے کے لیے منگوایا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ملازم دو بریانی کی پلیٹیں اور رائتہ لے آیا۔

"ایک شہر میں ایک شخص کو ڈھونڈنا اتنا سہل نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو۔" عنبر نے چاولوں کا لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ان Contact میں سے کوئی تو نمبر اس کا ہو گا ابھی میں نے سارے نمبر چیک نہیں کیے۔ ان شاء اللہ رابطہ ہو جائے گا۔"

عنبر نے تمسخرانہ انداز میں عمارہ کی طرف دیکھا "جو شخص ساحل کو ملا وہ انسان ہی تھا یا۔۔۔"

عمارہ نے گھور کر عنبر کی طرف دیکھا "فضول میں میرا دماغ مت خراب کرو۔ میں نے سارا غصہ تم پر نکال دینا ہے۔"

"بہر حال جو کچھ بھی کرنا ہے کھانا ٹھیک طرح سے کھا لو پھر کرنا۔" عنبر نے کہا۔

عمارہ کا لیپ ٹاپ آن ہی تھا۔ اسامہ نام کے اشخاص کی لسٹ سامنے ڈیسک ٹاپ پر تھی۔ عمارہ نے لنچ سے فارغ ہوتے ہی ایک PTCL کا نمبر ملایا جو رینجرز کلب کے چیف میجر اسامہ کا تھا۔

کلب کے اسٹوڈنٹ نے کال ریسیو کی۔ ''جی! ہمارے چیف میجر اسامہ ہیں۔ جی آپ کی معلومات درست ہیں۔ ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے۔''

''آپ مجھے ذرا سمجھا دیں کہ یہ کلب کدھر ہے۔'' عمارہ نے کہا۔

اسٹوڈنٹ نے عمارہ کو کلب کا ایڈریس سمجھایا ''آپ کے چیف اس وقت کلب میں موجود ہیں۔'' عمارہ نے پوچھا۔

''جی نہیں۔۔۔اس وقت تو وہ باہر گئے ہیں شام کو پانچ بجے وہ کلب میں ہی ہوں گے کیونکہ شام کو ہمارا Campition ہے۔'' اسٹوڈنٹ نے بتایا۔

''آپ مجھے ان کا موبائل نمبر دے سکتے ہیں؟'' عمارہ نے پوچھا۔

''سوری میڈم! ہم ان کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی ان کا موبائل نمبر نہیں دے سکتے۔'' اسٹوڈنٹ نے کہا۔

''اچھا۔۔۔ٹھیک ہے۔آپ کا بہت بہت شکریہ''

یہ کہہ کر عمارہ نے فون بند کر دیا۔عنبر نے جلدی سے پوچھا۔''کیا بات بن گئی؟''

ایک امید نے عمارہ کے لہجے میں تازگی بھر دی''لگتا ہے کہ بات بن جائے گی۔خدا کے فضل سے ہمیں مایوسی نہیں ہوگی۔''

''میں چلوں گی تمہارے ساتھ۔۔۔''عنبر نے کہا۔عمارہ نے نفی کے انداز میں ہاتھ ہلایا۔

''نہیں۔۔۔میں وہاں اکیلی جاؤں گی۔جب تمہارے ضرورت ہوگی تو بتا دوں گی۔''

عنبر نے کھانے کے برتن سمیٹے اور اٹھا کے آفس سے باہر لے گئی۔عنبر واپس آئی تو میز پر بکھری ہوئی فائلز سمیٹنے لگی عمارہ بھی اس کی مدد کرنے لگی اور فائلز اٹھا کے بک شیلف میں رکھنے لگی۔

ساڑھے پانچ بجے کے قریب عمارہ نے رینجرز کلب کے قریب گاڑی پارک کی۔وہ گیٹ کی طرف بڑھی۔اس نے لیمن کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ بلیو جینز پہن رکھی تھی۔

اس نے اپنے براؤن گلاسز اپنے سر کی طرف ٹکا لیے۔وہ گیٹ کیپر سے مخاطب ہوئی۔''اسامہ صاحب ہیں اندر۔۔۔؟''

''جی!سر اندر موجود ہیں مگر اس وقت آپ اندر نہیں جا سکتی کیونکہ دو ٹیموں کے درمیان campitition چل رہا ہے۔اس وقت وہ بہت مصروف ہیں۔''چوکیدار نے معذرت سے کہا۔

عمارہ نے اپنے ہینڈ بیگ سے اپنا کارڈ نکالا اور چوکیدار کی طرف بڑھایا۔ ''تم یہ کارڈ سر کو دکھاؤ اور بتاؤ کہ میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''کوشش کر کے دیکھ لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر چوکیدار نے عمارہ کے ہاتھ سے کارڈ لے لیا اور اسامہ کے پاس چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آیا۔ ''آپ اندر آجائیں۔'' اس نے عمارہ سے کہا۔

عمارہ گیٹ سے اندر داخل ہوگئی۔ ''آپ میرے ساتھ آئیں۔'' چوکیدار نے کہا۔

عمارہ چوکیدار کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ گیٹ کے قریب سے ہی سامنے گراؤنڈ میں فنکشن کا نظارہ دکھائی دے رہا تھا۔

گراؤنڈ میں دو ٹیموں کے درمیان مقابلہ جاری تھا۔ ٹیموں کے چیف اپنی کرسیوں پر براجمان تھے۔

چوکیدار عمارہ کو جم ہال میں لے گیا۔ آپ یہاں بیٹھیں۔ اسامہ صاحب تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔ چوکیدار نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

عمارہ بلیک کلر کے صوفے پر بیٹھ گئی۔ یہ صوفہ سیون سیٹر تھا۔ جم کا یہ حصہ آفس کی طرح ہی ڈیزائن کیا گیا تھا۔ جس کا دوسرا حصہ ایک وسیع ہال پر مشتمل تھا۔ جس میں ایکسر سائز کی مشینیں نصب تھیں۔

عمارہ کو اس قدر بڑے ہال میں اس طرح تنہا بیٹھنا بہت عجیب لگ رہا تھا۔

'شاید مجھے آج یہاں ہیں آنا چاہیئے تھا۔۔۔'' اس نے خود کلامی کی۔

وہ کافی دیر بیٹھی رہی۔ اسامہ کا تقریب سے نکلنا مشکل تھا۔ عمارہ نے ٹیبل سے کچھ میگزین اٹھائے اور پڑھنے لگی اس کا خاصا دھیان بدل گیا۔

وہ مطالعہ میں اس قدر مگن ہوگئی کہ اسے علم ہی نہ ہوا کہ کوئی اس کے قریب کھڑا ہے۔ کسی کے کھنگھورنے کی آواز سے اس نے چونک کر اوپر دیکھا تو ایک دراز قد اور چوڑی قامت والا خوبرو جوان اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ جلدی سے اتھی تو رسالے اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے۔

وہ جھک کے رسالے اٹھانے لگی۔ وہ جوان بھی جھک کے اس کی مدد کرنے لگا۔ عمارہ نے دیکھا کہ وہ ایک ہاتھ سے اس کی مدد کر رہا ہے اس کا دوسرا ہاتھ نہیں ہے۔ عمارہ نے رسالے سمیٹ کر میز پر رکھ دیئے۔

''میں اسامہ ہوں۔۔۔ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔'' اسامہ نے صوفے پر براجمان ہوتے ہوئے کہا۔

عمارہ نے مسکراتے ہوئے اسامہ کی طرف دیکھا ''مجھے اپنا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں آپ کو اپنا کارڈ بھیج چکی ہوں۔''

اسامہ نے اپنائیت سے بھرپور نظروں سے عمارہ کی طرف دیکھا۔ ''اگر آپ مجھے اپنا کارڈ نہ بھی بھیجتیں تو بھی آپ کو دیکھ کر میں بتا دیتا کہ آپ عمارہ ہیں سائیکاٹرسٹ اور exorcist لیکن اتنی بہادر نہیں ہیں جتنی باتیں کرتی ہیں۔''

''آپ کیا آنکھوں سے ذہن پڑھنے کا علم جانتے ہیں۔'' عمارہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہی سمجھ لیں کیونکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے کس سلسلے میں ملنا چاہتی تھیں۔''

اسامہ ابھی اپنی بات پوری نہیں کر پایا تھا کہ ملازم ٹی ٹرالی میں چائے اور فاسٹ فوڈز لے آیا اسامہ نے چائے بنائی اور عمارہ کو پیش کی۔

''کیا جانتے ہیں آپ کہ میں آپ سے کس سلسلے میں ملنا چاہتی تھی۔'' عمارہ نے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا۔

''وشاء حوریہ اور فواد کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھیں آپ۔'' اسامہ نے اپنے کپ میں چینی ڈالتے ہوئے کہا۔

عمارہ کے پورے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی، کپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔

''سوری۔۔۔'' وہ اپنے کپڑے سمیٹتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

''کوئی بات نہیں میں ملازم سے صاف کروا دیتا ہوں آپ کے کپڑے تو خراب نہیں ہوئے۔'' اسامہ بھی کھڑا ہو گیا۔

''نہیں۔۔۔ میرے کپڑوں پر کوئی داغ نہیں لگا۔'' عمارہ نے کہا۔

اسامہ نے ملازم کو آواز دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم آ گیا۔ ملازم نے فرش صاف کیا اور کپ کے ٹکڑے بھی اٹھا لیئے۔

ملازم کے جانے کے بعد اسامہ نے عمارہ کے پریشان چہرے کی طرف دیکھا۔ ''آپ بیٹھ جائیں۔۔۔''

عمارہ گھبرائی سی دوبارہ بیٹھ گئی ''آپ کہیں کہ کیا کہنا چاہتی ہیں۔''

عمارہ اپنی جبیں پیمائی کرنے لگی ''آپ مجھے حیرت کے جھٹکے پہ جھٹکے لگائے جا رہے ہیں۔ میرا تو جیسے دماغ ہی سن ہو گیا ہے کہ میں آپ سے کیا بات کروں۔''

''ٹھیک ہے پھر آپ مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ آپ مجھے کوئی مناسب وقت دے دیں۔ جب آپ فارغ ہوں میں آپ کے کلینک آ جاؤں گا۔ دراصل میں خود بھی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ جو بات ہم نے کرنی ہے اس کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔''

’اچھا تو پھر آپ کل شام چار بجے میرے کلینک پر آجائیے گا۔ وہیں تفصیل سے بات ہوگی۔ کارڈ میں میرے کلینک کا ایڈریس۔۔۔‘‘ عمارہ اپنی بات پوری نہ کرپائی تھی کہ اسامہ نے کہا ’’میں جانتا ہوں کہ آپ کا کلینک کہاں ہے۔‘‘

عمارہ نے اپنی آنکھوں کو چاروں طرف گھماتے ہوئے اپنی بھنویں اچکائیں۔

’کیا ہوا اب میں نے ایسا کیا کہہ دیا۔‘‘ اسامہ نے پوچھا۔

عمارہ نفی کے انداز میں سر ہلاتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔ ’’نہیں کوئی ایسی بات نہیں، آپ مجھے اجازت دیں ان شاء اللہ کل ملاقات ہوگی۔‘‘

’’آپ چائے تو پی لیں۔‘‘ اسامہ نے کہا۔

’’شکریہ۔۔۔ میرا ابھی دل نہیں ہے۔‘‘

اسامہ، عمارہ کو گیٹ تک چھوڑنے گیا۔

عمارہ نے جاتے ہوئے ایک بار پھر کہا ’مجھے آپ کا انتظار رہے گا۔‘‘

’’ان شاء اللہ۔۔۔ کل آپ سے ملاقات ہوگی۔‘‘ اسامہ نے اسے یقین دلایا۔

اگلی صبح عمارہ حسب معمول ناشتہ کر کے کلینک کے لیے روانہ ہو گئی۔ اس کی والدہ رابعہ گھر کی چیزیں سمیٹنے لگی۔ آدھے گھنٹے کے بعد ملازمہ بھی آ گئی۔ رابعہ ملازمہ کو کام سمجھانے میں مشغول ہو گئی۔

ملازمہ کو کام سمجھانے کے بعد رابعہ نے چولہے پر دودھ کی دیگچی رکھ دی اور دودھ پکانے لگی۔ ملازمہ برتن دھو رہی تھی۔

''تمہیں میں نے کتنی بار سمجھایا ہے کہ برتن دھونے کے بعد کٹ پہ کپڑا ضرور مارا کرو مگر تم پر تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ دیکھو ذرا کتنی چکناہٹ جم گئی ہے۔ آج ضرور صاف کر دینا۔'' رابعہ نے ملازمہ سے کہا۔

''جی بی بی جی! آج صاف کر دوں گی۔'' ملازمہ نے جواب دیا۔

رابعہ کچن کی باقی چیزیں سمیٹنے لگی۔ کچھ چیزیں اس نے فریج میں رکھیں۔ باقی مصالحہ جات ڈبوں میں سنبھال دیئے اتنی دیر میں دودھ کو بھی ابال آ گیا۔

رابعہ کچن سے لیونگ روم میں آ گئی اس نے میگزینز کے اسٹینڈ سے میگزین اٹھایا اور صوفے پر براجمان ہو گئی۔ تقریباً گیارہ بجے کے قریب عمارہ کا فون آیا۔

رابعہ نے فون رسیو کیا۔ ''ہیلو۔۔۔''

''مما! آپ نے دوپہر کا کھانا نہیں بنانا۔ میں اپنے لیے اور آپ کے لیے ہوٹل سے کھانا منگوالوں گی۔ آپ بس آرام کرنا۔'' عمارہ نے ماں کو سمجھایا۔

''عمارہ بیٹی! جب میں بیمار ہوں ہی نہیں تو پھر کیوں تم مجھے بیمار بنا رہی ہو۔ کوکنگ تو میں شوق سے کرتی ہوں میرا وقت اچھا گزر جاتا ہے۔ فارغ ہوتی ہوں تو طرح طرح کی سوچیں ستاتی ہیں بس میں نے کہہ دیا ہے کہ تم نے بازار سے کھانا نہیں منگوانا، میں کھانا بنا لوں گی۔'' رابعہ نے دو ٹوک بات کی۔

عمارہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''آپ سے کون جیت سکتا ہے ٹھیک ہے جیسا آپ کو اچھا لگے لیکن آج میں اپنا لنچ یہیں منگوالوں گی۔ کام زیادہ ہے گھر نہیں آسکوں گی۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔ ٹائم پر کھانا منگوا لینا۔ اللہ حافظ۔'' یہ کہہ کر رابعہ نے فون بند کر دیا اور دوبارہ میگزین پڑھنے میں مصروف ہوگئی۔

ملازمہ گھر کی صفائی کرنے کے بعد ڈسٹنگ کر رہی تھی۔ ڈسٹنگ کرنے کے بعد وہ رابعہ کے پاس آئی۔ ''بی بی جی! سارا کام ختم ہوگیا ہے اور کوئی کام ہے تو بتا دیں۔''

رابعہ نے صحن کی طرف اشارہ کیا ''میں نے وہاں صحن میں دو جوڑے رکھے ہیں وہ دھو دینا۔''

''ٹھیک ہے۔۔۔'' یہ کہہ کر ملازمہ کپڑے دھونے صحن میں چلی گئی۔

نوکرانی نے کپڑے دھونے میں زیادہ دیر نہ لگائی۔ فٹافٹ کپڑے دھو کے وہ دوبارہ رابعہ کے پاس آئی۔ ''بی بی جی! کپڑے بھی دھل گئے ہیں اب میں جاؤں۔''

''ہاں جاؤ۔۔۔ دروازہ ٹھیک طرح سے بند کرنا۔'' رابعہ نے رسالے پر سے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔

''جی اچھا جی۔۔۔'' ملازمہ چلی گئی۔

رابعہ نے وال کلاک میں وقت دیکھا۔ 'گیارہ بج گئے ہیں گوشت تو میں نے فریزر سے باہر نکالا ہی نہیں۔''

رابعہ ڈھیلی ڈھیلی چال سے چلتی ہوئی فریج تک گئی اس نے گوشت کا شاپر نکالا اور کچن میں چلی گئی۔ کچن کی کھڑکی لان کی طرف کھلتی تھی جہاں سے باہر کا گیٹ بھی دکھائی دے رہا تھا۔

رابعہ گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ اس نے ٹوکری سے لہسن اور پیاز اٹھائے اور کاٹنے لگی۔ ویجی ٹیبل شیٹ پر چھری کی کٹ کٹ کی آواز کے ساتھ رابعہ کو گیٹ کھلنے کی آواز آئی اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر دیکھتی جیسے کسی نے گیٹ بند بھی کر دیا رابعہ کے ہاتھ وہیں رک گئے۔ وہ پیاز چھوڑ کر کچن کی کھڑکی کی طرف بڑھی۔ اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ دور دور تک سناٹا تھا اس کے ذہن میں وسوسے سے آنے لگے۔ اس نے لان کے چاروں طرف قطاروں میں لگے التا پوش اور گل چین کے پودوں کی طرف دیکھا 'کوئی ان پودوں میں بھی تو چھپ سکتا ہے۔''

وہ اس خیال سے کچن سے باہر جانے لگی تو کچھ سوچ کر اس نے ذہن جھٹک دیا ''میرا وہم ہوگا۔۔۔'' وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔

اچانک چھوٹے چھوٹے بچوں کی ہنسنے کھیلنے کی پر مسرت آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرائیں۔ وہ ایک بار پھر کھڑکی کی طرف لپکی مگر اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ یہ اندازہ ہوگیا کہ بچوں کی آوازیں لان سے ہی آرہی ہیں۔

''یہ بچے کہاں سے آئے ہیں۔ ہمارے تو قریبی پڑوسیوں کے سب بچے بڑے ہیں شاید ان کے گھر مہمان آئے ہوں۔'' رابعہ سوچتی ہوئی کچن سے باہر نکل گئی۔ لیونگ روم سے ہوتی ہوئی وہ عقبی دروازے سے باہر لان میں آگئی جو منظر اس نے دیکھا، اس کی آنکھیں دنگ رہ گئیں لان میں رنگ برنگی سینکڑوں تتلیاں پودوں کے اوپر منڈلا رہی تھیں۔

اتنی زیادہ تتلیاں تھیں کہ ان کا نظروں میں سمانا مشکل تھا، انہوں نے فضا کو رنگوں سے بھر دیا تھا تین بچے جن میں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا، بے تحاشہ شور مچا رہے تھے۔ وہ ان تتلیوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔

رابعہ اس دلفریب منظر میں جیسے کھو گئی، وہ بچوں کی طرف بڑھی۔ یہ منظر جتنا خوبصورت تھا۔ اتنا ہی حیران کن بھی تھا کہ اتنی زیادہ تتلیاں کہاں سے آ گئیں۔

''ارے بچو! آپ کہاں سے آئے ہو۔''

رابعہ کے بولتے ہی سب کچھ غائب ہو گیا۔ تتلیاں بھی اور بچے بھی۔ رابعہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ خوف کا احساس اس کے ذہن میں وسوسے ڈالنے لگا۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی لیونگ روم میں چلی گئی اور چٹخنی لگا لی۔

سامنے ٹیبل پر اس کا موبائل پڑا ہوا تھا اس نے موبائل اٹھایا اور عمارہ کا نمبر ملایا۔ عمارہ کے کمرے کی طرف سے موبائل کی رنگ کی آواز آنے لگی۔ ''یہ لڑکی تو اپنا موبائل گھر پر ہی بھول گئی ہے۔''

اس نے موبائل اپنے ہاتھ ہی میں تھاما ہوا تھا۔ وہ سہمی سہمی صوفے پر بیٹھ گئی۔ تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے، اسے کوئی پراسرار حرکت محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی کسی غیبی چیز کے اثرات محسوس ہوئے۔ اس نے یہی بہتر سمجھا کہ اپنا دھیان کام پر لگائے۔ وہ کچن میں گئی گوشت ڈی فراسٹ ہو چکا تھا۔ اس نے جلدی جلدی پیاز اور لہسن کاٹا اور ہنڈیا چولہے پر چڑھا دی۔

اس نے مٹر اٹھائے اور لیونگ روم میں آ گئی، خوف ختم کرنے کے لیے اس نے ٹی وی آن کر جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے پوری کوٹھی میں خوف کے سائے منڈلا رہے ہوں۔

پورے کمرے میں سکوت چھایا ہوا تھا کہ اچانک سیٹی کی سی نسوانی آواز میں کسی نے رابعہ کی سماعت میں سرگوشی کی۔ "تتلیوں کے رنگ دیکھے ہیں۔۔۔"

مٹروں کی ٹرے رابعہ کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ حواس باختہ ہو کے کھڑی ہو گئی۔

"کو۔۔۔کون ہو تم۔۔۔" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگی مگر کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ ایک بار پھر اسکی قوت سماعت میں سیٹی کی سی آواز میں سرگوشی ہوئی "وہ سب رنگ موت کے ہیں۔"

رابعہ کی قوت گویائی سلب ہو گئی اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ وہ بوکھلائی ہوئی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی پھر اسے خیال آیا کہ وہ گھر سے باہر چلی جائے۔ وہ ہمت کر کے دروازے کی طرف بڑھی تو ایک دم سیاہ غبار جالی والے دروازے سے چھن چھن کر کمرے میں آنے لگا۔ اس نے جلدی سے بڑا دروازہ بند کیا تو سیاہ دھواں دروازے کے شگافوں اور دروازے کے نیچے سے نکلتا ہوا پورے کمرے میں پھیل گیا۔ جس جس جگہ سے وہ سیاہ دھواں گزرتا جاتا، چیزوں کو جھلساتا جاتا۔

رابعہ پر خفتانی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ اسے دم کشی کی شکایت بھی ہو رہی تھی اور سیاہ دھویں کی حرارت بھی محسوس ہو رہی تھی۔ رابعہ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تھا۔ اسی دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ رابعہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے ٹیلی فون کی طرف بڑھنے لگی، اسے موت کی گمبھیر تاریکی میں جیسے زندگی کی کرن دکھائی دی۔ جونہی اس نے رسیور اٹھایا بھیانک سیاہ دھویں نے اس کا ہاتھ جھلسا دیا اس کے حلق سے چیخ نکلی اور رسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ عمارہ لائن پر تھی، ماں کی چیخ سنی تو اس کے ہوش اڑ گئے۔

اس نے تیزی سے گاڑی کی چابی اٹھائی اور دروازے کی طرف دوڑی۔ عنبر پریشانی میں اس کی طرف بڑھی ''خیریت ہے اس طرح کہاں جا رہی ہو۔''

Itisurgent ''تم بس کلینک کا خیال رکھنا۔'' عمارہ بس اتنا ہی کہہ پائی اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔)

عمارہ کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔ وہ شدید گھبراہٹ میں ماں تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ رابعہ کے ہاتھوں زندگی ریت کی طرح سرک رہی تھی کوئی ایسا کمرہ نہیں تھا جہاں رابعہ خود کو چھپا لے، پورا گھر اس بھیانک سیاہ دھویں کی لپیٹ میں تھا۔ رابعہ کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی تھیں وہ ہار گئی تھی۔ وہ اپنے بوڑھے ناتواں وجود کو گھسیٹتی ہوئی کبھی کسی کمرے کی طرف دوڑتی اور کبھی کسی کمرے کی طرف۔

اس کی نظر الماری میں رکھے ہوئے قرآن پاک پر پڑی۔ اس نے آگے بڑھ کر قرآن پاک اٹھایا اور اسے اپنے سینے سے لگا کر بیٹھ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں چند ہی ساعتوں میں پوری کوٹھی کو اپنی لپیٹ میں لینے والا سیاہ دھواں ختم ہو گیا۔ رابعہ کو سیاہ دھویں کی حرارت محسوس نہیں ہوئی تو اس نے آنکھیں کھولیں۔

اسے اپنی خوش قسمتی پر یقین نہیں آیا کہ اسے شیطان ہمزاد سے چھٹکارا مل گیا ہے۔ اسی دوران عمارہ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''مما۔۔۔ مما! کہاں ہیں آپ۔۔۔'' ''عمارہ۔۔۔'' رابعہ نے اسے پکارا تو عمارہ دوڑتی ہوئی اس کمرے میں پہنچ گئی۔ اس نے ماں کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

''شکر ہے خدا کا آپ ٹھیک ہیں۔'' عمارہ نے کہا۔

رابعہ نے قرآن پاک کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا ''خدا کی اس کتاب کے آگے اس شیطان کی چل نہ سکی ورنہ تمہاری ماں تو کب سے لقمہ اجل ہو جاتی۔''

''ایسے نہ کہیں۔'' عمارہ نے ایک بار پھر ماں کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

اس نے قرآن پاک الماری میں رکھا اور ماں کو سہارا دیتے ہوئے اس کے کمرے تک لے جانے لگی، وہ ساتھ ساتھ کمروں کی دیواروں کی طرف دیکھتی جا رہی تھی جو سیاہی مائل ہو گئی تھیں۔ بھیانک سیاہ دھواں تو ختم ہو گیا تھا مگر اس کے اثرات ایسے ہی تھے جیسے کسی گھر میں شدید آتشزدگی کے بعد ہوتے ہیں۔ اس نے ماں کو بستر پر لٹایا اور کچن سے گرم دودھ لے آئی۔

''بیٹی میرا کسی بھی چیز میں دل نہیں ہے۔'' رابعہ نے دودھ پینے سے منع کر دیا۔

عمارہ نے سہارا دے کر ماں کو بیٹھایا۔ ''مما! آپ دودھ پی لیں۔ میری بات مان لیں ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔''

رابعہ نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے دودھ پی لیا۔ اور پھر بستر پر براجمان ہو گئی۔ اس نے عمارہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ ''مجھے چھوڑ کر مت جانا۔''

عمارہ نے ماں کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ لیا اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ماں سے نظریں چراتے ہوئے اس نے آنکھیں جھکا لیں۔ ''یا اللہ میں کیا کروں۔'' وہ سر جھکا کے گہری سوچ میں گم ہو گئی۔

پھر اسے اسامہ کا خیال آیا اس نے اپنے موبائل سے اسامہ کا نمبر ملایا۔

''ہیلو۔۔۔کیا حال ہے آپ کا؟''

''خدا کا شکر ہے ٹھیک ہوں۔۔۔'' اسامہ نے جواب دیا۔

''اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو آپ میرے گھر آ سکتے ہیں۔''

عمارہ نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''جی آپ ایڈریس بتا دیں۔'' اسامہ نے کہا۔ عمارہ نے اسے اپنے گھر کا ایڈریس سمجھایا اور پھر فون بند کر دیا۔

'تم نے کسے بلایا ہے۔'' رابعہ نے تھکے تھکے لہجے میں پوچھا۔

''اسامہ کو۔'' عمارہ نے کہا۔

''کون اسامہ'' رابعہ نے سوالیہ نظروں سے عمارہ کی طرف دیکھا۔

''یہ تو میں بھی نہیں جانتی کہ وہ کون ہے۔'' عمارہ نے تذبذب سی کیفیت میں جواب دیا۔
رابعہ پریشان سی ہو گئی۔ ''تم اسے اس طرح گھر کیوں بلا رہی ہو؟''
''کوئی ایسی خاص بات ہے وقت آنے پر آپ کو بتا دوں گی۔'' اس نے ماں کے ہاتھ کو خفیفسا دبایا۔
رابعہ کے حواس پر ابھی تک دہشت طاری تھی۔ ''تم نے گھر کا حال دیکھا ہے۔'' رابعہ نے کہا۔

''آپ زیادہ نہ سوچیں، بس آرام کریں۔ میں آپ کے پاس ہی ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔'' یہ کہہ کر عمارہ وہاں سے اٹھ گئی۔
اس نے ماں کو ظاہر نہیں کیا وہ مبہوت نظروں سے کمرے کی دیواروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی لیونگ روم میں داخل ہو گئی۔ گھر کی دیواروں فرنیچر اور گھر کی دوسری اشیاء کو سیاہ دھویں نے اس طرح لپیٹ میں لیا ہوا تھا جیسے پورا گھر ہی خوفناک آگ کی لپیٹ میں آ گیا ہو۔
دیواروں پر لگے ہوئے AC اور پلاسٹک کی اشیاء تو بالکل پگھل چکی تھیں۔

یہ سب دیکھ کر عمارہ کا سر چکرا رہا تھا، دل میں جیسے ہول اٹھ رہے تھے۔ سارے ہی کمروں کی حالت ایسی ہی تھی۔ وہ باہر لان میں گئی تو لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس نے گھر کا فرنٹ دیکھا تو اپنا سر پکڑ لیا۔ بھیانک سیاہ دھویں نے کھڑکیوں اور دروازوں سے اندر داخل ہوتے ہوئے ہر جگہ سیاہی بھر دی تھی۔ عمارہ اسی طرح پریشان کھڑی تھی کہ اسامہ گیٹ سے اندر داخل ہوا۔

وہ عمارہ کے قریب آیا تو عمارہ کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ عمارہ اس سے کچھ کہتی اس نے گھر کے فرنٹ کو ایک نظر دیکھا۔

'فواد۔۔۔'' اس بار عمارہ کی بھیگی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''تم اتنا سب کیسے جانتے ہو۔''

''اندر آنے کے لیے نہیں کہو گی۔'' اس نے عمارہ کو شرمندہ سا کردیا۔

''اوہ سوری۔۔۔آئیے اندر آئیں۔''

اسامہ نے گھر کی حالت دیکھتی تو وہ خاصا پریشان ہوگیا۔ وہ کچھ دیر رابعہ کے پاس بیٹھا پھر وہ دونوں دوبارہ باہر لان میں بیٹھ گئے کیونکہ اندر کے حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ تسلی سے کوئی بات کر سکتے۔

''میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' عمارہ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ پلیز بیٹھیں گھر کے کوئی حالات ہیں کہ آپ میرے لیے چائے بنائیں جو بات ہم نے شام کو چار بجے کرنی تھی اچھی بات ہے کہ وہ بات ہم ابھی کر لیں۔''

''میں نے بھی آپ کو اسی لیے بلایا ہے کہ آپ دیکھیں کہ ہم کس طرح ان بدروحوں کے حملے کی زد میں ہیں، نہ جانے کیوں مجھے آپ سے مل کر ایک امید سی ہو گئی ہے کہ آپ ہمارے کام آسکتے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے وہ شیطان ہمزاد لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں اور ہم بے بس تماشہ دیکھ رہے ہیں اور اگر آج میں اپنی ماں کو بھی کھو دیتی تو شاید خودکشی کر لیتی۔'' عمارہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کے رونے لگی۔

''آپ اس طرح رونے کے بجائے خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کی والدہ کی جان بچائی اور یہ سوچ اب اپنے ذہن سے نکال پھینکیں کہ اب بھی ہم لوگوں کی اموات کا تماشہ دیکھیں گے۔ زرغام کا یہ شیطانی کھیل اب زیادہ عرصہ نہیں چل سکتا۔ ہم لوگوں کو اس شیطان ہمزاد سے چھٹکارا دلا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے آپ کو مجھ پر بھروسا کرنا ہو گا میں جیسا کہوں ویسا کرنا ہو گا۔''

''تمہارے ذہن میں کیا پلان ہے تم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔ میں خود ہی سب کو منا لوں گی۔'' عمارہ نے کہا۔

اسامہ اس کے قریب ہو کے بیٹھ گیا ''سب سے پہلے تو مجھے تمہاری اس ''سب'' والی بات پر اعتراض ہے۔ تم نے جہاد کا اعلان تو کر دیا مگر معقول افراد کی ٹیم نہیں بنا سکی۔ ہماری جنگ ان

ویمپائرز سے ہے جو شیطانی قوتوں کے حامل ہیں۔ جس وقت فوجی محاذ کے لیے روانہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے گھر والوں کو خدا کے سہارے چھوڑ جاتے ہیں۔ ہمیں بھی یہی کرنا ہے ہماری ٹیم میں صرف چار لوگ ہوں گے۔ میں تم ساحل اور عارفین ہم چاروں سر پر کفن باندھ کے محاذ کے لیے نکلیں گے۔ باقی سب کو خدا کے سہارے چھوڑ جائیں گے ان خونچکاں شیطان ہمزاد کے خاتمے کے لیے ہمیں یہ کرنا ہوگا۔ اگر میری بات منظور ہے تو تم سب سے بات کرلو۔"

عمارہ کچھ دیر سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی پھر مہین سے لہجے میں بولی "مما! اکیلی کیسے رہیں گی اور گھر کی حالت۔۔۔"

اسامہ جذباتی سے انداز میں بولا "عمارہ! ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ زرغام کئی خطرناک منصوبے تیار کرچکا ہے۔ تم آنٹی کو انکل ظفر کے گھر چھوڑ دینا اور اپنے گھر کو فی الحال ایسے ہی رہنے دو۔۔۔ تم آج شام کو ہی سب کو اکٹھا کرو۔ مجھے جہاں آنا ہوگا بتا دینا۔۔۔ یاد رہے آج شام کو ہی فیصلہ کرلو کل ہمیں مشن کے لیے نکلنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں فون کرکے بتا دوں گی۔" عمارہ نے کہا۔

اسامہ اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ "مجھے کلب جانا ہے کچھ دنوں کے لیے ایک اسٹوڈنٹ کو اپنی جگہ چیف بنانا ہے۔"

''تمہارا ارادہ اس قدر پختہ ہے۔'' عمارہ نے بھنویں اچکائیں۔

''ہاں۔۔۔ تم لوگ نہ مانے تو اس مشن کے لیے اکیلا نکل جاؤں گا۔'' اسامہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

عمارہ اسے باہر تک چھوڑنے لگی۔ ''شکریہ۔۔۔ میرے لیے وقت نکالنے کا۔''

''اللہ حافظ۔۔۔'' یہ کہہ کر اسامہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

زرغام کا ملازم ساجد اپنے کوارٹر میں قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھا۔ تلاوت کے بعد جب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے ندامت کا ایک احساس اس کے اور اس کے رب کے درمیان میں آجاتا۔ یہی تکلیف دہ احساس کہ وہ ایک کافر کی غلامی کر رہا ہے اس کی ذات کا ناسور بن چکا تھا مگر ہمیشہ کی طرح وہ اپنے پروردگار سے اپنا حال دل بیان کیے بغیر رہ نہ سکا۔ ''میرے رب! وارثت کی طرح آباؤ اجداد سے منتقل ہوتی ہوئی یہ غلامی میرے حصے میں آگئی۔ میرا ابا کہتا تھا کہ مالک جو مرضی کریں ہمیں اس سے کیا لینا ہمیں تو اپنی نوکری پوری ایمانداری سے نبھانی ہے۔ تیری جان بھی تیرے مالک کی ہے۔ میں حرام کھاتا ہوں حرام دیکھتا ہوں.... میں نفرت کرتا ہوں زرغام سے.... بس اپنے ابا سے کیا وعدہ نبھا رہا ہوں.... مجھ گناہگار کو معاف کر دے۔ معاف کر دے یا رب....''

زرغام کی گاڑی کے ہارن کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ اس نے دعا پوری کی اور قرآن پاک کو الماری میں رکھ دیا۔ سب ملازم کام کر کے چلے گئے اس لیے اس نے کوٹھی کے دروازے لاک کر کے باہر گیٹ کو بھی قفل چڑھا دیا تھا اس کا کوارٹر کوٹھی کے ساتھ ہی تھا۔

اس نے جلدی سے اپنی جیب سے چابی نکالی اور تیز قدموں سے چلتا ہوا اپنے کوارٹر سے باہر نکلا زرغام نان سٹاپ ہارن بجا رہا تھا۔

ساجد نے آگے بڑھ کر گیٹ کا قفل کھولا گاڑی گیراج میں داخل ہوگئی۔ ساجد نے گھر کے دروازے بھی کھول دیئے۔

زرغام گھر میں داخل ہوتے ہی ساجد پر برس پڑا "کہاں مر گئے تھے اتنی دیر لگا دی گیٹ کھولنے میں۔"

"صاحب جی! میں نے تو بڑی کوشش کی تھی گیٹ جلدی کھولنے کی۔"

زرغام نے اپنا کوٹ اتار کر صوفے پر پھینکا، بوٹ اور جرابیں اتار کے بے ترتیبی سے پھینکیں۔ "تمہیں ضرورت کیا ہے دن کے وقت گھر بند کر کے اپنے کوارٹر میں جانے کی اس گھر میں دل نہیں لگتا۔"

"صاحب جی! سارے ملازم کام کر کے چلے گئے تھے آپ بھی گھر پر نہیں تھے...."

زرغام کا موڈ پہلے سے ہی خراب تھا، ساجد کی بات سن کر وہ مزید تپ گیا۔ "میں تو کئی کئی دن گھر پر نہیں ہوتا تم کیا گھر بند رکھو گے۔ آئندہ رات سے پہلے تم کوارٹر میں نہیں جاؤ گے۔"

ساجد کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ "بہت خوف آتا ہے مجھے اس گھر سے۔"

زرغام کا چہرہ غصے سے پھولا ہوا تھا مگر ساجد کی بات سن کے اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ "تمہیں ڈر لگتا ہے، زرغام کے ملازم کو زرغام جو ماورائی دنیا کا بادشاہ ہے جنات جس کے اشاروں پر کام کرتے ہیں۔"

ساجد کانپنے لگ گیا "صاحب جی! بس ان میں کسی بھی وقت تھوڑی دیر کے لیے اپنے کوارٹر میں جانے کی اجازت دے دیں۔"

"اچھا....اچھا اب زیادہ میرا دماغ مت کھاؤ۔"

ساجد دھیرے دھیرے قدموں سے کچن کی طرف بڑھنے لگا۔ زرغام نے اسے پیچھے سے پکارا۔ "جلدی سے میرے لیے کھانا بنا دو۔ مجھے ضروری کام کرنا ہے۔"

"کھانا تو میں نے صبح ہی بنا دیا تھا، بس چپاتی توے پر ڈالنی ہے۔" ساجد نے بتایا۔

"اچھا پھر جلدی کرو، میں اتنی دیر میں فریش ہو جاتا ہوں۔"

زرغام یہ کہہ کر واش روم چلا گیا۔ اس نے کپڑے تبدیل کیے اور ڈائننگ ٹیبل پر آ کے بیٹھ گیا۔ ساجد نے سالن اور روٹی زرغام کے آگے رکھ دی اور ساتھ میں پانی اور پھل بھی رکھ دیئے سارے لوازمات پورے کر کے وہ کچن میں ہی بیٹھ گیا۔

"تم بھی کھانا کھا لو...." زرغام نے اونچی آواز میں کہا۔

"ابھی بھوک نہیں ہے صاحب جی.... جب بھوک ہوگی تو کھا لوں گا۔" ساجد نے کہا۔

زرغام نے جلدی میں کھانا کھایا اور ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے ساجد کی طرف بڑھا "میں اوپر والے کمرے میں جا رہا ہوں۔ میں نے تین گھنٹے کا چلہ کاٹنا ہے۔ مجھے ڈسٹرب نہیں کرنا، کوئی بھی ملنے آئے یا فون آئے یہی کہنا کہ میں گھر پر نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے صاحب...." ساجد نے کہا۔

زرغام زینہ چڑھتا ہوا گیلری میں چلا گیا۔ اس نے اپنی جیب سے کمرے کی چابی نکالی اور قفل کھولا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے چٹخنی لگالی اور کمرے کی ساری کھڑکیاں کھول کر پردے پیچھے کر دیئے۔

عمارہ، اسامہ کی بات سن کر بہت الجھ گئی۔ اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی جلدی سب کو کس طرح تیار کرے اس نے ظفر کو فون کیا اس نے ظفر کو ساری بات بتائی۔

ظفر نے اسے سمجھایا۔ "اس میں اس قدر سوچنے والی کیا بات ہے۔ اگر تم نے زرغام کے خلاف جنگ کا اعلان کیا ہے تو تمہیں فیصلہ لینے میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ اسامہ اگر چار لوگوں کی ٹیم بنانا چاہتا ہے تو ایسے ہی سہی، ہم ادھر ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے تم لوگ بس اپنا خیال رکھنا۔ سب لوگوں کو اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب سے فون پر بات کر لیتا ہوں۔ تم اپنی والدہ کو میرے گھر چھوڑ دو۔ تمہارا گھر بھی سیٹ کرا دوں گا۔"

ہمیں آج رات کو ہی سب پلان کرنا ہے۔" عمارہ نے گھبراہٹ میں کہا "ایسا کرو کہ تم رات کے آٹھ بجے اپنی والدہ کے ساتھ میرے گھر آ جاؤ۔ اسامہ کو بھی بلا لینا۔ ساحل اور عارفین کو میں بلا لوں گا۔" ظفر نے کہا۔

عمارہ، ظفر کے سمجھانے کے باوجود الجھی ہوئی تھی۔ "ہم اسامہ کو ٹھیک طرح سے جانتے نہیں، اس کی شخصیت انتہائی پیچیدہ ہے اور اوپر سے اس کی یہ جلد بازی...."

"تم تو سائیکاٹرسٹ ہو، تم نے کیا اندازہ لگایا ہے کہ وہ کس طرح کا انسان ہے؟" ظفر نے پوچھا۔

"مخفی خصوصیات کا مالک ہے ریٹائرڈ میجر ہے، ظاہری بات ہے کہ بہادر اور ذہین ہے۔ جو بات مجھے پریشان کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ زرغام اور اس کے مسخر کیے ہوئے ہمزاد کے بارے میں اتنا کچھ جانتا ہے کہ جتنا ہم میں سے کوئی بھی نہیں جانتا وہ کہتا ہے کہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ انہیں کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔" عمارہ نے کہا۔

"ہمارے لیے تو بہت بڑی بات ہے کہ کوئی شخص اس طرح کے دعوے کر رہا ہے۔ وہ کیا کہتا ہے رات کو اس کی بات سنتے ہیں باقی تم ذہنی طور پر تیار رہو تم عارفین اور ساحل کے ساتھ مل کر اس کے ساتھ مشن پر چلی جانا۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ساحل اور عارفین تو تمہارے ساتھ ہیں۔"

ظفر کی بات سن کے عمارہ کو کچھ تسلی ہوئی "باقی باتیں رات کو ہوں گی۔ اچھا اللہ حافظ۔" یہ کہہ کر عمارہ نے فون بند کر دیا۔

ظفر نے تاخیر کیے بغیر ساحل اور عارفین سے بات کر لی ساری بات کا جب راحت کا علم ہوا تو وہ انتہائی پریشان ہو گئی مگر ساحل نے کسی نہ کسی طرح ماں کو منا ہی لیا۔ اسی طرح کی صورت حال عارفین کے گھر والوں کی بھی تھی مگر اس کے گھر والوں کو بھی اس کی ضد کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اس نے اپنی اور وینا کی شادی کا ارادہ بھی فی الحال ترک کر دیا۔

عمارہ نے اسامہ کو بھی رات آٹھ بجے کا وقت دیا کہ وہ ظفر کے گھر پہنچ جائے۔ ساحل اور عارفین نے اپنی اپنی پیکنگ کر لی۔

زرغام اپنے چلے میں مصروف تھا ساجد برتن دھو رہا تھا ساتھ ساتھ اس کا ذہن عجیب طرح کی سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔

"نہ جانے یہ شیطان کس کی موت کے منصوبے تیار کر رہا ہے، ویسے اتنا پریشان تو یہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کی کوئی چال کارآمد نہ ہو۔ اس خناس کے چہرے پہ پھیلی ہوئی مسکراہٹ کے پیچھے نہ جانے کتنے لوگوں کی آہیں ہوتی ہیں۔ کبھی کوئی چلہ اس پر ہی الٹا پڑ جائے۔"

ساجد انہی سوچوں میں الجھا گھر کے کام کرتا رہا اس دوران باہر بیل ہوئی ساجد نے دروازہ کھولا تو باہر کوئی شخص زرغام کا پوچھ رہا تھا۔

"صاحب تو گھر پر نہیں ہیں۔" ساجد نے کہا۔ وہ شخص گاڑی میں آیا تھا۔

"زرغام نے کچھ منگوایا تھا۔ میں ان کا سامان اندر رکھ دیتا ہوں۔"

"مگر مجھے تو صاحب نے کسی سامان کے بارے میں نہیں بتایا۔" ساجد نے کہا۔

"بھول گئے ہوں گے بتانا، سامان رکھنا ہے تو رکھوالو۔ میں اتنی دور سے بار بار نہیں آ سکتا۔" باہر کھڑے ہوئے شخص نے کی رنگ گھماتے ہوئے کہا۔

وہ شخص اپنی گاڑی کی طرف بڑھا اور گاڑی سے ایک پنجرہ اٹھا کے لایا جس کی لمبائی اور چوڑائی تقریبا دو دو فٹ تھی۔ وہ شخص پنجرا اٹھا کے گیراج میں داخل ہوا تو ساجد لرز کے رہ گیا۔

"یہ تم کیا لے کر آئے ہو۔"

"نظر نہیں آتا بابا جی! یہ سانپ ہیں۔ کوبرا نسل کی جوڑی ہے۔ جس کو ڈس لے اس کی موت چند سکینڈز میں ہو جاتی ہے۔" اس شخص نے پنجرا ساجد کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"یار پرے کرو.... میری کیوں جان نکالتے ہو ادھر رکھ دو کہیں۔" ساجد نے کہا۔

اس شخص نے نفی کے انداز میں سر ہلایا۔ "زرغام صاحب نے کہا تھا یہ پنجرے لیونگ روم میں رکھنے ہیں۔"

"پنجرے...." ساجد نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں ایک اور پنجرا بھی ہے" اس شخص نے کہا۔

"لے آؤ اندر...." ساجد نے اندر جا کر لیونگ روم کا دروازہ کھول دیا۔ وہ شخص سانپوں کا پنجرا اٹھا کے لیونگ روم میں آگیا اور اس نے پنجرا دیوار کے ساتھ رکھ دیا پھر دوسرا پنجرا لینے کمرے سے باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص ایک اور پنجرا لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

ایک بار پھر ساجد کے جسم سے جھرجھری دوڑ گئی۔ اس پنجرے میں چھپکلیاں کچھا کچھ بھرے ہوئے تھے۔ پنجرا رکھنے کے بعد وہ شخص دوبارہ کمرے سے باہر گیا اور کچھ دیر کے بعد دو چھوٹے چھوٹے ڈبے لے آیا اس نے وہ ڈبے ساجد کی طرف بڑھائے۔

"یہ ان کی خوراک ہے جس ڈبے کے اوپر سانپ کی تصویر ہے یہ سانپوں کی خوراک ہے اور جس کے اوپر Lizards کی تصویر ہے یہ ان کی خوراک ہے۔ سانپوں کو دودھ بھی دینا ہے۔ باقی یہ تو زرغام صاحب جانتے ہیں کہ انہوں نے یہ کس مقصد کے لیے منگوائے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا ساجد نے گیٹ بند کر دیا

ساجد بڑبڑاتا کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا لیونگ روم میں داخل ہوا۔ "نہ جانے یہ خطرناک جانور زرغام صاحب نے کس لیے منگوائے ہیں اب مجھے ان جانوروں کو بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ چلہ ختم ہونے تک تو اس سے کوئی بات نہیں کر سکتا۔ فارغ ہو کے باہر آئے گا تو پوچھ لوں گا۔"

چلہ مکمل ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ ساجد نے خود بھی کھانا کھا لیا تھا۔ اس کا نچلی منزل کا تقریبا سارا کام ختم ہوگیا تھا اسے خیال آیا کہ اوپری منزل کے دو کمروں کی ڈسٹنگ چیک کرلوں نہ جانے ملاملازمہ نے ٹھیک طرح سے وہ کمرے صاف بھی کیے ہوں گے کہ نہیں زرغام کا خاص کمرہ تو ہمیشہ بند ہی رہتا تھا اسے تو زرغام ہی کھولتا تھا۔

اس نے ڈسٹنگ کا کپڑا لیا اور زینہ چڑھتا ہوا اوپری منزل پہنچ گیا۔ ساجد زرغام کے خاص کمرے کے قریب سے گزرا تو اس کے پورے وجود میں کپکپی دوڑ گئی۔ اس کمرے سے خوفناک غرغراہٹوں کے ساتھ مردانہ اور نسوانی بہت سی آوازیں آرہی تھیں جبکہ اس کے سامنے زرغام تنہا اس کمرے میں گیا تھا یقیناً وہ پراسرار قوتوں سے ہم کلام تھا۔

ساجد کے دل کو گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی۔ وہ خوفزدہ تھا مگر اسکے دل میں چھپی ہوئی اچھائی کی طاقت اسے مجبور کرنے لگی کہ وہ زرغام کی باتیں سنے کہ وہ کون سا شیطانی کھیل کھیلنے والا ہے۔ وہ ہمت کرکے دروازے کے آگے رک گیا۔ زرغام ترش روئی سے چلا رہا تھا۔ ''تمہاری تو شیطانی طاقتیں بڑھ گئی تھیں تو پھر تو عام انسان تمہارے چنگل سے کیسے نکل گئے۔''

جواب میں کسی لڑکی کی آواز ابھری ''ساحل کی موت تو یقینی تھی وہ تو کسی بھی طرح سے میرے بچھائے ہوئے جال سے نہیں بچ سکتا تھا مگر خیام۔۔۔''

''تم تین ہو اور خیام ایک پھر کس طرح کی طاقت تمہاری شیطانی طاقتوں پر حاوی ہو گئی۔'' زرغام کا غصہ مزید بڑھ گیا۔

اسی دوران ایک اور مردانہ آواز گونجی وہ آواز زرغام کی نہیں تھی۔ ''میں خود اس بات پر حیران ہوں کہ عمارہ کی ماں موت کی دسترس سے نکل گئی۔''

زرغام ایک بار پھر تپتے ہوئے انداز میں چلایا۔ ''تم نے جو کیا میں اس کی تمہیں سزا دینا نہیں چاہتا مگر تم تینوں سے کچھ ایسا چاہتا ہوں کہ ہر طرف خوف و ہراس پھیل جائے۔''

''ہمیں کیا کرنا ہوگا؟'' مردانہ آواز میں کسی نے پوچھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر زرغام نے کہا ''کل صبح نو بجے برٹش سکول کے نرسری کلاس کے بچوں کی بس وادی سون سکیسر کے ٹرپ کے لیے روانہ ہو گئی۔ سب بچوں کو موت کی نیند سلا دو اور ان کی موت ایسی ہو کہ والدین اپنے بچوں کو نہ پہچان سکیں سکیسر کی وادی میں قہقہوں کے بجائے آہ و بکا گونجے۔''

اس کے ساتھ ہی ساجد کو کمرے سے زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ وہ تیز تیز قدموں سے زینہ پھلانگتا ہوا نیچے آ گیا۔

اسکا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ سانس پھولی ہوئی تھی۔ ہاتھ پاؤں تو جیسے بے جان ہو گئے تھے اسنے کچن سے پانی کی بوتل لی اور گلاس بھر کے غٹا غٹ پی گیا۔ مگر اس کا حلق ابھی بھی خشک تھا۔ اس نے ایک

گلاس اور پانی پیا۔ وہ بے چینی سے ادھر ادھر پھرنے لگا وہ سخت پریشان تھا۔ اس نے رب کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ ''ان معصوم بچوں نے اس شیطان کا کیا بگاڑا ہے میرے رب مجھے کوئی راستہ دکھا کہ میں ان معصوم بچوں کی جان بچا سکوں۔'' یہ کہہ کر ساجد نے اپنی جیب سے تسبیح نکالی اور اللہ الصمد کا ورد کرنے لگا۔

چلہ مکمل ہونے کے بعد زرغام اپنے خاص کمرے سے باہر آیا۔

نیچے آتے ہی اس نے ساجد کو پکارا۔ ساجد ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ ''جی صاحب۔''

''ایک کپ چائے بنا کر لاؤ میں بہت تھک گیا ہوں۔'' زرغام نے اپنے پلنگ پر براجمان ہوتے ہوئے کہا۔ ساجد کچن میں گیا اور اس کے لیے چائے بنا کے لے آیا۔

''صاحب اگر اجازت ہو تو اپنے کوارٹر میں چلا جاؤں۔''

''ہاں چلے جاؤ۔'' زرغام نے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا۔

ساجد اپنے کوارٹر میں جا کے بھی سر پکڑے بیٹھا رہا اسے زرغام کی طرف سے موبائل رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ زرغام بہت خطرناک ہے اگر وہ حویلی سے باہر جا کے کسی کی مدد لینا چاہے تو زرغام اسے زندہ نہیں چھوڑے گا اور اگر کسی طریقے سے بچوں کے ٹرپ کی بس رکوا دی

جائے تو زرغام اپنے حملے کا طریقہ بدل لے گا۔ ایسا کیا کیا جائے کہ زرغام اپنے ناپاک ارادے سے باز آجائے۔

اسی سوچ میں گم وہ پریشان بیٹھا تھا۔ اس کا ذہن ماؤف ہو گیا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔

تقریباً رات آٹھ بجے کے قریب اسامہ عمارہ کے گھر پہنچ گیا۔ عمارہ نے اپنا بیگ پیک کرلیا تھا۔ رابعہ بھی تیار تھی۔ اسامہ باہر گاڑی میں ہی بیٹھا رہا۔ عمارہ اور رابعہ نے گھر لاک کیا اور اپنا سامان اٹھا کے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ عمارہ اور اسامہ کی گاڑیاں ایک ساتھ وہاں سے روانہ ہوئیں۔ وہ ظفر کے گھر پہنچے تو ساحل اور عارفین وہاں پہلے سے موجود تھے۔ وہ دونوں بھی اپنا اپنا بیگ ساتھ لائے تھے ظفر نے ان سب کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔

ظفر نے ان سب کو مخاطب کیا ''میں نے آپ سب کو اپنا اپنا بیگ لانے کی تلقین اس لیے کی کہ میرا خیال ہے کہ اپنے مشن پر آپ سب ایک ساتھ میرے گھر سے ہی روانہ ہوں۔''

''میرا خیال ہے کہ پہلے میں امی کو ان کے کمرے تک چھوڑ آؤں پھر ہم تسلی سے بات کرتے ہیں۔'' عمارہ نے رابعہ کو سہارا دیتے ہوئے اٹھایا۔

''میں تمہیں کمرہ دکھاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر ظفر عمارہ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

عمارہ نے رابعہ کو بستر پر لٹایا۔ ظفر نے ملازمہ کو رابعہ کے پاس رکنے کو کہا۔

عمارہ مطمئن ہو کے سب کے ساتھ آ بیٹھی۔ ظفر نے اپنی بات دوبارہ شروع کی۔ ''آپ سب اس مشن کے لیے ذہنی طور پر تیار ہیں۔'''' ''ہم سب ذہنی طور پر تیار ہیں اس لیے یہاں موجود ہیں مگر اسامہ ہمیں تفصیل سے بتائے کہ اس کے پاس کیا پلان ہے۔'' ساحل نے کہا۔ عارفین نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

اسامہ نے اپنے بیگ سے ایک چارٹ نکالا اور اسے میز پر پھیلا دیا۔
اس نے اپنا پلان بتانے سے پہلے سب کی طرف ایک نظر دیکھا۔ ''اتنے خطرناک مشن کے لیے آپ مجھ پر بھروسا کر کے میرے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے ہیں میں آپ کو مشکور ہوں مگر ایک بات اپنے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں بھی یہ سب اسی نیک نیتی سے کر رہا ہوں جس نیک نیتی سے آپ کر رہے ہیں۔ میں بھی آپ کی طرح انسانیت کی خدمت کرنا چاہتا ہوں اس مشن میں آپ مجھ سے میرے بارے میں بار بار سوال نہیں کریں گے۔ آپ سب کے ذہن میں الجھے ہوئے سوالوں کا جواب پہلے ہی دے دیتا ہوں کہ جس طرح آپ کو میں نے اس مشن کے لیے آمادہ کیا ہے۔ اسی طرح مجھے بھی کسی نے اس مشن کے لیے آمادہ کیا ہے میں آپ کو اس کا نام نہیں بتا سکتا اور پلیز آپ لوگ پوچھئے گا بھی نہیں۔''
ظفر نے اسامہ کے کندھے پر تھپکی دی۔ ''ہم تمہاری بات سمجھ رہے ہیں تم مطمئن رہو۔''
ظفر کی بات سن کے اسامہ اپنے پوائنٹ کی طرف آیا اس نے چارٹ کو پھیلایا۔
''ہمیں درخت کی جڑیں کاٹنی ہوں گی شاخیں خود بخود مرجھا جائیں گی۔''

کیا مطلب۔۔۔'' ساحل نے کہا۔

''یہ زرغام کی رہائش گاہ ہے۔ ہمارا پہلا ٹارگٹ یہی ہے ہمیں اس شیطان کو سب سے پہلے ختم کرنا ہے۔'' اسامہ نے چارٹ پر کھینچے ہوئے نقشے میں ایک پوائنٹ پر انگشت رکھتے ہوئے کہا۔

''اس نے یقیناً اپنی کوٹھی کے آس پاس باڈی گارڈز رکھے ہوں گے۔'' عارفین نے پوچھا۔

اسامہ نے مسکراتے ہوئے عارفین کی طرف دیکھا۔ ''اس کی کوٹھی کے آس پاس باڈی گارڈز ضرور ہوں گے مگر انسان نہیں آسیب اور شیاطین ہوں گے۔ انہیں ہم ہتھیاروں سے نہیں ماریں گے ان کو بھگانے کے طریقے ہیں میرے پاس۔ زرغام روحانی طاقتیں بھلے رکھتا ہو۔ ہے تو گوشت پوست کا انسان، اسلحہ تو اس کے لیے استعمال ہوگا۔ زرغام کو ہمیں ہر حال میں طلوع آفتاب کے بعد اور غروب آفتاب سے پہلے کسی بھی وقت مارنا ہے۔''

''طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد ہم زرغام کو کیوں نہیں مار سکتے۔'' ساحل نے پوچھا۔

''اسکی وجہ میں آپ کو تفصیل سے بتا دوں گا فی الحال ہمیں یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ ان دو اوقات میں ہمیں زرغام کو نہیں مارنا۔'' اسامہ نے کہا۔

'فرض کرلیں کہ ہم زرغام کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارا اگلا قدم کیا ہوگا۔''

عمارہ نے اسامہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اسامہ نے بلا تامل جواب دیا۔ ''ہمیں تاخیر کیے بغیر مری کے لیے روانہ ہونا ہوگا۔''

''مری۔۔۔مری کہاں جائیں گے؟''ظفر نے پوچھا۔

''اسی جگہ پر جہاں چار اسٹوڈنٹس نے کھائی میں چھلانگ لگائی تھی اسی مقام پر جانا ہے جہاں سے یہ بھیانک عمل شروع ہوا تھا۔ باقی کا پلان زرغام کی موت کے بعد سمجھا دوں گا۔''

زرغام کی بات سن کر ظفر نے عمارہ کی طرف دیکھا۔''مری کے حساب سے تم لوگوں نے جو جو چیز اپنے ساتھ رکھنی ہے وہ دیکھ لو۔ میں بازار سے لا دیتا ہوں جو کچھ بھی چاہیئے۔''

ظفر کی بات سن کر اسامہ نے فوراً کہا''ہم صبح دس بجے سے پہلے نہیں نکلیں گے آپ سب نے اپنے گھر کا چکر لگانا ہو تو آپ چلے جانا کوئی چیز لینی ہو تو لے آنا۔''

''ٹھیک ہے ہم سب صبح صبح اپنے گھروں سے کچھ گرم کپڑے اور ضرورت کی اور چیزیں لے لیں گے۔''عمارہ نے کہا۔

اسامہ نے نقشہ سمیٹ کر اپنے بیگ میں ڈالا اور ایک رائفل اور تین پسٹل بیگ سے نکال کر میز پر رکھی۔ اس نے دو پسٹلز ساحل اور عارفین کو دی اور ایک پسٹل اس نے عمارہ کی طرف بڑھائی۔

عمارہ نے کندھے اچکاتے ہوئے اپنے ہاتھ پیچھے سکیڑ لیے۔ ''میں اسے استعمال کرنا نہیں جانتی۔''

اسامہ نے عمارہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہاتھ میں پسٹل تھما دی۔ ''میں سکھا دوں گا۔۔۔'' عمارہ نے پسٹل اپنے بیگ میں ڈال دی۔۔۔۔

اس نے پسٹل بیگ میں رکھ لیا لیکن یہ بات کہنے سے نہ رکی ''تمہارے کہنے پر رکھ رہی ہوں تم ہمارے چیف ہو اس لیے تمہاری ہر بات ماننی پڑے گی ورنہ ہم سائیکاٹرسٹ کسی کے گھر گھس کے اس پر حملہ نہیں کرتے، آنکھوں کے دریچوں سے اس کے ذہن میں گھس جاتے ہیں اور اسے اسی کی سوچوں سے کبھی کبھی گھائل اور کبھی تندرست کر دیتے ہیں۔'' عمارہ نے کہا۔
ظفر ایک چمڑے کا براؤن کلر کا بیگ لے کر اسامہ کے قریب بیٹھ گیا۔ ''یہ رکھ لو میں نے بھی اسلحہ کا بندوبست کیا تھا اس میں کچھ پسٹلز ہیں ضرورت پڑنے پر استعمال کر لینا۔''

اسامہ نے ظفر کے ہاتھ سے وہ بیگ لیا اور دھیمے سے لہجے میں بولا۔ ''ہم جانتے ہیں جو جنگ ہم لڑنے جا رہے ہیں وہ اسلحے کی جنگ نہیں ہے۔ اس جنگ میں ہماری سب سے بڑی طاقت ہمارا ایمان ہے۔ خدا پر یقین کہ وہ رب ہر چیز پر قادر ہے۔''

'مشن کسی بھی قسم کا ہو اسلحہ پاس ہونا چاہیئے۔'' ظفر نے اسامہ کے شانے پر تھپکی دی تو اسامہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''یہی سوچ کے تو اسلحہ رکھا ہے میں نے کچھ قرآنی آیات کی فوٹو کاپی بھی کروائی ہیں۔ یہ آیات پڑھنے سے آپ ہمزاد کے حملے سے بچ سکتے ہیں۔ میرے پاس ان آیات کی آٹھ کاپیاں ہیں، چار ہم رکھ لیتے ہیں باقی چار آپ رکھ لیں ہو سکے تو ان کی مزید کاپیاں کروا کے فواد، خیام اور حوریہ کے والدین کو دے دیں اور جتنے لوگوں میں بانٹ سکتے ہیں بانٹ دیں۔'' یہ کہہ کر اسامہ نے چار کاپیاں ظفر کو دیں اور باقی چار آپس میں بانٹ لیں۔

رات کے نو بج رہے تھے ساجد بے بس زرغام کی خدمت میں مصروف تھا وہ کچھ نہیں کر پایا تھا اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بے بسی کی یہ اذیت اسے اکثر سہنی پڑتی تھی۔ زرغام نے ساجد سے وہ شیشے کی پیالیاں لانے کو کہا۔

ساجد کچن سے شیشے کی دو پیالیاں لے آیا۔ زرغام کے ہاتھ میں دو شیشے کی چھوٹی چھوٹی بوتلیں تھیں جن کے ڈھکن بھی شیشے کے تھے۔ زرغام نے ساجد سے پیالیاں لیں اور لیونگ روم کی میز پر رکھ دیں اس نے چھوٹی شیشے کی بوتلیں بھی میز پر رکھ دیں۔ اس نے صوفے سے ایک سیاہ کپڑا اٹھایا اور سانپوں

کے پنجرے کے اوپر ڈال دیا پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ پنجرے کے اوپر رکھ دیئے اور ہونٹوں کے تیز جنبش کے ساتھ کوئی خاص عمل پڑھنے لگا اس نے آنکھیں بند کرلیں اور ارد گرد کے ماحول سے بے خبر ہوگیا۔

ساجد خاموشی سے کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا ویسے اسے زرغام کے کالے جادو کے عملیات میں کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر اسے وہاں کھڑا رہنے کی تاکید تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد زرغام نے سیاہ کپڑا پنجرے سے ہٹا دیا۔ سانپوں کا جوڑا جوں کا توں ہی تھا۔ ساجد کو ان میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی مگر جب زرغام نے پنجرہ کھولا تو ساجد خوف سے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

زرغام نے پنجرے میں ہاتھ ڈال کر اس کو بڑا سانپ کو اٹھا لیا۔

''ص۔۔۔ص۔۔۔صاحب۔۔۔یہ سانپ آپ کو ڈس نہیں رہا؟'' ساجد کے حلق سے کانپتی آواز نکلی۔

زرغام نے ہنستے ہوئے اس سانپ کو اپنے چہرے کے قریب کرلیا۔ ''میرا عمل ان پر چل چکا ہے اب یہ مجھے نہیں ڈس سکتے۔''

سانپ بے چین تھا۔ پھنکار رہا تھا مگر زرغام کو ڈس نہیں رہا تھا۔ اس نے زرغام کے بازوؤں کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ زرغام نے سانپ کو سر کے حصے سے پکڑتے ہوئے زور سے دبایا۔ اس کا منہ کھل گیا زرغام نے اس کے لمبے نوکیلے دانتوں کو شیشے کی پیالی پر ٹکا دیا جس سے اس کے

دانتوں کے قریب زہر کی تھیلیاں دب گئیں اور زہر قطرہ قطرہ پیالی میں ٹپکنے لگا۔ اس طرح زرغام نے ناگن کا بھی زہر دوسری پیالی میں نکال لیا۔

ساجد یہ سب کچھ مبہوت نظروں سے دیکھ رہا تھا زرغام نے سانپوں کو پنجرے میں بند کر دیا اور پیالیوں میں نکالا ہوا زہر بہت احتیاط سے چھوٹی چھوٹی بوتلوں میں ڈال دیا۔

زرغام نے وہ بوتلیں اٹھائیں اور اپنے کمرے کی طرف بڑھا، اس نے سائیڈ ٹیبل سے وارڈروب کی چابی نکالی اور وہ بوتلیں وارڈروب میں رکھ کے اسے لاک کر دیا۔ کمرے سے باہر نکل کے اس نے ساجد سے کہا ''کچن سے ٹوکا لے آؤ۔''

یہ کہنے کے بعد اس نے پنجرا اٹھایا اور باہر لان سے لے گیا۔ اس نے پنجرا لان میں رکھا اور لان کی ساری لائٹس آن کر دیں۔

ساجد ٹوکا لے کر زرغام کی طرف بڑھا۔ زرغام نے پنجرے سے ایک سانپ باہر نکالا اور پھرتی سے پنجرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اس نے سانپ کو گھاس پر رکھنا چاہا مگر سانپ اس کے بازوؤں میں بل ہی کھاتا رہا۔ زرغام نے سانپ کو گھاس کی طرف کرتے ہوئے اس کے سر پر اپنا پاؤں رکھ لیا اور پھر بڑی تیزی سے ٹوکے سے اس کا سر اس کے جسم سے علیحدہ کر دیا۔

اس کے بازوؤں پر لپٹا ہوا سانپ کا جسم گھاس پر گر کر تڑپنے لگا۔ اسی طرح سے اس نے ناگن کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔

''میرے کمرے میں دو جار پڑے ہیں وہ لے آؤ۔'' زرغام نے ساجد سے کہا۔

ساجد اندر سے دو جار لے آیا۔ زرغام نے شیشے کے ایک جار میں سانپوں کے سر رکھے اور ایک جار میں دھڑ۔ وہ دونوں جار اٹھا کے کھڑا ہوگیا۔ ''اس جگہ کی صفائی کر دو۔'' اس نے ساجد سے کہا جو ایک ہی جگہ پر سہما ہوا کھڑا تھا۔

اس نے ڈرتے ڈرتے زرغام سے پوچھا ''آپ ان کا کیا کریں گے۔''

زرغام نے تضحیک آمیز انداز میں ساجد کی طرف دیکھا ''بوڑھے ہو گئے ہو ابھی تک تمہیں یہ نہیں چلا کہ کوبرا کا سر اچھی خاصی رقم میں فروخت ہوتا ہے اور اس کی کھال کالے جادو کے تعویذوں میں استعمال ہوتی ہے۔''

یہ سب سن کر ساجد کے دل سے زرغام کے لیے ایک بار پھر بددعا نکلی۔ وہ جہاں کھڑا تھا وہیں جیسے جامد ہوگیا۔

''اب یہ کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو ادھر کی صفائی کرو۔'' زرغام نے ساجد سے کہا اور پھر جار لے کر اندر چلا گیا

عمارہ اپنی والدہ رابعہ کے پاس بیٹھ گئی۔ ''سوئی نہیں آپ۔۔۔''

''مجھے نیند کیسے آسکتی ہے۔'' رابعہ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔'' عمارہ ماں کے بال سہلانے لگی۔

رابعہ پلنگ سے پشت لگا کے بیٹھ گئ ''جس کی بیٹی موت کا کھیل کھیلنے جا رہی ہو اس ماں کو نیند کیسے آ سکتی ہے۔''

عمارہ نے ماں کے شانے پر اپنا سر ٹکا لیا۔ ''مما! آپ کی بیٹی محاذ پر جا رہی ہے۔ ہم خدا کے بندوں کی حفاظت کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں۔ انسان اور شیطان کی اس جنگ میں اگر آپ کی بیٹی قربان بھی ہو گئ تو شہید کہلائے گی۔''

رابعہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ''تمہاری بوڑھی ماں کا تمہارے سوا اور ہے ہی کون۔۔۔''

عمارہ ماں کے آنسو پونچھنے لگی ''اگر ایسی بات ہے تو بس آپ ہمارے لیے دعا کریں کہ ہم یہ جنگ جیت کے آپ کے پاس زندہ سلامت واپس لوٹیں۔ خدا پہ بھروسا کر کے ہمیں دعا دے کر بھجیں۔''

عمارہ ماں کے ساتھ ہی لیٹ گئ۔ صبح فجر کی اذان کے وقت ظفر نے سب کو جگا دیا۔ عمارہ اور رابعہ نے بھی فجر کی نماز پڑھی اور ظفر اسامہ اور عارفین مسجد چلے گئے۔ صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ رات کا اندھیرا دھیرے دھیرے دن کے اجالے میں بدل رہا تھا مگر پرندوں کی چہچہاٹ نے صبح ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ نماز کے بعد رابعہ اور عمارہ باہر لان میں آ کے بیٹھ گئیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد عارفین اسامہ اور ظفر بھی آ گئے۔

عارفین اور ظفر رابعہ کے ساتھ بیٹھ گئے عمارہ گل چین کے پودے کے قریب کھڑی کسی سوچ میں گم تھی کہ اسامہ نے اسے چونکا دیا۔

''آپ کیا سوچ رہی ہیں ڈاکٹر صاحبہ۔۔۔'' عمارہ نے مسکراتے ہوئے اسامہ کی طرف دیکھا۔

''ایسے ہی یہ دماغ سوچوں کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے۔''

اسامہ نے فوراًاپنی بھنویں اچکائیں۔''ایک بات تو بتائیں کہ آپ لوگوں کو ٹھیک کرتی ہیں یا پاگل۔''

''کیا مطلب۔۔۔؟'' عمارہ نے غصے سے اسامہ کی طرف دیکھا۔

''میرا مطلب ہے کہ جب آپ کا اپنا یہ حال ہے تو آپ مریضوں کو اپنی سوچوں پر قابو رکھنا کیسے سکھاتی ہوں گی۔'' اسامہ نے کہا۔

''جی نہیں میں لوگوں کا بہت اچھے طریقے سے علاج کرتی ہوں جہاں تک میری سوچ کا تعلق ہے تو جینیئس ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' عمارہ نے کہا۔

اسامہ نے عمارہ کی طرف تمسخرانہ انداز میں دیکھا''آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ آپ جینئس ہیں۔''

''کوئی شک۔۔۔'' عمارہ نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

اسامہ نے اپنی پینٹ کی جیب سے پسٹل نکالی اور عمارہ کے ہاتھ میں تھما دی۔''اچھا یہ بات ہے تو پھر یہ پسٹل چلا کے دکھاؤ۔''

عمارہ گھبرا سی گئی۔''ذہین ہونے کا مطلب یہ تو نہیں ہے نا کہ اسلحہ بھی استعمال کرنا آتا ہے۔''

''مگر کچھ بھی سیکھنے کے لیے ذہین ہونا تو ضروری ہے نا'' یہ کہہ کر اسامہ نے عمارہ کے ہاتھ سے پسٹل لے لی اور بارہ فٹ کے فاصلے پر ایک انار کے درخت پر اسنے اپنا ٹارگٹ سیٹ کیا اور عمارہ کی آنکھوں کے سامنے پسٹل کو سیو کرتے ہوئے اس نے عمارہ کو سمجھایا۔

''یہ ہم نے اپنا ٹارگٹ سیٹ کیا اور یہ ٹریگر دبا دیا۔'' اسامہ نے بڑی مہارت سے ایک انار اڑا دیا۔

''یہ لو ٹارگٹ سیٹ کر دیا'' اسامہ نے پسٹل ایک پھر عمارہ کے ہاتھ میں تھما دی۔ عمارہ نے ڈرتے ڈرتے اپنے دائیں ہاتھ میں تھامی ہوئی پسٹل کا رخ انار کے درخت کی طرف کیا۔ اس نے ٹریگر پر انگلی رکھی پوری کوشش کے باوجود اس سے ٹریگر نہیں دبا۔ اس نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی پسٹل پر رکھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی بھی ٹریگر پر رکھ لی مگر اس سے ٹریگر نہیں دبایا گیا۔

اسامہ، عمارہ کی پشت کی جانب کھڑا ہو گیا اس نے اپنا دایاں ہاتھ عمارہ کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے اپنی انگلی سے اس کی انگلی پر خفیف سا دباؤ دیا ٹریگر دب گیا اور گولی جا کے انار کے درخت پر لگی۔ اپنے ہی کیے ہوئے فائر سے عمارہ کانپ کے رہ گئی۔

عمارہ کی یہ حالت دیکھ کر سامنے بیٹھے ہوئے سب لوگ ہنسنے لگ گئے۔ عمارہ نے منہ بسور کر اسامہ کی طرف دیکھا اور پسٹل اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

''خیر ہے شروع شروع میں ایسا ہوتا ہے'' اسامہ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

عمارہ، رابعہ کے ساتھ جا کے بیٹھ گئی۔ ظفر اور عارفین بھی وہیں بیٹھے تھے۔ باہر گیٹ پر بیل ہوئی۔ ظفر نے تعجب سے گیٹ کی طرف دیکھا۔ ''اس وقت کون آسکتا ہے۔'' ظفر اٹھ کر گیٹ کی طرف بڑھا۔

ظفر نے دروازہ کھولا تو وہ ہکا بکا رہ گیا خیام، حوریہ اور فواد کے والدین ماہین اور زبیر، رخسانہ اور توقیر، ایمن اور وقار احمد سب ان کے در پر کھڑے تھے۔

''آجائیں۔'' ظفر نے ان سب سے کہا۔ سب اندر آئے تو عمارہ اور ساحل بھی ان کا خلوص دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ اتنی صبح وہ سب ان سے ملنے آئے ہیں۔ ظفر نے ساحل سے کہہ کر ان کیلیے باہر ہی کرسیاں رکھ دیں۔

ظفر نے عمارہ سے سب کے لیے ناشتے کے بندوبست کرنے کو کہا تو رخسانہ اور ماہین نے کھڑے ہو کر عمارہ کو روک دیا۔ رخسانہ نے عمارہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ''تم بس ادھر بیٹھو ہمارے پاس ہم تھوڑی دیر کے لیے آئے ہیں تم سب سے ملنا چاہتے تھے۔ ہم زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہتے اس لیے ناشتے وغیرہ کے جھنجٹ میں نہ پڑو۔''

عمارہ، رخسانہ اور ماہین کے پاس بیٹھ گئی۔ ماہین نے عمارہ کے شانے پر بانہیں حائل کر لیں۔ ''جس مقصد کے لیے جا رہے ہو خدا تم سب کو کامیاب کرے۔''

رخسانہ سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اس نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے عمارہ کی طرف دیکھا۔ ''ہم نے تو جو کھونا تھا کھو دیا۔ تمھاری اس کوشش سے نہ جانے کتنے گھر برباد ہونے سے بچ جائیں گے۔''

عمارہ نے رخسانہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ''ان شاء اللہ ہم کامیاب ہی لوٹیں گے۔''
ظفر نے ان سب کو اسامہ سے ملوایا۔ سب نے اس مشن کے لیے اسامہ کی حوصلہ افزائی کی۔ زبیر اور وقار نے ظفر اور اسامہ کو مشن سے متعلق ضروری باتیں سمجھائیں۔
وہ لوگ تھوڑی دیر ہی بیٹھے جب جانے لگے تو زبیر نے ظفر سے ایک بار پھر پوچھا۔ ''اگر ہم کوئی مدد کر سکیں تو ہمیں ضرور بتانا ورنہ چار لوگوں کی ٹیم تم نے خود بنائی ہے ہم تو ہر طرح سے حاضر ہیں۔''

اسامہ، زبیر کی طرف بڑھا، ماہین بھی زبیر کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس نے گہری نظر سے ماہین کی طرف دیکھا ''آپ دونوں دعا کیجیے گا اپنے بیٹے خیام کے لیے بھی۔۔ شیطان ہمزاد سے اس جنگ میں خیام بھی لڑ رہا ہے۔ وہ بھی زرغام کا دشمن ہے۔''

ماہین کی نگاہوں میں ممتا کے جذبات ابھر آئے۔ ''میرے دل کو یقین ہے کہ لوگوں کو خون چوسنے والے شیطانوں میں میرا بیٹا نہیں ہے۔ اس کی نیک روح لوگوں کو شیطان ہمزاد سے بچانے کی

کوشش میں گامزن ہے مگر میں تو اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھو چکی ہوں۔'' ماہین اپنے آنسو روک نہ سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اسامہ نے ان کا ہاتھ تھام لیا ''میں بھی آپ کے بیٹے جیسا ہوں، آپ مجھے خیام سمجھ لیں۔''

ماہین نے شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ ''جیتے رہو۔۔۔ خدا تمہاری حفاظت کرے۔'' زبیر نے بھی اسامہ کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔

''اب ہم چلتے ہیں تم لوگوں کے پاس بھی وقت تھوڑا ہے۔'' وقار احمد نے ظفر سے کہا پھر وہ سب چلے گے۔۔۔۔

ساجد کی رات انگاروں پر کٹی تھی۔ فجر کی نماز کے بعد ہی وہ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کا دماغ اسے بار بار زرغام کے خلاف بغاوت پر اکسا رہا تھا۔ بچوں کی سکول وین کی روانگی میں ابھی کافی وقت تھا۔ وہ اس وقت کوٹھی میں تھا کیونکہ اس وقت زرغام واک کے لیے نکلتا تھا۔

اچانک اسے زہر کی بوتلوں کا خیال آیا پھر اس کا ذہن منصوبہ گھڑنے لگا۔ اس وقت زرغام گھر پر نہیں تھا۔ اسے یہ علم تھا کہ زرغام زہر کی بوتلیں لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

وہ برق رفتاری سے زرغام کے کمرے میں داخل ہوا اس نے الماری دیکھتی تو وہ لاک تھی۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی پھر اسے خیال آیا کہ شاید چابی سائیڈ ٹیبلز میں ہو۔ اس نے پھرتی سے سائیڈ ٹیبلز

دیکھنا شروع کیے۔ بیڈ کے بائیں طرف پڑے ہوئے سائیڈ ٹیبلز میں سے اسے چابی نہیں ملی۔ اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا ساڑھے چھ بج رہے تھے، یہ وقت زرغام کی واپسی کا تھا۔

ساجد کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ پیشانی سے پسینہ آ رہا تھا۔ اس نے ہمت کر کے دوسرے سائیڈ ٹیبلز میں چابی تلاش کی۔ اس نے اطمینان کا لمبا سانس کھینچا اسے چابی مل گئی۔

اس نے الماری کھولی تو زہر کی چھوٹی چھوٹی بوتلیں سامنے ہی پڑی تھیں۔ اس نے ایک بوتل اٹھائی اور اپنے کرتے کی جیب میں ڈال لی پھر اس نے جلدی سے الماری بند کر دی اور چابی اسی جگہ رکھ دی جہاں سے لی تھی۔ اس نے کچن کے کیبنٹ سے چائے کی کیتلی نکالی اور وہ چھوٹی سی شیشی اس میں رکھ کے کیبنٹ میں سنبھال لی۔

وہ کچن سے باہر نکلا ہی تھا کہ زرغام داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ ''ساجد! میری بیڈ ٹی تیار کرو۔''

زرغام نے اپنے جوگرز کے تسمے کھولتے ہوئے کہا پھر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ساجد نے زرغام کے لیے چائے بنائی اور پھر چائے لے کر اس کے کمرے میں گیا۔

ساجد کمرے میں داخل ہوا تو زرغام آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔ آئینہ خاصا بڑا تھا۔ وہ اپنے آپ کو سر تا پا دیکھ سکتا تھا۔

''صاحب چائے۔۔۔'' ساجد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

زرغام شیشے کے سامنے سیدھا کھڑا تھا وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ جیسے اسے ساجد کی آواز ہی نہ آ رہی ہو۔

اچانک ساجد کی آنکھوں نے ایک بھیانک منظر دیکھا جس سے اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ کپ کے پرچ سے ٹکرانے کی ٹک ٹک کی آواز اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ ظاہر کر رہی تھی۔

زرغام آئینے کے سامنے خاموش کھڑا تھا اور آئینے میں اس کا عکس بول رہا تھا۔

''بچوں کی سکول وین والا معاملہ رہنے دو اور اپنی جان کی فکر کرو۔ وہ لوگ تمہیں مارنے آ رہے ہے۔''

''کون لوگ تم کس کی بات کر رہے ہو۔۔۔'' زرغام نے پوچھا۔

زرغام کے عکس سے ایک بار پھر آواز ابھری۔ ''عمارہ، اسامہ، ساحل اور عارفین۔۔۔''

زرغام کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ''ان چاروں کی اتنی ہمت کہ زرغام کو ختم کرنے کا سوچیں۔۔۔ وہ میری کالی طاقتوں کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں، چلو اب تو کھیل اور بھی دلچسپ ہو گیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ حوریہ، فواد اور روشاء سے کہو کہ بچوں کی سکول وین والا معاملہ رہنے دیں۔ وہ ہم پھر کبھی کر لیں گے، آج میرے حریفوں کو میری شیطانی طاقتوں کی تھوڑی جھلک دکھاؤ۔۔۔''

’’ٹھیک ہے‘‘ عکس میں سے آواز ابھری اور پھر سب کچھ نارمل ہو گیا۔

زرغام نے غصیلی نظروں سے ساجد کی طرف دیکھا ’’تم کیوں اس طرح کانپ رہے ہو اور اس طرح کھڑے ہو کر میری باتیں کیوں سنتے ہو۔ جاؤ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔‘‘ زرغام نے اس کے ہاتھ سے چائے کی پیالی لیتے ہوئے کہا۔

ساجد بری طرح ڈر چکا تھا۔ وہ تیز قدموں سے کمرے سے نکلا اور کچن میں جا کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ ’’عکس کس طرح باتیں کر سکتا ہے میں کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا ہوں۔۔۔‘‘ ساجد اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔

وہ جانتا تھا کہ اب زرغام اپنا خاص عمل کرے گا وہ جلدی اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلے گا اس لیے وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔ اس نے جاء نماز بچھائی اور دو نفل ادا کیے پھر اپنے پروردگار کے آگے ہاتھ پھیلائے ’’میں جو کرنے جا رہا ہوں میرے رب مجھے اس کے لیے حوصلہ عطا فرما اس ڈر کو میرے اندر سے نکال دے جو مجھے ایک شیطان کی خدمت کرنے کے لیے مجبور کر رہا ہے مجھے مومن کی وہ طاقت دے جو خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا۔‘‘

ساحل، عارفین اور عمارہ اپنے گھر سے کچھ اور ضرورت کا سامان بھی لے آئے تھے۔ مشن پر روانگی کے لیے ان کی تیاری مکمل تھی۔ مشن کے لیے انہوں نے ظفر کی گاڑی پراڈو کا انتخاب کیا تھا۔ جو سنگلاخ پہاڑی علاقوں کے لیے موزوں تھی۔

سب نے اپنے اپنے بیگ جیپ میں رکھے۔ ظفر نے جوس اور بوتلوں کے ڈالے بھی گاڑی میں رکھوا دیئے ظفر اور رابعہ گیٹ کے پاس ہی کھڑے تھے۔ وہ سب ان سے ملے عمارہ نے ماں کو گلے لگا کے بہت دیر چھوڑا ہی نہیں۔

ظفر اور رابعہ نے انہیں خدا کے سہارے روانہ کر دیا۔ عارفین ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر ساحل بیٹھا تھا، اسامہ اور عمارہ پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔

''آپ کا ایک ہاتھ نہیں پھر بھی آپ اتنی مہارت سے گاڑی کیسے چلا لیتے ہیں۔'' عمارہ نے پوچھا۔

اسامہ نے مسکراتے ہوئے عمارہ ک ی طرف دیکھا ''ہر چیز کے لیے پریکٹس ضروری ہوتا ہے۔ ویسے بھی کسی بھی چیز کی کمی کو اپنی کمزوری نہیں بنانا چاہیئے مجھے صرف لوگ احساس دلاتے ہیں کہ میرا ایک ہاتھ نہیں ہے ورنہ مجھے نہیں پتہ چلتا کہ میرا ایک ہاتھ نہیں ہے۔''

عمارہ شرمندہ سی ہو گئی کہ شاید اس نے بھی اسامہ کو اس کی کمزوری کا احساس دلایا ہے۔ عارفین پیچھے دیکھتے ہوئے اسامہ سے مخاطب ہوا۔

''آپ کے سمجھانے کے مطابق جہاں زرغام کا گھر ہے وہ شہر سے باہر جنگل کا علاقہ ہے۔''

''اس طرح کے لوگ ایسی ہی جگہ اپنا ٹھکانہ بناتے ہیں تقریبا دو گھنٹے کا سفر ہے۔'' اسامہ نے کہا۔

عارفین نے ایک بار پھر پلٹ کر اسامہ کی طرف دیکھا ''اسامہ بھائی آپ کو زرغام کے گھر کا کیسے پتہ چلا۔''

اسامہ نے عارفین کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموش رہا مگر ساحل اس کی جگہ بولا۔
'اسامہ بھائی نے کہا ہے کہ ہم سب ان سے کوئی سوال نہ کریں وہ وقت آنے پر ہمیں سب کچھ سمجھا دیں گے اس لیے تم بھی کوئی سوال مت کرو۔''

اسامہ تھوڑا آگے ہوگیا اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر ہاتھ رکھا ''مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تم مجھ سے تکلف میں رہو میں تم سب کا دوست ہوں اور آپ لوگوں کی بے تکلفی سے مجھے اپنے اور آپ کے بیچ اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔''
''میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔'' عارفین نے کہا۔

''مس اریبہ اور پروفیسر حسنان ہمیں اس جگہ کے بارے میں کافی انفارمیشن دے سکتے تھے یہاں ہمارے ساتھ بھی آسکتے تھے۔ سب کچھ ان دونوں کی آنکھوں کے سامنے ہوا کس طرح ان چار اسٹوڈنٹس کے کھائی میں چھلانگ لگائی۔'' ساحل نے عارفین کو بتایا۔
''تو ان دونوں سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟'' عارفین نے پوچھا۔

'کوئی فائدہ نہیں ہے مس اریبہ کی شادی ہوگئی ہے وہ خود بھی اس معاملے میں پڑنا نہیں چاہتی اور پروفیسر حسنان بیرون ملک ہیں۔'' ساحل نے بتایا

اسامہ جوان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا وہ ساحل سے مخاطب ہوا "تم اطمینان رکھو میں اس جگہ کے بارے میں اور اس حادثے کے بارے میں تفصیل سے جانتا ہوں۔"

عمارہ نے تعجب بھرے انداز میں اپنے سر کو جھٹکا "حیرت ہوتی ہے یہ سوچ کے کہ کس طرح ان چاروں نے کھائی میں چھلانگ لگا دی۔ اتنی ہمت ان میں کہاں سے آئی۔"

اسامہ نے عمارت کی طرف دیکھا "آپ تو سائیکاٹرسٹ ہیں اس بات کو بخوبی سمجھتی ہیں کہ جب انسان سائیکو ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس میں غم اور خوشی کا امتیاز ختم ہوتا ہے اور جب انسان کالے جادو کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس میں حرام اور حلال کا فرق ختم ہو جاتا ہے۔ نفسیاتی مسئلے میں یہ بات تو بہت Common ہے کہ ایسے مریض خود کو تکلیف دے کر تسکین محسوس کرتے ہیں۔"

عمارہ نے اپنی آنکھیں جھکاتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا "ہاں۔۔۔آپ شاید ٹھیک کہہ رہے ہیں اس سارے مسئلے کی تحقیقات کے دوران ہمیں جو جو اشیاء ان چاروں کے کمروں سے ملیں ان سے یہی پتہ چلتا تھا کہ وہ چاروں نفسیاتی الجھنوں کا شکار بھی تھے اور ڈرگز جیسی زہر کا بھی استعمال کرتے تھے۔ بے راہ روی کا اس قدر شکار ہو گئے تھے کہ کالے جادو جیسے کفر کی طرف مائل کر دینے والے سفلی علم کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ ان کے نفسیاتی مسائل اتنے پیچیدہ نہیں تھے کہ حل نہ کیے جا سکیں مگر یا تو انہیں کوئی نہیں سمجھ سکا یا وہ کسی کو نہیں سمجھ سکے۔"

ساحل نے تاسف بھرے انداز میں سر کو جھٹکا۔ ''بہت بڑا سانحہ تھا ان والدین کے لیے جن کے لیے وہ چاروں واحد سہارا تھے۔ ان کے تو آنسو نہیں تھمتے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا ہوتا تو صبر بھی آ جاتا مگر ان کی بے چینی نے تو ان سب کو بری طرح گھائل کر دیا ہے۔''

تقریباً ایک گھنٹے کا سفر گزر گیا۔ ان کی گاڑی ابھی شہر سے باہر نہیں نکلی تھی تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد ان کی جیپ ایک گھنے ویران جنگل سے گزر رہی تھی۔

'تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد یونیک ٹاؤن کا علاقہ شروع ہو جائے گا۔ جہاں زرغام کی رہائش گاہ ہے۔ سال کے چھ ماہ وہ مری میں اپنے فلیٹ میں گزارتا ہے۔ یونیک ٹاؤن تک جانے والا یہ راستہ ایسے ہی خوفناک جنگل پر مشتمل ہے۔ جنگلی جانور تو ہو سکتے ہیں مگر انسانی آبادی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔''

اسامہ نے کہا۔

ساحل نے تعجب بھرے انداز میں پوچھا ''اسامہ بھائی! لوگ یونیک ٹاؤن میں کیسے رہتے ہوں گے وہاں کیا شہری سہولتیں ہوں گی۔''

اسامہ نے نفی میں سر ہلایا۔ ''یونیک ٹاؤن تو ٹھیک طرح سے آباد ہی نہیں ہوا چند گھر ہیں جن کے مقیم زیادہ تر دوسرے شہروں یا ملکوں میں آباد ہیں ادھر تھوڑے وقت کے لیے آتے ہیں۔''

وہ سب گپ شپیوں میں مصروف تھے کہ جیپ اچانک سے رک گئی۔
عارفین نے بار بار سٹارٹ کی مگر جیپ جیسے جام ہو گئی۔ سڑک کے دونوں طرف گھنا جنگل تھا۔ آبادی کے دور دور تک کوئی آثار نہیں تھے کہ کسی کو مدد کے لیے بلا سکیں۔

اسامہ اور عارفین گاڑی سے اترے اور بونٹ کھول کر چیک کرنے لگ گئے۔ بظاہر سب کچھ ٹھیک تھا مگر گاڑی سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔
ساحل اور عمارہ بھی جیپ سے اتر کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ساحل نے بھی چیک کیا مگر جیپ کا نقص سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

ساحل نے بونٹ پر زور سے ہاتھ مارا۔ ''اسے بھی ادھر جنگل میں خراب ہونا تھا۔
اسامہ گاڑی سے اترا اور عارفین سے مخاطب ہوا ''آؤ میرے ساتھ ذرا آگے جا کے دیکھتے ہیں شاید اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت نظر آ جائے۔'' یہ کہہ کر اس نے ساحل کی طرف دیکھا۔ ''تم اور عمارہ یہیں رکو۔''

اسامہ یہ کہہ کر عارفین کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

کافی دیر بعد اسامہ اور عارفین مایوس ہو کے واپس لوٹ رہے تھے۔ ان کا اتنی دور جانا بے سود ثابت ہوا۔ انہیں بھی فکر تھا کہ ساحل اور عمارہ اکیلے پریشان ہو رہے ہوں گے اس لیے وہ تیز تیز قدم چل رہے تھے۔

''ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوا ہمیں خاصا وقت لگ گیا اور فائدہ بھی کوئی نہیں ہوا۔'' عارفین نے کہا۔

''مجھے اندازہ تھا کہ دور دور تک جنگل ہی جنگل ہے ہمیں مدد کے لیے کوئی نہیں ملے گا پھر بھی دل کی تسلی کے لیے نکل پڑے۔'' اسامہ نے دوڑنا شروع کر دیا۔ عارفین بھی اس کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگا۔

ساحل اور عمارہ چپ سادھے ایک جگہ پر کھڑے تھے خفیف سے خفیف آواز بھی ان کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔

اچانک سے درختوں کے جھنڈ تیزی سے ہلنے لگے تھے جبکہ موسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

دونوں کی نظر ایک ساتھ جھومتے ہوئے درختوں پر پڑی۔ ایک سفید سا ہیولا ان درختوں کے درمیان جیسے تیر رہا تھا۔ ان کی نظر اس ہیولے پر ہی مرکوز ہو گئی۔ وہ ہیولا تیزی سے حرکت کرنے لگا ایک درخت سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے تک جا کے پھر نظروں سے اوجھل ہو جاتا اور پھر کسی درخت میں دکھائی دیتا۔ دونوں کی آنکھیں ہیولے کے ساتھ ساتھ بھٹکنے لگیں اور ساتھ ساتھ دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہونے لگیں۔

رفتہ رفتہ وہ ہیولا زمین کی طرف بڑھنے لگا پھر ان دونوں کے بالکل سامنے آکر زمین میں جیسے جذب ہوگیا۔ عمارہ اور ساحل کی سانسیں گلے میں اٹکی ہوئی تھیں۔ ساحل نے عمارہ کا ہاتھ پکڑا "یہاں سے نکلتے ہیں۔"

ان دونوں نے ابھی قدم ہی اٹھائے تھے جو کہ ایک دم اس جگہ سے جہاں سے ہیولا جذب ہوا تھا سانپوں کے کھچے نکلنے لگے۔ عمارہ کے حلق سے چیخ نکلی اور ان دونوں نے قدم پیچھے کی طرف سکیڑ لیے۔

سانپ زمین سے مسلسل نکل رہے تھے اور ان دونوں کے گرد دائرے کی صورت میں پھیلتے جا رہے تھے۔ دونوں بوکھلائے اپنے اردگرد دیکھنے لگے سانپوں نے ان کے گرد ایک دائرہ سا کھینچ دیا تھا ان کے ارکرد سانپ ہی سانپ تھے۔

دونوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگے خوف نے جیسے ان کے ذہنوں کو جکڑ لیا اور انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

ساحل نے اپنی پینٹ کی جیب سے پسٹل نکالی اس نے اس کا میگزین سیٹ کیا تو عمارہ نے ان کے بازوؤں پر ہاتھ رکھا۔ "یہ کیا کر رہے ہو تم جانتے ہو نا کہ یہ سب جادوئی عمل سے ہو رہا ہے۔ ان پر پسٹل چلانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"تو کیا چپ چپ موت کو گلے لگا لیں تم بھی اپنی پسٹل نکالو ان پر فائر کرتے ہیں۔ جلدی کرو۔...."

ساحل کے کہنے پر عمارہ نے بھی اپنی پسٹل نکال لی دونوں نے ایک ساتھ سانپوں کے اوپر فائر کیے

انہوں نے ہاتھ روکے بغیر پانچ چھ فائر کیئے۔ گولیاں سانپوں کے جسموں پر لگیں مگر ان کو خراش تک نہ آئی وہ جوں کی توں ان دونوں کی طرف رینگتے رہے۔

فائر کرنے سے سارے سانپوں کا رخ ان دونوں کی طرف ہوگیا وہ تیزی سے ان دنوں کی طرف بڑھنے لگے۔ ان دونوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اب انہیں اپنی موت صاف نظر آرہی تھی دھیرے دھیرے سانپ ان کے پیروں کے قریب آ گئے۔

خوف کی ان سر سراہٹو میں قرآن پاک کی آیات پڑھنے کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔ آواز ان کی بائیں جانب سے آرہی تھی۔ انہوں نے اپنے بائیں جانب دیکھا تو اسامہ اور عارفین کھڑے تھے۔ اسامہ قرآن کی آیات بلند آواز میں پڑھ رہا تھا۔

جس طرح وہ سانپ زمین سے نکلے تھے اسی طرح آہستہ آہستہ غائب ہونے لگے۔ ساحل اور عمارہ نے اطمینان کا سانس کھینچا۔ چند ہی ساعتوں میں وہ سارے سانپ غائب ہو گئے۔

ساحل اور عمارہ ان دونوں کی طرف بڑھنے لگے تو اسامہ نے انہیں ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ ابھی تک آیت پڑھ رہا تھا۔ آیت مکمل ہوئی تو وہ دونوں خود ساحل کے قریب آ گئے۔

”میں نے تم سب سے کہا تھا نہ کہ یہ آیات جو میں نے دی تھیں اپنے پاس رکھیں۔“

عمارہ نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ "بالکل ذہن سے نکل گیا، خوف نے تو جیسے ہماری عقل کو ہی ماؤف کر دیا۔"

اسامہ، عمارہ کے قریب آیا اور اس کے چہرے کی طرف گہری نظر ڈالی۔ "وہ خوف تو میں تم دونوں کے چہروں پر پڑھ رہا ہوں۔ خوف کو خود پر اس طرح حاوی کرو گے تو ان بدروحوں کا مقابلہ کیسے کرو گے ویسے یہ سب کیسے ہوا....؟"

ساحل نے اسامہ کو ساری بات تفصیل سے بتائی۔ اسامہ نے ساحل کی بات سن کر اپنے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ "اس کا مطلب ہے کہ زرغام کو ہمارے ارادے کی خبر ہو گئی ہے۔ اس نے ہمارے لیے جال بننا شروع کر دیا ہے لیکن ہم بھی سر پر کفن باندھ کے نکلے ہیں۔"

"سانپ تو غائب ہو گئے مگر وہ ماورائی مخلوق تو ہمارے آس پاس موجود ہے جو یہ سب کر رہی ہے۔" ساحل نے کہا۔

"تو ہم کیا اس جنگل میں بھٹکتے رہیں گے۔" عمارہ نے پوچھا۔

"نہیں.... ہمیں اپنی منزل تک پہنچنا ہے کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی اور اگر نہ نکلی تو ہمیں پیدل چلنا ہو گا فی الحال تو یہ پتہ لگانا ہے کہ یہ ماورائی مخلوق ہے کون سی جو ہمارا راستہ روک رہی ہے۔" اسامہ نے کہا

کچھ دیر تک وہ چاروں اردگرد کے ماحول کا جائزہ لیتے رہے پھر عارفین نے چڑ کر کہا "یہ کوئی عقلمندی نہیں ہے ہم اس طرح بیٹھ کر کسی ناگہانی آفت کا انتظار کریں۔ ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے۔ آؤ مل کر گاڑی ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں...."

"ساحل بھی چڑ کر بولا "تمہیں معلوم ہے نا ہم اس وقت کسی شیطانی طاقت کی زد میں ہیں کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" وہ جیسے اپنی فرسٹریشن ایک دوسرے پر نکالنے لگے تھے۔

اسامہ ان دونوں کے درمیان میں کھڑا ہو گیا "تم آپس میں بحث کیوں کر رہے ہو۔ تم دونوں گاڑی چیک کرو۔ میں اور عمارہ اطراف پر نظر رکھتے ہیں۔"

ساحل اور عارفین دونوں مل کر گاڑی ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

"کوئی نقص سمجھ میں آئے تو ٹھیک کریں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ عارفین بونٹ بند کر کے ساحل کے پاس آیا "تم گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کرو ہم مل کر دھکا لگاتے ہیں۔"

اس نے عمارہ اور اسامہ کو اشارے سے بلایا۔ پھر ان تینوں نے مل کر دھکا لگایا۔ تھوڑا سا دھکیلنے کے بعد گاڑی سٹارٹ ہو گئی۔ تینوں نے خوشی سے نعرہ لگایا "ہرے" مگر تھوڑی دور جا کے گاڑی پھر

رک گئی۔ ان تینوں نے ایک بار پھر دھکا لگایا مگر اس بار کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ گاڑی سٹارٹ نہیں ہوئی۔ "شٹ" عارفین نے اسٹیرنگ پر زور سے ہاتھ مارا۔

ساحل گاڑی سے باہر نکلا اور سر پکڑ کے کھڑا ہو گیا۔ "گاڑی کے بغیر کیسے ہم زرغام کے گھر تک پہنچ سکتے ہیں۔"

اسامہ، ساحل کے قریب آیا۔ "میرا خیال ہے کہ گاڑی کو ادھر ہی چھوڑ دیتے ہیں اور اپنا سامان نکال کر پیدل ہی چلتے ہیں۔ مین سڑک تک پہنچ کر شاید کوئی سواری مل جائے۔"

"ضرورت کی چیزیں لے لیتے ہیں باقی سامان گاڑی میں پڑا ہے۔" عمارہ نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی رائے لی۔

ساحل نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اس نے اور عارفین نے گاڑی سے اپنا بیگ لیا اور اس میں اپنی ضرورت کا سامان چیک کرنے لگے۔ اسامہ نے بھی پھرتی سے اپنا بیک بیگ نکالا وہ بھی اپنا سامان چیک کرنے لگا۔

عمارہ نے بھی اپنا ہینڈ بیگ کندھے سے لٹکا لیا۔ اسامہ، عارفین اور ساحل نے اپنی اپنی کمروں سے اپنے بیگ باندھ لیے۔

اسامہ نے گاڑی لاک کی اور وہ سب وہاں سے پیدل نکل گئے۔

زرغام اپنے خاص عمل سے فارغ ہونے کے بعد ساجد کو پکارتا ہوا لیونگ روم میں ایا۔ ساجد باہر لان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے زرغام کی آواز سنی تو وہ دوڑتا ہوا اندر گیا۔ زرغام صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ زرغام کے قریب عاجزی سے کھڑا ہوگیا۔ "صاحب! ناشتہ بنا دوں آپ کے لیے؟"

زرغام نے ہاتھ سے نفی کا اشارہ کیا۔ "نہیں آج ناشتے کے لیے من نہیں ہے تم ایسا کرو کہ اورنج جوس لے آؤ میں اپنے بیڈروم میں جا رہا ہوں۔"

"جی بہتر...." ساجد سر جھکائے کچن کی طرف چل پڑا!

زرغام اپنے بیڈ سے پشت لگا کے بیٹھ گیا اس کا شیطانی ذہن کچھ پلان کر رہا تھا۔ غصے سے اس کے دماغ کی رگیں پھیل رہی تھیں۔ "انسانوں کو میں جب چاہوں اپنی شیطانی طاقتوں سے مسل سکتا ہوں مگر یہ ہمزاد (خیام) میری شیطانی طاقتوں کو للکار سکتا ہے۔ ایک ہمزاد کا اعلان جنگ بہت خطرناک ہو سکتا ہے۔

زرغام کا دماغ انہی سوچوں میں غرقوب تھا۔ ادھر ساجد کا ذہن اسے ایک شیطان سے بغاوت پر اکسا رہا تھا وہ کچن میں بے چینی سے ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے مگر آج اس کے ایمان کی طاقت اسے ایک خناس کی غلامی سے روک رہی تھی۔ اس کا ذہن اسے ایک خطرناک عمل کے لیے مجبور کر رہا تھا مگر اس میں ہمت پیدا نہیں ہو رہی اسامہ، عمارہ، ساحل اور عارفین گاڑی سے تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہیں ایک بار پھر وہی سفید سائے دکھائی

دئے جوان کے قریب آکر غائب ہو گئے۔ ایک بار پھر ان کے دل تیزی سے تھڑ کنے لگے مگر وہ رکے نہیں آگے بڑھتے رہے۔ جونہی وہ چند قدم آگے بڑھے، وہ سفید سائے پھر نمودار ہو گئے اور ان چاروں کے گرد دائرے کی شکل میں گھومے لگے۔ ہوا میں معلق اسی غیبی مخلوق نے ان چاروں کے گرد جیسے شیطانی طاقتوں کا دائرہ کھینچ دیا۔ ان کے قدم اپنی جگہ گڑھ گئے۔

وہ چاروں گھبرائے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کے دماغ بھی جیسے کسی پر اسرار قوت نے جکڑ لیے وہ کچھ پڑھنا چاہتے تھے مگر انہیں کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ وہ تین سفید سائے آہستہ آہستہ زمین کی طرف بڑھنے لگے اور پھر وشاء حوریہ اور فواد کے روپ میں تبدیل ہو گئے۔

اس بار ان کے روپ مختلف تھے۔ ان کے جسموں پر کفن تھا۔ چہرے زندگی کے نور سے عاری تھے وہ بالکل اس طرح تھے جیسے اپنی اپنی قبروں سے اٹھ آئے ہوں ان کے چہرے کی جلد سفیدی مائل تھی ہونٹ سلیٹی اور آنکھیں سیاہ حلقوں میں دھنسی ہوئی تھیں۔

ان چاروں نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور اس کے بعد وہ نظریں اوپر نہ اٹھا سکے۔ فواد کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''ہمیں غور سے دیکھ لو اس روپ میں اس لیے تمہارے سامنے آئے ہیں کہ کچھ دیر بعد تمہارا بھی یہی حال ہو گا تمہاری موت یقینی ہے مگر تم لوگوں کو تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا مگر اب بس۔۔۔ تم اپنی زندگیوں کو خیر باد کہہ دو۔''

وشاء اور حوریہ کے بدہیت چہروں پہ شیطانی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ وہ تینوں اوپر کی طرف اڑے اور فواد نے انگلی سے ان کی طرف اشارہ کیا ان کے گرد دائرے کی شکل میں آگ بھڑک اٹھی۔

ان چاروں نے اس دائرے سے نکلنے کی کوشش کی مگر ان کے قدم جیسے زمین میں گڑ گئے تھے۔ وہ تینوں شیطان ہمزاد فضا میں معلق ان چاروں کی بے بسی پر مسکرا رہے تھے۔

ساجد زرغام کے لیے گلاس میں اورنج جوس ڈال کے کھڑا تھا۔ وہ کیبنٹ کے قریب کھڑا گہری سوچ میں گم تھا۔ اس کا ذہن اسے جس کام کے لیے مجبور کر رہا تھا اس کے لیے وہ خود میں حوصلہ پیدا نہیں کر پا رہا تھا۔ دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو رہے تھے۔

زرغام اپنی گرج دار آواز میں چلایا "ساجد۔۔" ساجد نے مزید کچھ اور نہ سوچا اس نے کیبنٹ سے زہر کی شیشی نکالی اور چار قطرے اس زہر کے اورنج جوس میں ملا دیئے۔ اس نے چمچ سے ایک دفعہ اسے مکس کیا اور پھر اورنج جوس لے کر زرغام کے کمرے میں چلا گیا۔

زرغام کپڑے تبدیل کر چکا تھا وہ آئینے کے سامنے کھڑا اپنی شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔ اس نے ساجد سے گلاس لیا اور سٹول پر بیٹھ کر جوس پینے لگا۔

جوس پیتے ہوئے اسے کسی قسم کا برا ذائقہ محسوس نہیں ہوا مگر تھوڑی ہی دیر میں زہر نے اثر کرنا شروع کر دیا۔ زرغام کا گلا چرنے لگا وہ اپنا گلا تھام کر اکٹھا سا ہو گیا۔ زہر آہستہ آہستہ اس کی رگوں میں پھیل گیا جس سے اس کے پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ وہ مچھلی کی طرح تڑپتا ہوا اسٹول سے نیچے گر گیا۔۔۔اس نے اپنی دہکتی ہوئی سرخ آنکھوں سے ساجد کی طرف دیکھا۔

ساجد سر جھکائے کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ مارے تکلیف کے زرغام کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ مگر اس کی آنکھیں ساجد سے سوال کر رہی تھیں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

زہر بہت تیز تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی وہ زرغام کے سارے خون میں پھیل گیا۔ زرغام کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ منہ سے جھاگ نکلنے لگی اور پھر وہ ساجد کی آنکھوں کے سامنے ہی تڑپ تڑپ کے مر گیا۔

ساجد اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اچانک ہی کمرے کی چیزیں ادھر ادھر گرنے کی آوازیں ساجد کی سماعت سے ٹکرائیں تو اس نے حیرت سے اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اس کی آنکھوں کے سامنے زرغام کھڑا تھا۔ ساجد نے فوراً زمین کی طرف دیکھا۔ زرغام کی لاش جوں کی توں پڑی تھی۔ سامنے کھڑا ہوا بھی زرغام ہی تھا مگر اس کا جسم باطنی اور غیر مرئی تھا اور زندگی سے بھرپور زرغام کی طرح ہشاش بشاش تھا۔

ساجد کے پورے جسم سے کپکپی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ قاتل بن کر اپنے ہی مقتول کے سامنے کھڑا تھا۔ موت سے پہلے ہی زندگی ان کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگی تھی۔

زرغام کے اس باطنی وجود کی آنکھوں میں وہی غصہ تھا جو موت سے کچھ دیر پہلے زرغام کی آنکھوں میں تھا۔ اس نے ساجد کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تو ساجد کا جسم روئی کے گولے کی طرح ہوا میں اڑنے لگا وہ اسکے جسم کو چھت تک لے گیا اور پھر اس نے اپنے ہاتھ کو زور سے جھٹکا دیا۔ اس نے ساجد کو چھت سے زمین پر پٹخ دیا۔

کمرے کی زمین ساجد کے لہو میں رنگ گئی۔ وہ بوڑھا کمزور شخص ایک ہی جھٹکے میں لقمہ اجل ہو گیا۔ وہ ہوائی جسم جو انتہائی طیش میں تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے کی طرف بڑھا اور اسے چکنا چور کر کے غائب ہو گیا۔ اسامہ، عمارہ، ساحل اور عارفین بری طرح آگ کی لپیٹ میں آ چکے تھے۔ اب ان کے جسموں کا آگ سے فاصلہ معمولی رہ گیا تھا۔ حوریہ اور وشاء کی اذیتوں پر ہنس رہے تھے۔ ایک ہی ساعت میں نہ

جانے ایسا کیا ہوا وہ تینوں غائب ہو گئے اور آگ بھی خود بخود بجھ گئی۔ ان چاروں نے تشکر آمیز نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھا۔

''اس اچانک تبدیلی کا کچھ بھی مطلب ہو سکتا ہے۔ ہمیں اپنی گاڑی بھی چیک کرنی چاہیئے۔'' اسامہ نے کہا۔

''مشکل ہے کہ گاڑی سٹارٹ ہو مگر تم تسلی کر لو۔'' ساحل نے بے دلی سے کہا۔

اسامہ بڑے یقین کے ساتھ گاڑی کی طرف بھاگا گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی میں چابی لگائی۔ گاڑی پہلے سلف سے ہی سٹارٹ ہو گئی۔

''ہرے۔۔۔'' اس نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

ان تینوں نے گاڑی کی آواز سنی تو وہ بھی دوڑتے ہوئے گاڑی کے قریب آ گئے۔

''جلدی سے بیٹھو! یہاں سے نکلتے ہیں۔۔۔''

اسامہ نے ٹھیک طرح سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے کہا۔ عمارہ کا سر گاڑی کے دروازے سے ٹکرایا تو غصے سے بولی 'آہستہ چلاؤ۔۔۔ کیا کر رہے ہو۔''

''تم سنبھل کر بیٹھو جتنا جلدی ہو سکے ہمیں اس علاقے سے نکلنا چاہیے۔''

پندرہ بیس منٹ کے بعد ہی وہ مین روڈ پر آ گئے۔ اسامہ تیز سپیڈ سے گاڑی دوڑاتا رہا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ زرغام کے گھر تک پہنچ گئے یہ ویران اور سنسان علاقہ تھا۔ انہیں اکا دکا گھر ہی نظر آئے جو ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر تھے۔ تاحد نظر خالی زمینیں ہی زمینیں تھیں جن میں سرکنڈے اور گندم کی فصل کھڑی تھی۔ شیشے اور میٹل سے بنے سلور کلر کے گیٹ کی طرف اسامہ نے اشارہ کیا۔ ''وہ سامنے زرغام کی کوٹھی ہے۔''

''مگر ہم اندر کیسے داخل ہوں گے؟'' عمارہ اسامہ کے قریب کھڑی ہو گئی۔

''اندر جانے کے بارے میں سوچتے ہیں پہلے تم تینوں اپنی تیاری مکمل کروا پنے بیک بیگ پہن لو اور اپنی پسٹل لوڈ کر لو۔۔۔پھر بتاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اسامہ نے اپنی پسٹل بھی لوڈ کی اور ان تینوں نے بھی اپنی پسٹلز لوڈ کر لی۔

ساحل اپنا بیگ سیٹ کرتے ہوئے اسامہ کی طرف بڑھا۔ ''یہ جو کوٹھی کے ساتھ چھوٹا سا فلیٹ ہیے۔۔۔''

''یہ زرغام کے ملازم ساجد کا فلیٹ ہے۔'' اسامہ نے بتایا۔

''کوئی یہاں سے ایک دم باہر آگیا اور اس نے ہمیں دیکھ لیا تو۔۔۔'' ساحل نے ایک بار پھر اس فلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

''جو ہوگا دیکھا جائے گا فی الحال ہمیں کوٹھی میں داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔''

عارفین نے اسامہ کی جگہ جواب دیا۔ اسامہ نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور پھر ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ چاروں ایک گھر کی دیوار کی اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔

اسامہ نے سرگوشی کے انداز میں بولتے ہوئے زرغام کے گھر کی طرف اشارہ کیا۔ ''سامنے اوپری منزل میں دو کمرے ہیں جن میں سے ایک اس کا بیڈروم ہے اور دوسرا وہ خاص کمرہ جہاں وہ عمل و گیان کرتا ہے ہمیں کسی بھی طرح دونوں میں سے کسی بھی کمرے میں داخل ہونا ہے۔''

''ٹھیک ہے'' یہ کہہ کر ساحل نے عمارہ اور عارفین کو سمجھایا ''بہت احتیاط سے ہمیں اوپری منزل میں داخل ہونا ہے۔''

اسامہ نے اپنے بیگ سے رسی نکالی جس کے ساتھ کانٹا لگا ہوا تھا۔

وہ چاروں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے زرغام کی کوٹھی کے بیک سائیڈ کی طرف بڑھے اسامہ نے بالکونی کی گرل کی طرف کانٹا اچھالا۔ پہلی ہی بار میں کانٹا گرل کے ساتھ اٹک گیا۔

اسامہ کو تو اس طرح کے کاموں کی خاص ٹریننگ تھی مگر ساحل اور عارفین نے بھنویں اچکاتے ہوئے اوپر کی طرف دیکھا اور پھر عارفین نے لب تر کرتے ہوئے پوچھا "گرل تو پکی ہے نا۔۔۔"

ساحل نے بیوقوفانہ انداز میں جواب دیا "مجھ سے کیا پوچھتے ہو میں نے تھوڑی بنائی ہے۔"

اسامہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ "پہلے میں جاتا ہوں پھر تم لوگوں کو بلالوں گا۔"

یہ کہہ کر اسامہ کسی بندر کی طرح تیزی سے رسی سے لٹکتا ہو گرل تک پہنچ گیا۔

گرل کے بالکل ساتھ ہی اس خاص کمرے کی کھڑکی تھی جہاں زرغام اپنا خاص عمل کرتا تھا۔ اس نے کھڑکی سے اندر جھانکا تو پردہ پیچھے ہٹا ہوا تھا جس کی وجہ سے کمرے کا ماحول صاف دکھائی دے رہا تھا۔

کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اطراف میں بھی نظر دوڑائی آس پاس کوئی نہیں تھا۔ اس نے بالکونی سے نیچے جھانکتے ہوئے ان سب کو اوپر آنے کا اشارہ کیا اور خود اس جگہ کے قریب بیٹھ گیا جہاں کانٹا اٹکا ہوا تھا۔ ساحل اور عارفین تو آرام سے رسی سے اوپر آ گئے مگر عمارہ کو یہ سب بہت مشکل لگ رہا تھا۔

اسامہ نے اسے اشارے سے سمجھایا کہ اگر کانٹا پھسل گیا تو وہ رسی تھام لے گا اس لیے وہ ہمت کرے۔

جب اس نے خود کو تنہا پایا تو ہمت کر کے رسی سے اوپر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی بالآخر وہ بھی بالکونی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ ساحل نے کمرے کی ونڈو سے اندر جھانکا۔ ''شیشے کی ونڈو ہے اندر جالی بھی نہیں لگی۔ پیچ کھول کر آسانی سے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔''

اسامہ نے نفی میں سر ہلایا 'کمرے میں کوئی نہیں ہے تو دروازہ باہر سے لاک ہو گا۔''
''لاک کھول لیں گے یار۔۔۔'' عارفین نے لاپروائی سے کندھے اچکائے۔

''اگر نہ کھول سکے تو۔۔۔ تم میرے پیچھے آؤ۔۔۔'' اسامہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا دوسرے کمرے کی کھڑکی تک پہنچ گیا۔

اس نے ان تینوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ تینوں بھی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اسامہ کے قریب آ گئے۔

یہ ونڈو بھی شیشے کی تھی اور بغیر جالی کے تھی۔ اسامہ اور ساحل نے اندر جھانکا تو ساحل نے سرگوشی کے انداز میں کہا 'کمرے میں باہر سے روشنی آ رہی ہے شاید دروازہ کھلا ہے مگر کوئی دکھائی نہیں دے رہا۔''

''ہاں مجھے بھی یہی لگتا ہے میرا خیال ہے کہ ونڈو کے پیچ کھولنے کی کوشش کرتے ہیں'' یہ کہہ کر اسامہ نے عمارہ کی طرف دیکھا۔ ''تم ادھر ونڈو کے قریب کھڑے ہو کے اندر نظر رکھو میں اور ساحل ونڈو کے پیچ کھولتے ہیں۔''

عمارہ ونڈو کے قریب پیچھے کی طرف ہو کے کھڑی ہو گئی۔ عارفین بالکونی کے قریب کھڑا نیچے کے حالات پر نظر رکھ رہا تھا۔

ساحل اور اسامہ نے بہت مہارت سے ونڈو کے پیچ کھول لیے۔ عمارہ نے مسکراتے ہوئے اسامہ کی طرف دیکھا ''بہت خوب۔۔۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کہیں ڈاکے تو نہیں ڈالتے رہے۔''

اسامہ نے عمارہ کی طرف گھور کر دیکھا اور پھر اندر نظر ڈالتے ہوئے شیشہ احتیاط سے اتار کر ایک طرف رکھ دیا۔ وہ چاروں باری باری کمرے میں داخل ہو گئے۔ زمین پر دو لاشیں پڑی تھیں ایک زرغام کی تھی جسے دیکھ کر صاف پتہ چل رہا تھا کہ اسے یا تو سانپ نے ڈس لیا ہے یا زہر دے دیا گیا ہے اور دوسری لاش کسی بوڑھے کی تھی جو خون میں لت پت تھا۔

اسامہ اور ساحل لاشوں کے قریب بیٹھ گئے۔

''یہ کون ہے'' عمارہ نے سوالیہ نظروں سے اسامہ کی طرف دیکھا اور پھر خود بھی ساجد کی لاش کے قریب بیٹھ گئی۔

''یہ ساجد ہے زرغام کا وفادار ملازم۔۔۔''

''کیا بات ہے کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔۔۔؟'' عمارہ اسامہ کے قریب آ گئی۔

اسامہ نے عمارہ کی طرف دیکھا ''تم جانتی ہو کہ کسی نے ساجد کو چھت کی طرف لے جا کے زمین پر پٹکا ہے اور مارنے والا اس قدر طاقتور تھا کہ جب اس نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو اس کے سینے کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔''

''مارنے والا کون ہو سکتا ہے۔'' عارفین بھی تعجب خیز انداز میں آگے بڑھا۔

''زرغام کا ہمزاد جو جاتے ہوئے اپنا غصہ اس آئینے پر نکال گیا۔''

تینوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا 'کیا۔۔؟ زرغام کا ہمزاد یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' عمارہ نے بوکھلائے ہوئے کہا۔

اسامہ نے ان تینوں کی طرف دیکھا۔ ''فی الحال یہاں سے نکلو اس سے پہلے کہ کوئی آجائے میں رستے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔''

وہ تینوں جس طرح اوپر چڑھے تھے اسی طرح سے باری باری نیچے اتر گئے۔ اور وہ چاروں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل گئے۔

''آگے کیا پلان ہے'' ساحل نے پوچھا۔

''ہم اب مری کے لیے روانہ ہوں گے اب یہ جو کچھ ہوا ہے امید ہے کہ سفر میں یہ بدروحیں ہمیں تنگ نہیں کریں گی فی الحال تو زرغام کی موت نے ان کا طلسم توڑ دیا ہے۔'' اسامہ نے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ ہمزاد ہمارا تعاقب نہیں کریں گے۔'' عمارہ نے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ہمزاد اس جگہ پہنچ گئے ہوں گے جو ان کا اصل مسکن ہے۔''

اسامہ کی اس ادھوری سی بات پر عمارہ نے پوچھا۔

''کہاں۔۔۔کون سی جگہ۔۔۔''

''مری میں جہاں ہم جا رہے ہیں۔'' اسامہ نے پر یقین لہجے میں کہا۔

''مری میں۔۔۔مگر کہاں؟'' عارفین نے پوچھا۔ اسامہ نے ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ''ہم مری پہنچ جائیں گے کسی اچھے سے ہوٹل میں کمرے لے لیں گے پھر ساری پلاننگ کریں گے۔''

تھکا دینے والے سفر کے بعد وہ اسلام آباد پہنچ گئے۔

سفر کے دوران ہی سب نے اپنے اپنے گھر والوں سے بات چیت کرلی تھی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں کو تسلی دے دی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ مری کے قریبی چھوٹے چھوٹے علاقوں سے گزر رہے تھے۔

عارفین نے چھتر پارک کا بورڈ پڑھا تو اس نے اسامہ سے پوچھا ''مری کا کتنا فاصلہ رہ گیا ہے۔''

''یوں سمجھ لو کہ ہم مری پہنچ گئے ہیں۔ یہاں سے مری کا بس تھوڑا سا ہی فاصلہ ہے۔'' اسامہ نے جواب دیا۔

ساحل جو ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس کا دھیان سامنے کی طرف ہی تھا۔ اس نے اسامہ کی طرف دیکھا جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ ''میری معلومات کے مطابق یونیورسٹی کی بس میں جو حادثہ ہوا تھا وہ پتڑوکس کے علاقے میں ہوا تھا جو چھتر پارک سے تھوڑے سے فاصلے پر ہے۔''

''ہاں۔۔۔ ہم پتڑوکس میں ہی ٹھہریں گے۔'' اسامہ نے جواب دیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد پتڑوکس کا بورڈ دکھائی دینے لگا۔

پٹروکس کا علاقہ شروع ہوتے ہی اسامہ سڑک کے دونوں اطراف دیکھنے لگا۔

"تم کیا ڈھونڈ رہے ہو؟" عمارہ نے پوچھا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ کوئی ہوٹل یا فلیٹ نظر آجائے۔"

"ہوٹلز کے لیے یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے۔" ساحل نے کہا۔

"بات اچھے یا برے کی نہیں ہے۔ ہمیں اس جگہ کام ہے یہیں ٹھہر جائیں تو کافی آسانی ہو جائے گی۔"

"اسامہ! ادھر فلیٹس ہیں" عمارہ نے اپنی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔ اسامہ نے بھی اس طرف نظر دوڑائی۔ "ہاں فلیٹس تو ٹھیک لگ رہے ہیں پتہ کرتے ہیں۔"

ساحل نے مناسب سی جگہ پر گاڑی پارک کی۔

"تم لوگ گاڑی میں ہی رہو میں پتہ کر کے آتا ہوں۔" اسامہ نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد اسامہ گاڑی کی طرف آیا۔
'سامان نکال لو ایک فلیٹ مل گیا ہے۔" ان سب نے گاڑی سے اپنا سامان نکالا اور فلیٹ کی طرف بڑھے۔

اسامہ کے ہاتھ میں فلیٹ کی چابی تھی۔ اس نے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور سب اندر داخل ہو گئے۔

انہوں نے کمرے کے ایک طرف سامان رکھا اور تھکاوٹ سے قالین پر ہی ڈھیر ہو گئے۔ اسامہ پورے فلیٹ کا جائزہ لے کر آیا۔ "یہ چھوٹا سا فلیٹ دو کمروں، ایک باتھ اور ایک کچن پر مشتمل ہے۔ ایک کمرے میں ہم تینوں ٹھہر جائیں گے اور ایک کمرہ عمارہ کو دے دیں گے۔" یہ کہہ کر اسامہ بھی ان کے ساتھ قالین پر بیٹھ گیا۔ عارفین اور ساحل نے صوفے کی گدیاں اٹھائیں اور اپنے سر کے نیچے رکھ کے قالین پر لیٹ گیا۔

تھکاوٹ کے باعث کب ان سب کی آنکھ لگ گئی انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ سارا سامان بھی کمرے میں بے ترتیب گرا پڑا تھا۔ سب گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ بیل کی آواز سے عمارہ کی آنکھ کھلی تو اس نے بے خوابی کی حالت میں ادھر ادھر دیکھا کارنر ٹیبل پر ریڈ کلر کا PCL سیٹ پڑا تھا جس کی بیل بج رہی تھی۔

وہ ڈھیلی ڈھیلی چال سے چلتی ہوئی فون تک پہنچی اس نے فون ریسیو کیا۔ ریسپشن سے منیجر بات کر رہا تھا

''میڈم آپ نے کچھ کھانے کا آرڈر دینا ہو یا چائے منگوانی ہو تو بتا دیں۔'' عمارہ نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا شام کے پانچ بج رہے تھے۔

''آپ ایسا کریں کہ مینو بھیج دیں میں آرڈر دے دوں گی۔''

''ٹھیک ہے میڈم!'' منیجر نے کہا۔

کچھ دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

''آجائیں'' عمارہ نے جوس کے ڈبے اٹھاتے ہوئے کہا۔

ویٹر اندر داخل ہوا اس نے MenueCard عمارہ کی طرف بڑھایا۔ عمارہ نے جوس کے ڈبے ٹیبل پر رکھے اور اس سے کارڈ لے کر پڑھنے لگی۔

''دوڈشز۔۔۔''

''دو ٹرے ایگ فرائیڈ واٹس، چھ کباب، سلاد اور رائتہ۔۔۔'' یہ کہہ کر عمارہ نے کارڈ ویٹر کو دے دیا۔

ویٹر کے جانے کے بعد عمارہ نے جوس کے ڈبے اٹھائے اور فریج میں رکھ دیئے۔

سارا سامان سیٹ کرنے کے بعد عمارہ اسامہ کے پاس آئی اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کے ہلایا۔ ''اسامہ۔۔۔''

اس نے معمولی سی جھرجھری لی اور پھر سوگیا۔ عمارہ نے اسے زور سے جھٹکا دیا۔ ''اٹھو بھئی کیا ہوگیا ہے۔''

اور بار اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ''کیا ہوگیا ہے کیوں اتنا ظلم ڈھا رہی ہو۔''

''پانچ بج رہے ہیں۔'' عمارہ کی زوردار آواز پر اسامہ اٹھ کے بیٹھ گیا۔

''اتنا وقت ہوگیا ہے۔''

''اب تم ان دونوں کو بھی اٹھاؤ میں نے کھانے کا آرڈر دے دیا ہے۔ تم سب اٹھ کے فریش ہو جاؤ۔'' یہ کہہ کر عمارہ اٹھ گئی۔ اسامہ نے ساحل اور عارفین کو بھی اٹھایا اور وہ تینوں ہاتھ منہ دھو کے فریش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد ویٹر کھانا لے کر آگیا عمارہ نے اس کے ساتھ مل کر ٹیبل پر کھانا لگایا۔

کھانے کے ساتھ ویٹر نے کولڈ ڈرنکس بھی رکھ دی۔

''میڈیم کسی اور چیز کی ضرورت ہوئی تو فون پر بتا دیجئے گا۔'' یہ کہہ کر ویٹر چلا گیا۔ سب جلدی سے آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اور کھانا کھانے لگے۔ کھانا ختم کرنے کے بعد اسامہ نے ویٹر کو بلایا کہ برتن لے جائے اور ساتھ چائے کا آرڈر بھی دے دیا۔

ویٹر ٹرالی لے کر آیا تو عمارہ نے برتن سمیٹ کر ٹرالی میں رکھ دیئے۔ ویٹر نے ٹیبل صاف کیا اور پھر برتن لے گیا۔

عمارہ نے تینوں کو چائے سرو کی۔ عمارہ نے اسامہ کی طرف دیکھا۔ ''ہم پٹروکس کے علاقے میں ٹھہرے ہیں۔ مری تو اس سے کافی دور ہے۔''

''ہیں۔۔۔مری اس سے زیادہ دور نہیں بس چند کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔'' اسامہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری انفارمیشن کے مطابق ان چاروں نے پٹروکس کے علاقے میں پہاڑ سے چھلانگ لگائی تھی۔ ان پر خطر پہاڑوں میں ہم ان کا سراغ کیسے لگائیں گے ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ کالا جادو کرنے کے لیے انہوں نے کس جگہ کا انتخاب کیا ہو گا۔''

''میں سب جانتا ہوں۔۔۔'' اسامہ نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

آخر عمارہ سوال کیے بغیر نہ رہ سکی ''تم اتنا سب کیسے جانتے ہو۔۔۔''

عمارہ کے سوال پر اسامہ تپ گیا۔ وہ جھٹکے سے اٹھا تو چائے کا کپ الٹ گیا۔ گرم چائے اس کے ہاتھ پر گر گئی۔ عمارہ جلدی سے ٹشو لے کر اس کا ہاتھ صاف کرنے لگی تو اس نے ہاتھ پیچھے سیکڑ لیا۔

اس نے عمارہ کو شانوں سے پکڑا اور اپنی دہکتی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ ''میں تو تمہیں اس سے بھی زیادہ حیران کرنے والا ہوں میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ سب کتنی بار روئے تھے اور کتنی بار ہنسے تھے۔ جب زندگی ان سے دامن چھڑا رہی تھی تو وہ کتنا تڑپے تھے۔ ان کی آخری چیخیں تک

میری سماعت میں گونج رہی ہیں۔" اسامہ کی آنکھوں کا کلر بدل چکا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی ہو گئی تھیں۔ عمارہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے پلکیں جھپکائے بغیر پوچھا۔

"تم ہو کون؟"

اسامہ خاموشی سے عمارہ کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اس کے شانوں سے ہاتھ ہٹا لیے اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

عمارہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اسامہ کو اندازہ ہی نہ ہوا تھا کہ اس نے کتنی سختی سے عمارہ کو شانوں سے پکڑا تھا۔ ساحل اور عارفین عمارہ کے قریب بیٹھ گئے۔

"تم جانتی ہو کہ اسامہ نے مشن پر آنے سے پہلے ہی یہ بات ہم سب سے کہی تھی کہ اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے" ساحل نے عمارہ سے کہا تو عارفین نے منہ بسورتے ہوئے ساحل کی طرف دیکھا۔

"چھوڑو یار! تم اس کی حمایت مت کرو لڑکیوں سے بات کرنے کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ اسے عمارہ سے اس انداز میں بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔"

''پلیز تم لوگ آپس میں بحث مت کرو۔'' یہ کہہ کر عمارہ اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر بالکونی میں جا کے کھڑی ہو گئی۔

اسامہ نے کھڑکی سے باہر جھانکا، عمارہ بالکونی میں کھڑی تھی۔ وہ کمرے سے باہر بالکونی میں چلا گیا۔ عمارہ گرل کے پاس کھڑی تھی جس کے ساتھ ساتھ خوبصورت سی باڑ لگی تھی۔ اسامہ اس کے قریب کھڑا ہو گیا۔

اسامہ کو قریب دیکھ کر عمارہ وہاں سے جانے لگی تو اسامہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ''سوری۔۔۔''

''آگے سے ہٹ جاؤ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔'' عمارہ غصہ سے بولی۔ ''مگر مجھے تو بات کرنی ہے۔۔۔''

''مجھے تمہاری بات نہیں سننی۔۔۔'' عمارہ جھٹکے سے پاؤں رکھتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔ اسامہ بالکونی میں کھڑا رہا۔

فلیٹ کے باہر چھوٹا سا لان تھا۔ اسنے دیکھا کہ عمارہ لان میں ٹہل رہی ہے۔ اسامہ بھی اس کے پیچھے پیچھے لان کی طرف چل پڑا۔ عمارہ نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو منہ بنا کر بینچ پر بیٹھ گئی۔

اسامہ بھی عمارہ کی طرح سنجیدہ ہوگیا۔ ''تم نے مجھے معاف نہیں کرنا تو نا کرو مگر میں نے کبھی بھی عورت کو مرد سے کم تر نہیں سمجھا۔ انسان اپنی خصوصیات کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے چاہے مرد ہو یا عورت۔۔۔''

اسی دوران میں ساحل بھی ان کے پاس آگیا۔ عمارہ اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگی تو اسامہ نے اسے ایک بار پھر پکارا ''پلیز عمارہ! میں سوری کہہ رہا ہوں نا۔۔۔''

اس بار ساحل نے عمارہ کا راستہ روک دیا۔ ''عمارہ! ہم یہاں لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ ایک خاص مشن پورا کرنے آئے ہیں ایسا مشن جس میں ہم نے زندگی کا جوا کھیلنا ہے۔ ہم میں سے کون لقمہ اجل ہو جائے یہ ہم نہیں جانتے۔''

عمارہ نے اسامہ کی طرف دیکھا جو بینچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ ''ٹھیک ہے ایک شرط پر معاف کروں گی کہ تم اس طرح کسی کے سوال پوچھنے پر بھڑکو گے نہیں''

تھوڑی دیر کے بعد عمارہ وہاں سے چلی گئی۔ ساحل اسامہ کے قریب آیا ''کیا پروگرام ہے۔''

"ہمارا خیال ہے کہ ہمیں نکلنا چاہیئے پہلے ہی ہمارا بہت سا وقت برباد ہوگیا ہے۔ اسامہ نے کہا اور پھر وہ دونوں اندر فلیٹ میں چلے گئے۔ وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے تو عارفین اور عمارہ اپنے اپنے بیگ میں کچھ چیزیں رکھ رہے تھے۔

اسامہ نے ان دونوں کی طرف دیکھا "اچھی بات ہے تیاری کرلو۔ ہم بس دس پندرہ منٹ کے بعد نکلتے ہیں۔"

سب نے اسامہ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے پیکنگ کی۔ تقریبا پندرہ منٹ کے بعد وہ سب وہاں سے نکل گئے۔ چند کلومیٹر کے بعد ہی دیوہیل پہاڑ دکھائی دینے لگے۔ جس کے ساتھ ہی گہری خطرناک کھائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھوڑا سا آگے جانے کے بعد اسامہ نے ساحل سے گاڑی روکنے کو کہا۔

ساحل نے سڑک سے اترتے ہوئے ایک گھنے درخت کے قریب کچی جگہ پر گاڑی پارک کی۔ وہ سب گاڑی سے باہر نکل آئے۔

اسامہ درخت کے قریب کھڑا ہوگیا "یہی وہ جگہ ہے جہاں ان چار لڑکے لڑکیوں نے کالج سے بس سے چھلانگ لگائی تھی۔"

''یہ تو بہت گہری اور خطرناک کھائیاں ہیں۔ ان سب نے کس طرح چھلانگ لگ ادی۔ اس طرح چھلانگ لگانے کے بعد کسی کے زندہ رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''وہ چاروں زندہ رہے اور انہوں نے ایک کھنڈر نما ریسٹ ہاؤس میں پناہ لیا اور ناپاک سفلی عمل بھی کیے۔''

''مگر کیسے؟ یہاں نیچے تو کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا'' ساحل نے حیرت میں ڈوبے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

اسامہ نے انگلی سے نیچے کھائی کی طرف اشارہ کیا ''تم وہ پہاڑ نہیں دیکھ رہے اور ساتھ یہ لمبے لمبے چیڑ کے درخت، بے شک انہوں نے چھلانگ مار کے زندگی اور موت کا جوا کھیلا تھا مگر تقدیر نے ان کا ساتھ دیا اور وہ لقمہ اجل نہیں ہوئے۔ وہ کسی پہاڑ پر ٹک گئے ہوں گے یا کسی درخت سے لٹک گئے ہوں گے لیکن یہ بات طے ہے کہ وہ چاروں پہاڑوں کی غاروں کے ذریعے اس ریسٹ ہاؤس تک پہنچے۔''

عارفین نے خوف سے کندھے اچکائے۔ ''ہمیں بھی کیا ان غاروں کے ذریعے ریسٹ ہاؤس تک پہنچنا ہوگا۔''

ہاں۔۔۔ ہم ان غاروں کے ذریعے ہی اس پراسرار ریسٹ ہاؤس تک پہنچیں گے لیکن ہم ان چاروں کی طرح یہاں سے چھلانگ نہیں ماریں گے تھوڑا سا آگے جا کے نیچے جانے کا پیدال راستہ ہے۔"

"چلو پھر گاڑی میں بیٹھتے ہیں آگے جا کے رکتے ہیں۔" ساحل نے کہا اور پھر وہ چاروں گاڑی میں بیٹھ گئے۔

تھوڑا آگے جا کے ساحل نے گاڑی روکی اور چاروں اپنا اپنا بیگ پہن کے نیچے اتر گئے۔

اسامہ پہاڑ کے ٹوٹے ہوئے نوکیلے حصوں کی طرف بڑھا تو اس نے بلند آواز میں کہا "ہاں یہاں ایک ہے۔"

عمارہ اور عارفین اسامہ کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھے۔ اسامہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں یہی وہ غار ہے۔"

اسامہ سب سے پہلے غار میں داخل ہوا پھر تینوں اس کے پیچھے پیچھے غار میں داخل ہو گئے۔

غار کھلی اور کشادہ تھی جس کی وجہ سے وہ سارے بآسانی آگے بڑھاتے جا رہے تھے۔ وہ جوں جوں آگے بڑھتے جا رہے تھے غار میں تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ ٹارچوں کی روشنی میں آگے بڑھ رہے تھے۔ غار کی تاریکی کے ساتھ ان کا خوف بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر قدم پر واہمہ ہوتا کہ کوئی خطرناک جانور ان کے سامنے آجائے گا۔

تقریباً آدھا گھنٹہ وہ اس سرنگ نما غار میں چلتے رہے چھوٹے چھوٹے زہریلے جانور راستے میں دکھائی دیتے رہے مگر کسی خطرناک جانور کا سامنا نہیں ہوا۔ غار میں تھوڑی تھوڑی سی روشنی دکھائی دی۔

’لگتا ہے کہ یہ غار باہر کھل رہی ہے۔ دیکھو آہستہ آہستہ روشنی پھیل رہی ہے۔‘‘

وہ سرنگ نما غار ایک بڑے سے کھلے حصے میں جا کے ختم ہوگئی۔ ساحل سب سے آگے تھا اس کا دھیان اسامہ کی طرف تھا۔

’’اسامہ! مغرب کا وقت ہوگیا ہے۔ وہ ریسٹ ہاؤس اور کتنی دور ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد تو اندھیرا ہو جائے گا۔‘‘ عمارہ نے اسامہ سے کہا۔

’’سمجھو کہ ہم پہنچ گئے اسی پہاڑ کے پیچھے وہ ریسٹ ہاؤس ہے۔ وہاں پہنچنے میں ہمیں دیر نہیں لگے گی۔‘‘

یہ کہہ کر اسامہ اس پہاڑ کے ساتھ ساتھ موڑ کاٹتے راستے کی طرف چل پڑا۔ وہ تینوں اس کے پیچھے پیچھے

چل پڑے۔ تھوڑا سا چلنے کے بعد ہی انہیں وہ کھنڈر نما ریسٹ ہاؤس دکھائی دینے لگا۔ اس جگہ کے قریب پہنچے تو سب ساکت ہو گئے۔

''واؤ۔۔۔Amazing یہ جگہ تو کسی عجوبے سے کم نہیں۔'' عمارہ نے مبہوت نظروں سے اس جگہ کو دیکھا۔

عارفین ریسٹ ہاؤس کے دروازے کے طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا مگر دروازہ نہیں کھلا جیسے کوئی بڑا سا پتھر دروازے کے آگے پڑا ہو جبکہ دروازے کے آگے کوئی چیز نہیں تھی۔ اسامہ اور عمارہ بھی ان دونوں کے قریب کھڑے تھے۔

اسامہ نے انہیں دروازے سے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ اسامہ نے دروازے پر اپنا ہاتھ رکھا اس کے صرف چھونے سے ہی دروازہ چٹاخ سے دو حصوں میں کھل گیا۔

''یہ کیسے۔۔۔؟'' ابھی الفاظ عارفین کے منہ میں ہی تھے کہ ساحل نے اپنی انگلی لہراتے ہوئے اشارہ کیا ''سوال نہیں۔''

وہ سب اندر داخل ہو گئے دروازہ چٹاخ سے خود بخود بند ہو گیا۔ عمارہ نے حیرت سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پھر چل پڑی۔

عمارہ ساحل کے ساتھ آگے بڑھی۔ کمروں میں بہت اندھیرا تھا۔ وہ ٹارچوں کی مدد سے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ انہوں نے ریسٹ ہاؤس کے سارے کمرے دیکھے۔ کمروں میں پڑا فرنیچر گل سڑ گیا تھا۔ سینکڑوں سالوں سے جیسے کوئی اس ریسٹ ہاؤس میں نہیں آیا۔

''یہ ریسٹ ہاؤس تین کمروں، ایک کچن اور ایک باتھ پر مشتمل ہے۔'' عمارہ نے ساحل سے کہا وہ چاروں اس ریسٹ ہاؤس کے مختلف حصوں میں بکھر گئے۔

ساحل اور عمارہ ایک کمرے میں داخل ہوئے جو غالبا بیڈروم تھا۔ جس کے فرش پر مٹی کی اتنی موٹی تہہ تھی کہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ اس مٹی کی تہہ کے نیچے کس طرح کا فرش ہوگا۔ ہر کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پورے جسم سے خوف کی سنسنی سی دوڑ جاتی تھی کہ جن ہمزاد کو وہ ڈھونڈنے آئے ہیں نہ جانے وہ کب اور کس روپ میں ان کے سامنے آجائیں۔
وہ سب ہال نما کمرے میں آ گئے۔ عمارہ آتش دان کے قریب کھڑی ہوگئی۔ ''یہاں سے تھوڑی سی جگہ صاف کر لیتے ہیں۔'' عمارہ اور ساحل دونوں مل کر وہاں سے فرش صاف کرنے لگے اور اسامہ اور عارفین آتش دان میں لکڑیاں جوڑ کر آگ جلانے کی کوشش کرنے لگے۔

کچھ ٹوٹی ہوئی کرسیوں کے ٹکڑے گرے ہوئے تھے۔ عارفین نے وہ ٹکڑے بھی آتش دان میں جوڑ دیئے۔ اسامہ نے لائٹر سے آگ لگا دی۔

آتش دان میں آگ بھڑک اٹھی۔ جس سے نہ صرف ان کو حرارت ملی بلکہ کمرے میں سرخی مائل دلیے دلیے سی روشنی بھی پھیل گئی تھوڑا سا حصہ صاف کرنے کے بعد وہ چاروں سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے آتش دان کے قریب بیٹھ گئے۔

عمارہ نے اپنی کمر سے بیک بیگ اتارا اور اس میں سے پانی کی بوتل نکالی۔ عارفین نے اپنے کندھے سکیڑتے ہوئے عمارہ کی طرف دیکھا۔ ''ہمیں سردی لگ رہی ہے اور تمہیں پیاس لگی ہوئی ہے۔'' ''حلق خشک ہو رہا ہے۔'' عمارہ نے پانی کا ایک گھونٹ لیا اور پھر بوتل کا ڈھکن بند کر دیا۔ ساحل عمارہ کے قریب ہو کے بیٹھ گیا۔

رات بہت ہو گئی تھی پورا ریسٹ ہاؤس گمبھیر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس پر سکون خاموشی میں بھیانک راز پنہاں تھے۔ ہوا بھی جیسے اس سازش میں شامل ہو گئی تھی اور گھنے درختوں کے جھنڈ بھی جن میں کچھ تھا اور اس کے پتوں میں معمولی لرزش تک نہ تھی۔ دھیرے دھیرے شیطانی قوتیں جیسے اس ریسٹ ہاؤس کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں۔

عمارہ نے اپنے بیگ سے ایک پلاسٹک کا ڈبہ نکالا۔ اس نے ڈبہ کھولا تو اس میں چھ شوارمے رول تھے۔ اس نے وہ رول اپنے تینوں ساتھیوں کو دیئے۔

''ہم نے تو کھانے کا کچھ اور سامان رکھا تھا یہ شوارمے کہاں سے آ گئے۔'' ساحل نے شوارما لیتے ہوئے کہا۔

عمارہ بھی اپنا شوارما لے کر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئی ''میں نے یہ ہوٹل سے لے لیے تھے میرا خیال تھا یہ کھانے کی کمی پوری کر دے گا۔''

اسامہ نے اس کا لقمہ لیا ''ہوں، ویری ٹیسٹی یہ اچھا کیا تم نے۔۔۔''

چاروں مزے لے لے کر شوارما کھانے لگے دائرے میں بیٹھنے کے بعد انہیں عجیب سا اطمینان تھا۔
اسامہ نے مسکراتے ہوئے عمارہ کی طرف دیکھا۔

''ویسے تمہارے ساتھ ہونے سے یہ فائدہ تو ہے کہ ڈھنگ سے کچھ کھانے کو مل جاتا ہے۔ ایک بات تو بتاؤ۔۔۔''

''کیا۔۔۔'' عمارہ نے لاپروائی سے کہا۔
اسامہ اس کے تھوڑا قریب ہو کے بیٹھ گیا ''تم اب تو مجھ سے ناراض نہیں۔''

عمارہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے شوارما کھاتے ہوئے ترچھی نظروں سے اسامہ کی طرف دیکھا۔ ''میں یہ نہیں کہوں گی کہ تم سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ تم نے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آنا اور پھر دوبارہ ایسی ویسی بات کہنی ہے۔''

اسامہ نے اپنا شوارما تھامے ہوئے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ ''میرا دوسرا ہاتھ نہیں ہے ورنہ میں کان ضرور پکڑتا۔''

عمارہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اس نے اپنائیت سے اسامہ کی طرف دیکھا ''تھوڑے پیچیدہ ہو مگر انسان اچھے ہو۔۔۔''

اسامہ نے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولیں۔ ''شکریہ۔۔۔''

کھانے سے فارغ ہو کے وہ چاروں کچھ نہ کچھ پڑھنے لگے کوئی سورہ یٰسین تو کوئی چاروں قل۔ انہیں مصیبت کی اس گھڑی میں اپنے رب کا سہارا ہی تھا۔

عمارہ، ساحل اور عارفین کی آنکھ لگ گئی۔ اسامہ نے ایک نظر ان تینوں پر ڈالی جو گہری نیند سو گئے تھے۔ اس نے ایک گہری سانس بھری اور ارد گرد نظر دوڑائی۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ وہ جاگتا رہے وہ تھوڑی دیر ہی اس کی کوشش میں کامیاب رہا بالآخر اس کا تھکا ہوا جسم ہار گیا اور وہ دھڑام سے زمین پر گر کر سو گیا۔

طلوع آفتاب کی من چلی شعاعیں جب ان کیساتھ اٹھکیلیاں کرنے لگیں تو عمارہ کی آنکھ کھل گئی۔ باقی تینوں گہری نیند سو رہے تھے۔ اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے دھیرے دھیرے چاروں طرف نظر دوڑائی اس کی آنکھیں عجیب نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ سب کچھ بدل چکا تھا رات وارات کسی نے اس کمرے کو چمکا دیا تھا۔

اسے یوں لگ رہا تھا کہ وہ ماضی میں پہنچ گئی ہے۔ جب یہ ریسٹ ہاؤس نیا نیا تعمیر ہوا ہو۔ اس نے ساحل کو جھنجوڑا ''ساحل اٹھو۔۔۔''

اس کی آواز سے ساحل کے ساتھ عارفین اور اسامہ بھی اٹھ گئے۔ اس سے پہلے کہ عمارہ انہیں کچھ بتاتی ان کی حالت بھی عمارہ جیسی ہو گئی وہ بھی مبہوت نظروں سے کمرے کی چیزیں تکتے ہی رہ گئے۔

''ریسٹ ہاؤس کا باقی حصہ دیکھتے ہیں'' ساحل نے کہا۔

وہ چاروں ریسٹ ہاؤس کے مختلف کمروں میں بکھر گئے ہر کمرے کا نقشہ بدلا ہوا تھا۔ فرشوں سے لے کر ڈیکوریشن پیس تک ہر چیز چمک رہی تھی۔ صحن کا نظارہ تو بہت خوبصورت تھا۔ پتھریلی زمین والی خالی کیاریوں میں خوبصورت پودے لگے ہوئے تھے جن کے ارد گرد بہت نفاست سے باڑ لگائی گئی تھی۔ ان کیاریوں میں گلاب کے پودے زیادہ تھے جن پر سرخ گلابی اور سفید گلاب کے پھول کھلے ہوئے تھے۔

وہ چاروں صحن میں کھڑے تھے۔ اس خوبصورتی سے مسرور ہونے کے بجائے وہ خوفزدہ تھے۔ ساحل الٹے قدموں سے پیچھے ہٹنے لگا۔ ''کوئی ایک رات میں یہ سب کیسے کر سکتا ہے۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے سینکڑوں سال پہلے فوت ہونے والے لوگ بھی ہمیں یہاں چلتے پھرتے دکھائی دیں گے۔''

عمارہ کمرے میں داخل ہونے کے بعد کچن میں داخل ہوئی۔ عمارہ خوفناک انداز میں چیخی تو وہ تینوں کچن کی طرف بھاگے۔

وہ کچن میں پہنچے تو عمارہ نے سامنے دیوار کی طرف اشارہ کیا۔ تازے چپچپاتے خون سے دیوار پر لکھا تھا ''طلسماتی اور سنسناتی دنیا میں خوش آمدید۔''

دیوار کے قریب ہی میز پر گرم گرم ناشتہ سجا ہوا تھا۔

وہ سب جیسے سن ہو گئے۔ سہمی سہمی نظروں سے ان چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ''یہ سب کیا ہے اسامہ۔۔۔'' عمارہ نے پوچھا۔

اسامہ نے بلند آواز میں کہا ''یہ ہمزاد کی موجودگی کا اعلان ہے مگر ہم وہ سب نہیں کریں گے جو فواد اور اس کے دوستوں نے کیا۔ ہم اعلان جنگ کریں گے۔'' یہ کہہ کر اسامہ نے اپنے بیگ سے خنجر نکالا اور عمارہ کی طرف بڑھایا۔

''یہ خنجر پکڑو اور میرے بازو پر کٹ لگاؤ۔۔۔''

عمارہ نے خنجر نہیں پکڑا ''یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔''

اسامہ ساحل کی طرف بڑھا ''تم کٹ لگاؤ۔۔۔''

ساحل نے نفی کے انداز میں سر ہلایا تو اسامہ بھڑک کے بولا ''جو میں کہتا ہوں کرو۔۔۔''

ساحل نے اس کے بازو پر کٹ لگا دیا۔

اس کے زخم سے خون رسنے لگا۔ اس نے ایک میز پر خون کے قطرے گرائے اور پھر اس نے اپنی انگلی اپنے خون پر رکھی اور دیوار پر کندہ پراسرار تحریر کا جواب لکھنے لگا۔

نہیں، اگر سینیٹ میں بدمزگی پیدا ہوگی تو اختلافات مزید بڑھیں گے: جام کمال

اس نے بھی خون سے لکھا ''طلسماتی اور سنسناتی دنیا سے سبکدوش ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

عارفین، اسامہ اور ساحل تینوں پتھر کے بت کی طرح کھڑے تھے ان کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ وہ اپنی موت کو للکار چکے ہیں۔ وہ چاروں اعلان جنگ کر چکے تھے۔

جس کا نتیجہ بھیانک ترین ہو سکتا تھا۔ اسامہ عمارہ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ ان کی کوشش تھی کہ وہ ایک دوسرے سے دور نہ ہوں۔ اچانک پہاڑوں میں زلزلے کی بھیانک گونج کے ساتھ کچن کی ہر چیز لرزنے لگی۔ ٹیبل کے ملنے کی وجہ سے میز پر رکھے برتن ٹک ٹک کی آواز کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

اسامہ کی آنکھوں کے سامنے ایک ہی ساعت میں عمارہ، ساحل اور عارفین اپنی جگہ سے غائب ہو گئے ایک لمحے لیے لیے اسامہ کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کی روح کھینچ لی ہو۔ وہ حواس باختہ ہو گیا۔ اس نے بازو پھیلائے اور اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے چلایا۔ ''اس طرح چھپ کے وار مت کرو ہمارے سامنے آؤ۔''

اسامہ نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ عمارہ کی دلسوز چیخیں اس کی سماعت سے ٹکرائیں۔ وہ کچن سے باہر نکلا اور آواز کی سمت پاگلوں کی طرح دوڑنے لگا۔ آواز کا تعین کرتے کرتے اسامہ ریسٹ ہاؤس کے برآمدے تک پہنچ گیا داخلی دروازے کے دونوں حصے کھلے ہوئے تھے چیخوں کی آوازیں ریسٹ ہاؤس کے باہر سے آ رہی تھیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے اپنے ذہن کی نہیں سن رہا تھا۔ بس دوڑتا جا رہا تھا۔

وہ پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گیا۔ چیخوں کی بازگشت اس طرح گونج رہی تھی کہ اس کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا تھا کہ وہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں۔ وہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا پھر نیچے کی طرف دیکھا جہاں گہری کھائیاں تھیں۔ اسی دوران اس کی نظر پہاڑ کے ایک کونے سے ابھرتے ہوئے درخت پر پڑی وہ سر تا پا کانپ کے رہ گیا۔ عمارہ درخت کی شاخ کو دونوں ہاتھوں سے تھامے لٹکی ہوئی تھی نیچے گہری کھائیاں تھیں اور اس کے ہاتھوں کی گرفت کسی بھی وقت ڈھیلی ہو سکتی تھی۔

''عمارہ حوصلہ رکھو میں آرہا ہوں۔''

یہ کہہ کر اسامہ نے اپنے بیگ سے بیلٹ اور رسی نکالی اس نے اپنی کمر پر بیلٹ پہنی جس کے ساتھ اس نے رسی کا ہک اٹکایا۔ رسی کا دوسرا حصہ اس نے بڑے سے پتھر پر باندھ دیا اور دھیرے دھیرے پہاڑ کی چوٹی سے اترتا ہوا عمارہ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے عمارہ کے قریب پہنچ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''عمارہ میرا ہاتھ پکڑ لو تو تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔ ہمت کرو۔''

روتی ہوئی عمارہ کے چہرے کے تاثرات یکسر بدل گئے اس کے لبوں پہ تضحیک آمیز مسکراہٹ بکھر گئی اس نے اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے۔

اسامہ چلایا ''عمارہ۔۔۔''

عمارہ کا چہرہ بھیانک ہوگیا اور وہ کسی چڑیل کی طرح چنگھاڑتی ہوئی ہوا میں اڑتی ہوئی دوسرے پہاڑ پر جا بیٹھی اور پھر غائب ہوگئی۔ اسامہ پہاڑ پر جو گرز لگاتے ہوئے بمشکل اوپر چڑھا۔ کسی نے اس کی سماعت میں سرگوشی کی ''تم جانتے ہو کہ ہمزاد اسی طرح تنگ کرتے ہیں پھر بھی تم ان کے دھوکے میں آ گئے۔''

اسامہ نے جبیں پیمائی کرتے ہوئے خودکلامی کی ''پتہ نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا۔۔۔''

پھر وہ وقت ضائع کئے بغیر ریسٹ ہاؤس میں واپس چلا گیا۔ وہ اونچی اونچی آواز میں اپنے دوستوں کو پکارنے لگا ''عمارہ، ساحل، عارفین۔۔۔''

بدلے میں اسے کوئی جواب نہ ملا۔

وہ دھیرے دھیرے قدم رکھتا ہوا صحن میں چلتا رہا اور ساتھ ساتھ دعا پڑھتا رہا۔ اس کا پاؤں لکڑی کی کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نیچے دیکھا تو لکڑی کا ایک تختہ سا تھا۔ اسامہ اس تختے کے قریب بیٹھ گیا۔ تختے کا آدھا حصہ ابھرا ہوا تھا۔ اس نے ابھرے ہوئے حصے کو دائیں طرف دکھیلا تو بآسانی فرش کے نیچے کسی فریم میں داخل وگیا۔ ایک لکڑی کی سیڑھی اندر جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اسامہ نے اندر جھانک کہ دیکھا غالباً یہ تہہ خانہ تھا۔ وہ زیادہ سوچے بغیر اس لکڑی کی سیڑھی سے تہہ خانے میں اتر گیا۔

گھٹی گھٹی سی آوازیں اسامہ کی سماعت سے ٹکرائیں تو وہ بوکھلا گیا۔ وہ ٹارچ کی روشنی میں ان آوازوں کی سمت میں بڑھنے لگا۔ اس کا دل دہل رہا تھا۔ اس کے قدم اسے ان آوازوں تک لے گئے۔

گھٹی گھٹی بے بس آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں مگر اسے کوئی نظر نہیں آرہا تھا کسی نے اس کے پاؤں پر زور سے اپنا پاؤں مارا تو اس نے میز کے نیچے دیکھا۔ تو عمارہ میز کے ساتھ بندھی گھٹے گھٹے سانس لے رہی تھی۔ عارفین اور ساحل بھی میز کے ساتھ بندھے ہوئے تھے ان کی حالت بھی عمارہ جیسی تھی۔

اس نے عمارہ کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ''خود کو سنبھالو عمارہ! میں آگیا ہوں۔''

اس نے پہلے عمارہ کو کھولا اور پھر دونوں کو۔ ان کی یہ حالت دم کشی کی وجہ سے تھی۔

اسامہ نے ان تینوں کو تہہ خانے سے باہر نکالا۔ تہہ خانے سے باہر نکلتے ہی وہ لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ اسامہ نے پانی کی بوتل نکالی تو تینوں نے پانی سے منع کر دیا۔ وہ آکسیجن کی کمی کے باعث نڈھال ہو گئے تھے۔۔۔ صحن میں آنے کے بعد ان کی طبیعت میں کافی بہتری آگئی تھی۔ اسامہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔

عمارہ نے تھکی تھکی آنکھوں سے اسامہ کی طرف دیکھا ''تم کچھ دیر اور تہہ خانے میں نہ آتے تو اپنے دوستوں کی لاشیں تمہیں ملتیں۔''

اسامہ نے عمارہ کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا ''ایسا کبھی نہ ہو۔۔۔''

پھر وہ عمارہ کے پاس سے اٹھ کر ساحل اور عارفین کے پاس بیٹھ گیا ''اب بہتر محسوس کر رہے ہو؟''

ساحل نے لمبا سانس کھینچا ''ہاں۔۔۔اب کافی بہتر ہوں۔''

اسامہ نے عارفین کے بال سہلائے ''اور تم۔''

عارفین نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ٹھیک ہوں۔''

عمارہ کافی نڈھال لگ رہی تھی۔ ''مجھے تھوڑی دیر کے لیے ریسٹ ہاؤس سے باہر لے جاؤ۔''

عمارہ نے اسامہ سے کہا تو اسامہ اس کے قریب بیٹھ گیا ''ابھی تم ٹھیک طرح سے چل نہیں سکتی تھوڑی دیر کے بعد چلتے ہیں۔''

عمارہ نے اپنائیت سے اسامہ کی طرف دیکھا ''پلیز۔۔۔''

اسامہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے عمارہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ عمارہ اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی تو ہو گئی مگر چلتے ہوئے اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔

اسامہ نے سہارا دیا اور ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا ''میں تم لوگوں کو بھی ابھی لے جاتا ہوں۔''

ساحل اور عارفین دونوں کھڑے ہو گئے ''آپ عمارہ کو لے کر جائیں ہم دونوں چل سکتے ہیں ہم خود آجائیں گے۔''

یہ کہہ کر وہ دونوں بھی اسامہ کے ساتھ چلنے لگے۔

کچھ دور جا کر اسامہ اور عمارہ گھاس پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے ارد گرد دیکھا تو اس خوشگوار قدرتی ماحل سے ایک عجیب سی تسکین کا احساس ہوا۔ ان کے آس پاس اخروٹ اور چیڑ کے گھنے درخت تھے۔ زمین پر کچھ خودرو جھاڑیاں تھیں جن پر جامنی رنگ کے خوبصورت پھول اس قدر زیادہ تھے کہ اس نے پوری زمین کو ہی جامنی رنگ میں رنگ دیا تھا۔

اسی دوران عارفین کی آواز عمارہ کی سماعت سے ٹکرائی ''واؤ۔۔۔ کتنی خوبصورت تتلیاں ہیں۔ یہ تو خودرو جھاڑیوں کے پھولوں پر بھی اس طرح بیٹھی ہیں جیسے گلاب پر بیٹھی ہوں۔''

اسامہ اور عمارہ نے ایک ساتھ ان پھولوں کی طرف دیکھا۔

دلفریب رنگوں کے پروں والی خوبصورت تتلیاں جامنی پھولوں پر منڈلا رہی تھیں۔ دھیرے دھیرے تتلیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اسامہ برقی سرعت سے اٹھا اس نے بیگ سے ایک چاک اور چھوٹی سی کتاب نکالی۔

'جلدی سے دائرہ کھینچو۔'' اس نے عمارہ کو چاک دیتے ہوئے کہا اور خود کتاب سے اونچی آواز میں خاص آیات پڑھنے لگا۔

وہ آیتیں پڑھتا رہا اور عمارہ دائرہ کھینچتی رہی۔ دائرہ مکمل ہو گیا تو اسامہ نے پڑھنا چھوڑ دیا۔

وہ سب دائرے میں ایک دوسرے کے قریب ہو کے بیٹھ گئے اسامہ نے ایک نظر سب کو دیکھا ''ہم اس دائرے میں محفوظ ہیں جو بھی دائرے سے نکلا وہ ہمزاد کا شکار بن جائے گا۔''

''لیکن مجھے تو آس پاس ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا۔'' عارفین نے حیرت سے اردگرد دیکھا تو اسامہ نے اپنے لبوں پر انگشت رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اسی انگلی سے تتلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

اسامہ سمیت ان تینوں کی نظریں ان تتلیوں کی طرف مرکوز ہوگئیں۔ تتلیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ جامنی پھول بالکل چھپ گئے۔

ان تتلیوں میں سے ایک تتلی نکل کر ہوا میں ادھر ادھر اڑنے لگی پھر وہ چیڑ کے درخت کے پاس جا کے جیسے ہوا میں معلق ہوگئی۔ اس کے پروں کی حرکت رک گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ تتلی وشاء کے سراپا وجود میں تبدیل ہوگئی۔ وشاء کا لباس اسی طرح کا تھا جس طرح کے رنگ اس تتلی کے پروں میں تھے۔ وہ اس ملٹی کلر کے گاؤن میں بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی مگر اس کی خوبصورت آنکھوں میں بغاوت تھی۔ چہرے پر کھچاؤ تھا۔ پیشانی پر شکنیں تھیں۔

وہ دائرے کے گرد بے چینی سے ٹہلنے لگی اور پھر اخروٹ کے درخت کے قریب کھڑی ہوگئی۔ وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی جیسے اس کے اندر کوئی الاؤ سلگ رہا ہو۔ وہ شرابور نگاہوں سے ان چاروں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چند سیکنڈز کے بعد اس کے قریب سفید ہیولا نمودار ہوا جو حوریہ کے وجود میں ڈھل ہوگیا۔

دائرے میں ان چاروں نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام لیے اور متوحش نظروں سے ان خوبصورت بلاؤں کو دیکھنے لگے جو ان چاروں کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

حوریہ نے سفید فراک پہن رکھا تھا۔ اس کے لمبے بال بے جان اور خشک تھے۔ چہرے میں زندگی کی رمق نہیں تھی جلد خشک۔۔۔ آنکھیں سرد اور پتھرائی ہوئی گویا کہ وہ کسی مردے جیسی ہی تھی۔
اچانک کسی عورت کے رونے اور سسکیاں لینے کی آواز سنائی دینے لگی غالباً یہ آوازیں اس پہاڑ کے پیچھے سے آرہی تھی جس کے خوبصورت سبزے سے بھرے دامن میں وہ سب کھڑے تھے۔ آواز قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ دلسوز آواز کسی ادھیڑ عمر عورت کی لگ رہی تھی جو اس قدر بے حال تھی کہ جیسے اس میں رونے کی سکت بھی نہ رہی ہو۔

اسامہ اور اس کے ساتھی ایک دوسرے کی طرف تذبذب سی کیفیت میں دیکھ رہے تھے۔ یہ درد میں ڈوبی آواز ان کے دل دہلا رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد پہاڑ کے پیچھے سے ایک نوجوان نکلا جس نے پینٹ شرٹ کے ساتھ لانگ کوٹ پہنا ہوا تھا لانگ کوٹ کے ساتھ جڑی ہوئی ٹوپی اس نے سر پر ڈال رکھی تھی جس نے اس کا چہرہ اس طرح ڈھانپا ہوا تھا کہ اس کی آدھی ناک اور ہونٹ نظر آرہے تھے۔ اس نے وہی لباس زیب تن کیا ہوا تھا جو زرغام نے مرتے وقت پہنا ہوا تھا۔

پھر جو نظارہ ان کی آنکھوں نے دیکھا ان چاروں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ جوان عمارہ کی والدہ رابعہ کو بازوؤں میں پکڑے پتھروں پر گھسیٹتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ رابعہ نیم بیہوشی کی حالت میں سسکیاں لے رہی تھی۔ اس کے جسم سے جگہ جگہ خون رس رہا تھا۔

عمارہ چیختی چلاتی دائرے سے باہر بھاگنے لگی تو اسامہ نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں جکڑلیا ''پاگل ہوگئی ہو یہ سب نظر کا دھوکہ ہے وہ شخص زرغام ہے اور وہ سب مل کر ڈرامہ رچا رہے ہیں ہمیں دائرے سے باہر نکالنے کے لیے۔۔۔'' عمارہ اسامہ کے بازوؤں پر مکے مارنے لگی۔

'تم مجھے چھوڑدو۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتی مجھے اپنی ماں کے پاس جانا ہے۔ میری ماں موت کے دہانے کھڑی ہے اور تم مجھے روک رہے ہو۔''

''ہوش سے کام لو۔۔۔'' اسامہ نے عمارہ پر اپنی گرفت اور مضبوط کرلی۔

ساحل اور عارفین بھی یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے تھے ساحل نے طیش بھری نظروں سے اسامہ کی طرف دیکھا۔ ''پاگل عمارہ نہیں بلکہ تم ہو گئے ہو وہ لوگ آنٹی کو جان سے ماردیں گے اور یہ ہولناک منظر ہم یہاں کھڑے نہیں دیکھ سکتے۔''

''اگر تم لوگوں کو میری بات پر یقین نہیں ہے تو میں دائرے سے باہر نکلوں گا۔ تم تینوں ادھر ہی رہو گئے دائرے میں'' اسامہ نے ساحل کو سمجھایا۔

عمارہ اسامہ کی گرفت میں اونچی اونچی آواز میں رو رہی تھی مگر وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑا نہ پا رہی تھی۔

وہ پراسرار نوجوان رابعہ کو گھسیٹتا حوریہ اور وشاء کے قریب لے آیا۔

رابعہ درد سے کراہ رہی تھی اور وہ دونوں اس کے درد سے لطف اندوز ہو رہی تھیں ان کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ بکھرئی وہء تھی۔

''مضبوط اعصاب کے مالک ہے جو ابھی تک زندہ ہے ورنہ جس بیدردی سے تم اسے گھسیٹتے ہوئے لا رہے ہو۔۔۔اسے تو ابھی تک مر جانا چاہیئے تھا۔۔۔حوریہ نے اپنی سرد آنکھوں سے رابعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس کے قریب بیٹھ گئ۔

اس نے اپنا ہاتھ رابعہ کی گردن کی طرف بڑھایا اور پھر پیچھے کھینچ لیا ''نہیں اسے اتنی آسان موت نہیں دینی چاہیئے ہمیں تو لاش ٹکروں میں چاہیئے۔''

پراسرار نوجوان خفیف سا مسکرایا اور اس نے سامنے پہاڑ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ چند ہی ساعتوں میں پہاڑ کے پیچھے سے بہت سے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر تھوڑی ہی دیر میں بھیڑیا نما خوفناک کتے پہاڑ سے نیچے اترنے لگے۔ وہ تعداد میں سات تھے۔

وہ بھونکتے ہوئے حملے ے انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ عمارہ نے دیکھا کہ وہ خونخوار کتے اس کی ماں کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس نے اپنا پاؤں زور سے اسامہ کی ٹانگ پر مارا اسامہ نے ایک جھٹکا لیا مگر اس نے عمارہ کو نہیں چھوڑا۔

وشاء، حوریہ اور وہ نوجوان مسلسل مسکرا رہے تھے۔ وہ رابعہ کی موت کا تماشا دیکھنے کے لیے بے چین بھی تھے۔

کتے رابعہ کے قریب آ چکے تھے۔ رابعہ خونخوار کتوں کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کے اپنے زخمی وجود کو گھسیٹتی ہوئی خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی اس کے جسم سے خون رس کر زمین کو رنگ رہا تھا۔

خود کو اسامہ کی گرفت سے چھڑانے کی جب سب کوششیں ناکام ہو گئیں تو عمارہ نے اس کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔

اسامہ نے اپنا ہاتھ جھٹکا تو وہ اس کی گرفتار سے نکل گئی۔

"عمارہ۔۔۔" اسامہ نے اسے روکنا چاہا مگر وہ دائرے سے باہر نکل گئی۔

اسامہ بھی اسکے پیچھے دائرے سے باہر آگیا۔ عمارہ اپنی زخمی ماں کی طرف لپکی مگر جونہی اس نے اپنی ماں کو چھوا وہ سیاہ دھویں میں تبدیل ہو کے فواد کا روپ دھار گئی۔

عمارہ نے پتھرائی آنکھوں سے شکاری کتوں کی طرف دیکھا تو وہ کتے ہوائی وجود کی طرح غائب ہو گئے عمارہ چیخ کر اسامہ کے شانے سے جا لگی۔

پراسرار نوجوان نے اپنے سر سے ٹوپی پیچھے کی اور خود کو بے نقاب کر دیا۔ وہ زرغام ہی تھا۔ ساحل اور عارفین بھی دائرے سے باہر آ چکے تھے اور دائرہ بھی مٹ چکا تھا۔

اسامہ اور عمارہ آگے کھڑے تھے اور ساحل اور عارفین ان کے پیچھے کھڑے تھے۔ ساحل اور عارفین کو یقین ہو گیا تھا کہ اب وہ زندہ نہیں بچیں گے مگر پھر بھی ان کے حوصلے پختہ تھے۔ موت کو اس قدر قریب پا کے بھی ان کے چہروں پر ڈر کے تاثرات نہیں تھے کیونکہ وہ ذہنی طور پر اس چیز کے لیے تیار تھے

زرغام مسکراتا ہوا ان کے قریب آیا۔

''تم چاروں ہم سے مقابلہ کرنے آئے تھے تم چاروں کو تو ہم چیونٹیوں کی طرح مسل سکتے ہیں لیکن تم چاروں سے ہماری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ ایک سودا کر لو ہم تم چاروں کی جان بخش دیں گے۔ تم خیام کو ہمارے حوالے کر دو۔''

''ہم خیام کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔'' اسامہ اور عمارہ نے جواب دیا۔

زرغام نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ''تم چاروں مجھے بیوقوف سمجھتے ہو۔ تم چاروں کو یہاں تک لانے والا کون ہے؟ تم چاروں ہم تک کیسے پہنچ گئے؟''

''اس ریسٹ ہاؤس میں کالے جادو کا عمل کیسے ہوا؟ یہ سب بتانے والا خیام ہے۔'' یہ کہہ کر زرغام اسامہ کے قریب آیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ طیش میں جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔

''اس وقت وہ اس کے وجود میں نہیں ہے'' پھر ادھر ادھر دیکھ کر چلانے لگا ''خیام! ہمارے سامنے آؤ۔۔۔''

اسامہ نے بہت ہوشیاری سے اپنے بیگ سے ایک کپڑے کی پوٹلی نکال لی۔ جس میں ایک کافور کی ڈلی کے ساتھ چکنی مٹی کے چار چھوٹے چھوٹے گولے تھے جن پر خاص عمل کیا گیا تھا اور ان پر زرغام، وشاء، حوریہ اور فواد کے ناموں کے ہندسے کندہ تھے۔

جس پہاڑ کے دامن میں وہ سب کھڑے تھے۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹی سی آبشار بہہ رہی تھی جو نیچے گر کے چشمے کی صورت اختیار کر رہی تھی۔

اس نے احتیاط سے وہ پوٹلی عمارہ کے ہاتھ میں تھما دی اور سرگوشی کے انداز میں کہا ''اسے چشمے کی طرف اچھال دو۔''

عمارہ نے فوراً وہ پوٹلی چشمے کی طرف اچھال دی۔ جونہی وہ پوٹلی پانی میں گری وہ سارے ہمزاد غائب ہو گئے۔

اسامہ نے عمارہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے عارفین اور ساحل کی طرف دیکھا۔ ''نکلو یہاں سے۔۔۔''

ساحل اور عارفین اسامہ کے پیچھے بھاگنے لگے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ اسامہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ پہاڑوں کے کٹاؤ دار حصوں پر قدم رکھتے ہوئے پہاڑوں کے نشیب و فراز سے گزر رہے تھے۔

اسامہ اور عمارہ کوئی بات کیے بغیر بس بھاگ رہے تھے کہاں جانا چاہتے تھے ساحل اور عارفین کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ ساحل نے اسامہ کو پکارا۔ ”کہاں بھاگے جارہے ہو۔ اگر زرغام پھر ہمارے سامنے آگیا۔۔۔ تو ہمیں کوئی قریبی جگہ دیکھ کے چھپ جانا چاہیئے۔“ اسامہ نے بھاگتے بھاگتے ہی اونچی آواز میں کہا ”قریبی نہیں محفوظ جگہ پر۔۔۔ جواب قریب ہی ہے۔“ کافی نیچے اترنے کے بعد اسامہ ایک پہاڑ کے قریب کھڑا تھا۔ اس پہاڑ میں ایک غار دکھائی دے رہی تی۔

”میرا خیال ہے کہ یہی جگہ مناسب ہے۔“ اسامہ نے ساحل سے کہا اور پھر سب نے اپنی اپنی ٹارچیں آن کرلیں اور اس غار میں داخل ہوگئے۔ غار کافی گہری کھلی تھی وہ سب مناسب سی جگہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔

’ہم کس طرح چین سے بیٹھ سکتے ہیں وہ بدروحیں کسی بھی وقت ہمارے سامنے آسکتی ہیں۔“ عمارہ نے گھبراہٹ میں کہا۔

اسامہ نے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا ”اطمینان رکھو۔۔۔ جب تک وہ مٹی گولے پانی میں گھل نہیں جاتے وہ ہمزاد ہمارے سامنے نہیں آسکتے ہم ان کی گرفت سے آزاد ہیں مگر ہمیں اس دوران اپنے بچاؤ کا اگلا بندوبست کرنا ہوگا کیونکہ مٹی کو گھلنے میں زیادہ وتق نہیں لگے گا۔“ ساحل اور عارفین اسامہ کے قریب ہوگئے ”ہمیں بتاؤ کیا کرنا ہے۔۔۔“ ”فی الحال تم کچھ لکڑیاں جمع کرکے آگے لگاؤ۔ میں کہیں سے چکنی مٹی ڈھونڈتا ہوں ہمیں مٹی کی گولیاں اور بنانی ہوں گی۔“

اسامہ کی بات سن کے عمارہ نے کہا ''میں تمہارے ساتھ چکنی مٹی ڈھونڈتی ہوں۔''

ساحل اور عارفین غار سے باہر جا کر کے لکڑیاں اکٹھی کرنے لگے۔ اسامہ اور عمارہ فوری اٹھ کے چکنی مٹی ڈھونڈنے لگے۔ وہ دونوں غار سے باہر چلے گئے۔ انہیں جلد ہی چکنی مٹی مل گئی۔

وہ چکنی مٹی لے کر غار میں آ گئے۔ اسامہ نے ایک بڑا سا چپٹا پتھر لیا اور اس کے اوپر مٹی رکھ دی۔ عمارہ نے بیگ سے پانی کی بوتل نکالی اور اسامہ کے ہاتھ میں تھما دی۔ اسامہ نے مٹی میں پانی ڈال کر مٹی کو گوندھنا شروع کر دیا۔ جب مٹی تھوڑی سی گندھ گئی تو اسنے کوئی خاص عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ عمل پڑھتا جاتا اور گوندھی ہوئی مٹی میں پھونک مار کے اسے پھر گوندھنا شروع کر دیتا اس نے تین دفعہ مٹی کو گوندھا اور تین بار عمل پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور پھر اسنے اس مٹی کی چھوٹی چھوٹی سی بارہ گیندیں سی بنا لیں۔

عمارہ حیرت سے اسامہ کی طرف دیکھ رہی تھی کہ ایک ریٹائرڈ میجر یہ سب کیسے جانتا ہے۔ ساحل اور عارفین نے لکڑکیاں اکٹھی کر کے آگ لگا دی۔

اسامہ نے مٹی کی وہ گولیاں آگ میں جھونک دیں اور ایک لکڑی کی چھڑی سے انہیں الٹ پلٹ کرنے لگا۔

سردی بھی بہت شدید تھی۔ وہ سارے آگ کے گرد بیٹھ گئے۔

''اسامہ! اب ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔۔۔'' ساحل نے پوچھا۔

''اب آگے ہمیں جو کرنا ہے یہ حالات پر منحصر ہے۔ ہمیں خود کو بھی بچانا ہے اور انہیں بھی ختم کرنا ہے۔'' عمارہ اور عارفین بھی اسامہ کی بات توجہ سے سن رہے تھے۔ عمارہ نے فوراً کہا۔

''اسامہ! ہم صرف مرنے کے لیے ان کے سامنے نہیں جا سکتے۔ ہمارے پاس کوئی پلان ہونا چاہیے۔''

''میں ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میری معلومات بس یہیں تک تھی میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں حالات بتائیں گے کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔ ہمارا پلان ہے ایسے ہی تو ہم اتنی بڑی جنگ لڑنے کے لیے نہیں آئے۔'' اسامہ نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

''کیا پلان ہے ہمیں ابھی بتا دو نہ جانے دوبارہ ہم اس طرح مل کر بیٹھ سکیں یا نہ بیٹھ سکیں۔'' ساحل نے پوچھا۔

اسامہ نے انہیں تھوڑا قریب ہونے کے لیے کہا اور پھر انہیں اپنا پلان بتانے لگا۔

’ہمیں وقت ضائع کیے بغیر ریسٹ ہاؤس جانا چاہیئے۔۔۔‘‘ ساحل نے کہا۔

’’ہاں۔۔۔ ہم نے اپنے بچاؤ کا بندوبست کرلیا ہے اب ہمیں چلنا چاہیئے۔۔۔‘‘ اسامہ نے کپڑے کی پوٹلی اپنے بیگ میں رکھتے ہوئے کہا اور پھر عمارہ اور عارفین بھی کھڑے ہو گئے۔

عمارہ اپنا بیگ اٹھا کے اسامہ کی طرف بڑھی ’’تمہیں اپنے بیگ سے پوٹلی نکالنے میں دقت ہوتی ہے تم یہ پوٹلی مجھے دے دو میں اپنے بیگ میں رکھ لیتی ہوں۔‘‘

’’ہاں یہ بھی ٹھیک ہے‘‘ اسامہ نے پوٹلی عمارہ کے بیگ میں ڈال دی۔ اور اس کے شانے پہ دھیرے سے ہاتھ رکھا۔

’’بہت احتیاط کی ضرورت ہے ہم اسوقت ان کے ٹارگٹ پر ہیں۔ کوئی بھی غفلت نہیں ہونی چاہیئے۔‘‘

عمارہ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر گویا ہوئی ''میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے اس جگہ سے تلاش شروع کرنی چاہیئے جہاں ہمیں زرغام نے قید کیا تھا اس تہہ خانہ کا دروازہ کھلا رہے گا تو آکسیجن کا مسئلہ نہیں ہوگا۔''

عمارہ کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی عارفین بے تکان بولا ''اور اگر کسی تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا تو وہ تہہ خانہ ہماری مشترکہ قبر بن جائے گا۔''

ساحل تپ کر بولا ''کبھی تو منہ سے اچھی بات نکال دیا کر'' پھر وہ اسامہ سے مخاطب ہوا۔

''میرا خیال ہے کہ عمارہ ٹھیک کہہ رہی ہے وہ جگہ بالکل کسی لیب جیسی ہے۔ ہو سکتا ہے ہمیں وہاں سے کچھ مل جائے۔ میں تہہ خانے کے دروازے کے پاس ہی بیٹھوں گا جونہی خطرہ محسوس کروں گا آپ لوگوں کو آگاہ کر دوں گا۔''

''ٹھیک ہے پھر پہلے ادھر ہی جاتے ہیں'' اسامہ نے کہا اور وہ سب وہاں سے نکل کر ریسٹ ہاؤس کی طرف بڑھے۔ وہ ریسٹ ہاؤس سے زیادہ فاصلے پر نہ تھے اس لیے جلدی ہی ریسٹ ہاؤس پہنچ گئے۔

ریسٹ ہاؤس میں داخل ہوتے ہی عجیب طرح کی دہشت ان کی رگوں میں سرائیت کر گئی تھی کیونکہ اب انہیں ایک پل کا بھروسا بھی نہ تھا کہ کب ہمزاد ان پر حملہ کر دیں۔

وہ ہال نما کمرے سے گزرتے ہوئے صحن کی طرف بڑھے وہ تیز تیز قدموں سے تہہ خانے کے دروازے کے قریب آئے۔ تہہ خانہ کا دروازہ بند تھا۔
ساحل نے آگے بڑھ کر تہہ خانہ کے دروازے کے کلپ کو دائیں طرف دھکیلا تو وہ دروازہ کھل کر سرکتا ہوا ایک فریم میں داخل ہو گیا۔

ساحل دروازے کے قریب ہی بیٹھا رہا اور اسامہ، عمارہ اور عارفین سیڑھیوں کے زینے سے نیچے اتر گئے۔

نیچے وہی گھٹن اور بدبودار ماحول تھا۔ مگر ان کی مجبوری تھی۔ وہ خود پر قابو رکھتے ہوئے سارے ٹیبلز کے درازوں کی تلاشی لینے لگے۔ یہاں بہت گندگی اور غلاظت تھی انہوں نے اپنے ناک پر رومال رکھے ہوئے تھے۔

یہ جگہ بالکل کسی پراسرار لیبارٹری جیسی تھی۔ لمبے لمبے ٹیبلز پر بڑے بڑے اسٹینڈ تھے۔ جن میں شیشے کے چھوٹے اور بڑے دونوں طرح کے جار پڑے تھے۔ ان جاروں میں چھوٹے چھوٹے اسٹفڈ تھے اور کئی جانوروں کے جسم کے نازک حصے لیکوڈ میں بھگو کر رکھے گئے تھے۔ سیہہ، الو اور سانپ کے

جسم کے مختلف حصے کاٹ کر زمین پر ایسے ہی پھینکے ہوئے تھے جیسے وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ تینوں تہہ خانہ کے مختلف حصوں میں بکھر گئے۔

عارفین ٹیبلز کی چیزیں چیک کر رہا تھا اور اسامہ تہہ خانہ کی دوسری چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ عمارہ کو ایک کتابوں کی الماری نظر آ رہی تھی اور وہ اس میں وہ خاص کتاب ڈھونڈ رہی تھی جس سے انہیں کچھ مدد مل سکے۔

''عمارہ جلدی کرو۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' اسامہ نے کہا۔

اسے کوئی خاص چیز نظر نہیں آ رہی تھی پھر اچانک اسکی توجہ تہہ خانہ کی ایک دیوار پر مرکوز ہو گئی۔ وہاں اسے کچھ چمکتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اس کے قریب گیا تو وہ کوئی لاک تھا جسے کسی خاص نمبر سے گھمایا جا سکتا تھا۔

اسے یقین ہو گیا کہ اسے گھمانے سے یہ دیوار کسی دروازے کی طرح کھل جاتی ہو گی وہ مختلف نمبروں سے وہ لاک گھمانے لگا۔

عمارہ کو اپنے مطلوبہ موضوع کے مطابق چار کتابیں مل گئیں۔ وہ یکے بعد دیگرے ان کتابوں کی فہرست پڑھنے لگی اسے تین کتابوں سے ایسا کچھ نہیں ملا جو ان کے کام آ سکے۔ ایک آخری کتاب ''تسخیر ہمزاد'' اب اس کے ہاتھ میں تھی۔

اس نے اس کتاب کی فہرست پڑھی۔ کافی لمبی فہرست پڑھنے کے بعد ایک ٹوپک پر اس کی نگلی رک گئی اور وہ ٹوپک تھا ''ہمزاد کو برباد کرنے کا عمل'' اس نے صفحہ نمبر پڑھا اور وہ صفحہ ڈھونڈنے لگی۔ اسے جلد ہی صفحہ مل گیا پھر وہ پڑھنے لگی۔ اسامہ نے عمارہ کو پکارا ''جلدی کرو۔۔۔ عمارہ اور پھر اس نے عارفین سے پوچھا ''تمہیں کچھ ملا۔''

''نہیں مجھے تو کچھ نہیں ملا۔ تم اس دیوار کے ساتھ کیا کر رہے تھے۔'' عارفین نے پوچھا۔

اسامہ نے تذبذب سی کیفیت میں سر کو ہلایا ''مجھے اس دیوار میں ایک لاک نظر آیا ہے مگر نمبر نہ معلوم ہونے کی وجہ سے کافی کوشش کے باوجود وہ لاک نہیں کھلا۔''

''یقیناً اس دیوار کے پیچھے کوئی بڑا راز چھپا ہے۔ میں بھی کوشش کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر عارفین اسامہ کے ساتھ اس دیوار کی طرف بڑھا تو ساتھ ہی ساحل اونچی آواز میں چلایا ''جلدی تم سب باہر آ جاؤ۔ مجھے عجیب طرح کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔''

یہ سنتے ہی عمارہ نے کتاب اپنے بیگ میں ڈالی اور سیڑھیوں کی طرف دوڑی اسامہ اور عارفین بھی سیڑھی کے قریب آ گئے۔ وہ تینوں سیڑھی چڑھتے ہوئے تہہ خانے سے باہر آ گئے۔ ساحل نے تہہ خانے کا دروازہ پہلے کی طرح بند کر دیا۔ وہ چاروں اخروٹ کے درخت کے پیچھے چھپ گئے۔ یہ آواز بہت عجیب تھی جیسے کوئی لڑکی سسک سسک کے رو رہی تھی۔

عمارہ نے اسامہ کی طرف دیکھا اور ہمدردانہ لہجہ میں بولی ''لگتا ہے کوئی لڑکی بہت اذیت میں ہے۔''

''یہ زرغام کی کوئی چال ہو سکتی ہے۔'' اسامہ نے کہا۔

آواز پہلے سے زیادہ اونچی ہو گئی اس بار وہ درد سے چیخ رہی تھی۔

''ہم بغیر سوچے سمجھے اس کے قریب نہیں جائیں گے مگر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔'' ساحل نے کہا

''ٹھیک ہے پھر ہم سب ایک ساتھ ہی جائیں گے۔'' اسامہ نے کہا اور پھر وہ سب ایک ساتھ اس آواز کی سمت کی جانب بڑھنے لگے۔ وہ سب ہال نما کمرے میں داخل ہوئے۔ آواز بائیں جانب کے

کمرے (بیڈروم) سے آرہی تھی۔ وہ دھیرے دیرے قدم رکھتے ہوئے بیڈروم کے دروازے کے قریب آ گئے۔

اسامہ نے انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر بیڈروم کا دروازہ کھولا سب کے دل دہل کر رہ گئے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وہ لڑکی کمرے کے ایک کونے میں لوہے کی زنجیروں میں جکڑی بے بسی کی حالت میں سسک رہی تھی وہ وینا تھی۔ اس کی کلائیوں اور پیروں سے (جہاں جہاں زنجیریں تھیں) خون رس رہا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو عارفین کی حالت ایسی ہوگئی جیسے اس میں زندگی کی رمق نہ رہی ہو۔ وہ دیوانہ وار اس لڑکی کی طرف دوڑا تو ساحل اور عمارہ نے اسے پکڑلیا۔

"کیا کررہے ہو عارفین! تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح عمارہ کی ماں کی موت کا ڈرامہ انہوں نے ہمارے سامنے پیش کیا۔ ہم نے طے کیا تھا نہ کہ ہم سوچے سمجھے بغیر آگے نہیں بڑھیں گے۔" اسامہ عارفین کو سمجھانے کی کوشش کررہا تھا مگر عارفین کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس نے اسامہ کی طرف دیکھا۔ "ایسا منظر دیکھنے کے بعد سوچنے سمجھنے کی صلاحیت معدوم ہوجاتی ہے۔"

آپ لوگ ادھر ہی رہیں مگر پلیز مجھے جانے دیں۔" ساحل نے اس کے بازوؤں کو زور سے جھٹکا دیا۔

"خود بھی مروگے اور ہمیں بھی مرواؤ گے۔"

وینا نے اپنی بھیگی آنکھوں سے عارفین کی طرف دیکھا اور پرامید انداز میں مسکرائی۔ ''عارفین تم آ گئے ہو۔۔۔ دیکھو فواد نے میرا کیا حال کیا ہے۔ اگر تم اب بھی نہ آتے تو تمہیں میری لاش ملتی۔''

عارفین جذبات کی رو میں بہتا ہوا اپنے دماغ کے احکامات سے غافل ہو گیا اس نے عمارہ اور ساحل سے خود کو چھڑایا اور بھاگ کر وینا کے پاس چلا گیا۔

''عارفین اسے چھونا مت'' اسامہ چلایا مگر وہ کسی کی کب سن رہا تھا وہ تو اپنے دل کا غلام تھا اس نے اس کا ہاتھ تھاما۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے برف پر ہاتھ رکھ دیا ہو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک ہی ساعت میں وہ لڑکی حوریہ کا روپ دھار گئی۔ ساتھ ہی وہ زنجیریں بھی غائب ہو گئیں۔ حوریہ کا روپ ہوائی تھا اسلیے عارفین کا ہاتھ خالی تھا۔

اسامہ، ساحل اور عمارہ بھی عارفین کے قریب آ گئے تھے۔ حوریہ سفید چولہ پہنے اپنے بھیانک روپ میں ان کے سامنے کھڑی تھی۔

اس کے سلیٹی مائل چہرے پر جیسے فخر سا آ گیا اس نے استہزائیہ انداز میں ان چاروں کو دیکھا ''تم کمزور جسموں والے، ہر بار زندگی اور موت کے اس کھیل میں مزا آنے لگا ہے جس محبت کے نام پر تم ہر

دفعہ پھنس جاتے ہو نا وہی تم انسانوں کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اس جذبے کو دل سے نکال پھینکو تو تم میں کئی وجدانی قوتیں جاگ جائیں گی۔"

اسامہ نے اونچی آواز میں کہا "ہم شیطان نہیں ہیں جو تمہاری طرح زندگی کا قاعدہ الٹا پڑھیں۔ ہم تو اس جذبے کے لیے جیتے ہیں اور اس کے لیے مر جاتے ہیں۔"

"اچھا ابھی تو اپنے ایک دوست کی موت کا نظارہ دیکھو۔" حوریہ نے یہ کہہ کر اپنے ایک انچ لمبے ناخنوں والے ہاتھ سے عارفین کی طرف اشارہ کیا۔ عارفین کو دھچکا سا لگا اور اس کے قدم زمین سے اوپر اٹھ گئے۔ حوریہ نے اپنے ہاتھ کو تھوڑا بلند کیا تو عارفین اوپر اڑتا ہوا چھت کے قریب پہنچ گیا۔ عمارہ کی چیخیں نکل گئیں۔ حوریہ نے اپنے ہاتھ کی حرکت کو وہیں روک لیا اور عارفین ہوا میں معلق چیخنے لگا۔

اسامہ کی آنکھوں کی پتلیاں نیلی ہو گئیں۔ اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدل گئے اور اس کی آواز بھی تبدیل ہو گئی۔ اس کے جسم میں چھپی ماورائی طاقت سامنے آ گئی۔ وہ گرجدار آواز میں چلایا "حوریہ! عارفین کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔" حوریہ کے چہرے پر ایک بار پھر شیطانی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''اوہ خیام۔۔۔ تو تم اس کے جسم میں چھپے ہو۔ تمہارا دوست تو اب نہیں بچ سکتا اگر اس کو چھوڑتی ہوں تو بھی اس نے مرنا ہی ہے۔'' اسامہ نے عارفین کی طرف دیکھا جس کی زندگی واقعی موت کے دہانے پر تھی۔

اسامہ کے جسم سے ایک شعاع نکلی جو عارفین کی طرف بڑھی اس کے بعد عارفین کا جسم آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔

حوریہ کو نظر آ رہا تھا کہ عارفین کو خیام ہی بچا رہا ہے جو اسامہ کے جسم میں اب موجود نہیں ہے۔ حوریہ نے فوراً اسامہ کی طرف ہاتھ سے دھکے کا اشارہ کیا تو اسامہ کا وجود اچھل کر دیوار سے بجا اور پھر حوریہ نے اسے زمین پر پٹخ دیا۔ اسامہ کے حلق سے کرب آمیز چیخیں نکلیں۔

عمارہ نے اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔ اسامہ کے جسم کی ہڈیاں بری طرح چٹخ گئی تھیں مگر عارفین کے جسم پر خراش تک نہ آئی تھی۔ روشنی کی پراسرار شعاع حوریہ کی طرف بڑھی اور خیام کے روپ میں تبدیل ہو گئی۔

ساحل اور عارفین نے مل کر اسامہ کو اٹھایا۔ عمارہ نے اسامہ کا بیگ اٹھایا اور وہ سب کمرے سے باہر نکل گئے۔

ساحل اور عارفین نے اسامہ کو صحن میں لٹایا۔ عمارہ نے برقی سرعت سے اپنے بیگ سے مٹی کے پیڑوں کی پوٹلی نکالی اور اکیلی ہی بھاگتی ہوئی ریسٹ ہاؤس سے باہر چلی گئی۔ اس نے بہت پھرتی سے پوٹلی کو آبشار کی طرف اچھال دیا۔ جونہی پوٹلی پانی میں گری۔ عمارہ نے سکھ کا لمبا سانس کھینچا اور پھر واپس دوڑتی اسامہ کے پاس آگئی۔ ''اب ہم خطرے سے باہر ہیں وہ پوٹلی پھینک آئی ہوں۔''

اسامہ نے عمارہ کا ہاتھ تھاما اور تھکے تھکے لہجے میں بولا ''بس یہ ہمارے پاس آخری موقع ہے۔'' عمارہ نے مسکراتے ہوئے اسامہ کے بالوں کو سہلایا۔

''فکر نہ کرو مجھے وہ عمل مل گیا ہے جس سے ہمزاد کو برباد کیا جا سکتا ہے۔ بس یہ پتہ چل جائے کہ ان چار ہمزاد کی قبریں کہاں ہیں۔''

''جو۔۔۔ جو نیچے دیوار پہ لاک ہے یعنی تہہ خانہ میں مجھے یقین ہے ان کی قبریں اس دیوار کے پیچھے ہوں گے۔'' اسامہ بمشکل بولا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ قبریں ریسٹ ہاؤس سے باہر ہوں اور ہم یونہی لاک کھولنے کے چکر میں اپنا وقت برباد کرلیں۔'' عارفین نے اپنی رائے دی۔

''پہلے تہہ خانے میں ڈھونڈ لیتے ہیں پھر باہر دیکھیں گے۔۔۔شاید یہ ہماری آخری کوشش ہو۔۔۔اگر کامیاب ہو گئے تو ہمزاد ختم ہو جائیں گے اور ہم اگر ناکام ہو گئے تو ہم۔۔۔'' عمارہ نے افسردگی سے کہا۔

ساحل بھی بہت پریشان اور اداس تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ اس نے عمارہ کی طرف دیکھا اور انتہائی شکستہ لہجے میں بولا۔

''پتہ نہیں مرنے سے پہلے بھی اپنوں کی آواز سننا نصیب ہو گی یا نہیں۔ ہم جب سے یہاں آئے ہیں موبائل میں سگنل ہی نہیں ہیں۔ وہ سم بھی ڈال کے دیکھی ہے جو یہاں چلتی ہے پھر بھی سگنل نہیں ہیں۔''

ساحل نے جیسے سب کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا یہ ان سب کا مسئلہ تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ عمارہ نے تہہ خانے کا دروازہ کھولا پھر وہ ساحل سے مخاطب ہوئی ''تم اور عارفین اسامہ کو لے کر نیچے اترو۔ میں بعد میں آتی ہوں۔''

ساحل اور عارفین اسامہ کو لے کر آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگے۔ وہ سیڑھیاں اتر گئے تو عمارہ بھی نیچے اتر آئی۔

وہ سب اس پراسرار دیوار کی طرف بڑھے جہاں لاک لگا ہوا تھا۔ انہوں نے اسامہ کو زمین پر بٹھا دیا۔ ''تہہ خانے کے دروازے کے پاس کسی کو رکنا چاہیئے تھا'' ساحل نے عمارہ سے کہا۔

عمارہ نے قدرے اطمینان سے کہا ''تھوڑی دیر تک ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے کچھ دیر کے بعد عارفین کو بھیج دیں گے ابھی لاک کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' عمارہ لاک کے چھلے کو گھما گھما کے مختلف نمبر ملا ملا کے لاک کھولنے کی کوشش کرتی رہی مگر اس سے لاک نہیں کھلا۔ وہ ناکام ہوگئی تو عارفین اور ساحل کوشش کرنے لگے۔

اسامہ بے چینی سے بار بار تہہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اسے خیام کا خیال آیا تو اس نے آنکھیں بند کر کے خیام کو یاد کیا اور اس کے ساتھ خیال خوانی کی ''خیام! ہماری مدد کرو۔'' پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ساحل اور عارفین بھی نمبر گھما گھما کے لاک کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''یار! یہ ہمارے بس کا کام نہیں ہے۔ ہم اسی چکر میں لگے رہیں گے اور موت ہمیں ایک بار پھر اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔'' عارفین نے جیسے ہار مان لی۔

''نہیں یار! تھوڑی دیر اور کوشش کر لیتے ہیں۔۔۔'' ساحل نے کہا۔

اسی دوران لاک کے گرد روشنی کے چھوٹے چھوٹے سے ستارے ٹمٹمانے لگے۔ ساحل کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے۔ لاک خود بخود گھومنے لگا اور لاک کے نمبر خود بخود ملنے لگے اور پھر ٹک کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا اور دیوار خوبخود بائیں طرف کو تھوڑی سی سرک گئی۔

اتنا راستہ کھل گیا کہ ایک شخص بآسانی گزر سکتا تھا وہی روشنی کے ٹمٹماتے ستارے اسامہ کو اپنے جسم پر چمکتے محسوس ہوئے پھر خیام کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی ''میں تمہارے جسم میں موجود نہیں ہوں مگر تمہارے آس پاس ہی رہوں گا تمہارا پانچواں ساتھی بن کر۔۔۔''
عمارہ کی خوشی سے بھرپور آواز اسامہ کی سماعت سے ٹکرائی۔ ''اسامہ ہمیں راستہ مل گیا ہے۔'' ساحل اور عارفین اسامہ کی طرف بڑھے کہ اسے سہارا دے کر اٹھائیں۔

''تم لوگ مجھے یہیں پڑا رہنے دو۔ میری وجہ سے اپنا وقت برباد مت کرو۔'' اسامہ نے مایوسی سے اپنا سر جھکاتے ہوئے کہا۔ عمارہ نے ساحل اور عارفین کو اسامہ سے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ ''تم دونوں اندر جاؤ میں اسامہ کو لاتی ہوں۔'' عمارہ کا اظہار وفا جیسے اسامہ کی طاقت بن گیا وہ عمارہ کے ساتھ دھیرے دھیرے قدم رکھتا ہوا دیوار سے اندر داخل ہو گیا۔

اسامہ اور عمارہ اس پراسرار جگہ میں داخل ہوئے توان کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے ساحل اور عارفین کی طرف دیکھا جو حیران ساکت و جامد کھڑے تھے۔ یہ پانچ قبروں کا چھوٹا سا قبرستان تھا کچی مٹی کی چار قبریں ایک ہی ترتیب میں تھیں اور ایک قبر ان سے تھوڑے فاصلے پر تھی۔

قبروں پر لکڑی کے کتبے لگے تھے جن پہ ان کے نام لکھے تھے۔ فواد، خیام، حوریہ اور وشاء اور ایک طرف قبر تھیجس کے کتبے پر زرغام کا نام کندہ تھا۔ یہ نام پڑھ کے ان کے دل ایسے ہو گئے جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں بھینچ کر رکھ دیئے ہوں۔

عمارہ بے خود ہو کر پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

اسامہ نے عمارہ کے شانے پر ہاتھ رکھا ''خود کو سنبھالو عمارہ! یہ وقت جذباتی ہونے کا نہیں ہے کچھ کرنے کا ہے۔۔۔''

عمارہ رندھی ہوئی آواز میں بولی ''مجھے توانسانیت کی تذلیل پر رونا آرہا ہے۔ زرغام کو اتنا بھی رحم نہ آیا کہ ان کے والدین کو ان کی میتیں ہی دے دے۔ ان کی میتوں پر رو کر انہیں صبر آجاتا۔''

'عمارہ! تم قدرت کا انصاف نہیں دیکھ رہی۔ ان کی قبروں کے ساتھ زرغام کی قبر بھی ہے۔ اس نے لوگوں سے جینے کا حق چھینا تو رب نے اس سے جینے کا حق چھین لیا۔'' اسامہ نے عمارہ کو سمجھایا۔ اور پھر دیوار سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا اسے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔

عمارہ نے کتاب کا وہ خاص صفحہ نکالا جس میں وہ عمل تھا پھر وہ اسامہ سے مخاطب ہوئی۔

''تم نے بتایا تھا نہ کہ زرغام نے فواد، حوریہ، وشاء اور خیام کی میتوں پر خاص عمل کر کے ان کے ہمزاد تسخیر کیے تھے تو اس کتاب کے مطابق شیطان ہمزاد کو برباد کرنیکا عمل بھی ان لوگوں کی میتوں پر کیا جاتا ہے۔ ہمیں ان چاورں میتوں پر چراغ جلانے ہوں گے۔ دو میتوں کے قریب کھڑے ہو کے اسامہ یہ عمل پڑھے گا اور دو میتوں کے پاس کھڑی ہو کے میں عمل پڑھوں گی اور ساحل اور عارفین اردگرد کے ماحول پر نظر رکھیں گے۔''

پھر عمارہ نے اسامہ کو سارا عمل یاد کرایا۔ یہ کچھ قرآنی آیات تھیں جو بھٹکی ہوئی روحوں کو ان کے اصل مقام تک پہنچانے کے لیے تھیں اور اس شیطان ہمزاد کے خاتمے کے لیے جسے عامل کالے جادو کے ذریعے تسخیر کرتے ہیں۔ بے شک کالے جادو کا توڑ قرآنی آیات سے ہی کیا جاتا ہے۔

اسامہ کی ٹانگوں میں تکلیف زیادہ تھی اس لیے وہ ایک سٹک کی مدد سے کھڑا تھا۔ ساحل اور عارفین دور کھڑے تھے۔ تہہ خانے کا یہ حصہ کسی غار جیسا تھا۔ تہہ خانے کا دروازہ کھلا ہونیکی وجہ سے روشنی نے یہ حصہ بھی روشن کر دیا تھا ورنہ یہاں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جس سے باہر کی روشنی اندر آ سکے۔ اس حصے کی زمین بالکل کچی تھی یہاں پانچ قبروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

پورا ماحول سراسیمگی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ساحل اور عارفین کے دل و دماغ کو ایک عجیب سی دہشت نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ ان کے من میں عجیب اوہام کھٹک رہے تھے۔ قبرستان کا خوفناک سناٹا جیسے اموات کی روداد سنا رہا تھا۔

ساحل اور عارفین کو ہر چیز طلسماتی دکھائی دے رہی تھی ان کی نظر قبروں پر پڑتی تو انہیں یوں لگتا جیسے قبریں بل کھا رہی ہیں مگر وہ اپنے ذہن کو جھٹک کے آیات پڑھنے لگتے۔ اسی طرح کھڑے کھڑے ساحل کو تہہ خانے کے دروازے کا خیال آیا۔

''تم ادھر ہی رکو میں ابھی آتا ہوں۔'' ساحل نے عارفین سے کہا اور پھر تہہ خانے کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

وہ سیڑھی چڑھنے لگا تو اسے ایک دم خیال آیا کہ اس دروازے کو اکھاڑ پھینکے۔ یہ سوچ کر وہ سیڑھی چڑھنے کے بجائے تہہ خانے میں کچھ ڈھونڈنے لگا اسے کلہاڑی نظر آئی اس نے جلدی سے وہ کلہاڑی اٹھائی اور سیڑھی چڑھتا ہوا تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

وہ تہہ خانے سے باہر ریسٹ ہاؤس کے صحن میں آگیا۔ اس نے کلہاڑی سے تہہ خانے کے دروازے کو اکھاڑ پھینکا اور واپس نیچے تہہ خانے میں آگیا۔

وہ عارفین کے پاس آیا تو عارفین نے پوچھا ''کہاں گئے تھے؟''

''میں نے تہہ خانے کے دروازے کی ٹینشن ہی ختم کر دی ہے دروازہ ہی توڑ دیا ہے۔'' ساحل نے بتایا۔

''یہ تو تم نے اچھا کیا'' عارفین نے کہا۔

عمارہ اور اسامہ نے کچھ آیات پڑھنے کے بعد چار دیے زمین پر رکھے اور ان سب دیوں میں زیتون کا تیل ڈالا اور ان سب دیوں کو چاروں قبروں کے اوپر رکھا۔

عمارہ نے ان چاروں قبروں کو روشن کیا اور پھر اسامہ سے مخاطب ہوئی۔

''اب ہم نے عمل نمبر 2 پڑھنا ہے۔ اس عمل میں آیات رکے بغیر مسلسل پڑھنی ہیں۔ درمیان میں نہ تو کسی سے بات کرنی ہے اور نہ ہی اس عمل کو درمیان میں چھوڑنا ہے ورنہ نہ صرف یہ عمل ناکام ہو گا بلکہ بے اثر ہو جائے گا ہم اسے دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔''

اسامہ نے اثبات میں سر ہلایا اور دونوں نے عمل پڑھنا شروع کر دیا۔

دونوں کی نظر عمل کے دوران دیے پر مرکوز تھیں۔ ساحل اور عارفین، اسامہ اور عمارہ پر بھی نظر رکھ رہے تھے اور ارد گرد کے ماحول پر بھی۔

اسامہ یکسوئی کے ساتھ عمل پڑھنے میں مصروف تھا کہ اچانک دیا اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور قبر کی مٹی دھول اڑاتی خود بخود پیچھے ہٹنے لگی، یہاں تک کہ قبر کا تختہ دکھائی دینے لگا اسامہ کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا۔

اسے عمارہ کی بات یاد تھی وہ عمل مسلسل پڑھتا رہا مگر اس کے پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑ رہے تھے۔ تھرتھراہٹ کی ایک لہر پورے وجود میں دوڑ گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تختہ کسی دھماکے کی طرح پھٹا اور اس کے ٹکڑے ہوا میں بکھر گئے۔

یہ فواد کی قبر تھی۔ اتنا وقت گزرنے کے بعد جو مردے کی حالت ہوتی ہے وہ اسامہ کے سامنے تھی۔ کیڑوں نے اس کا جسم کو گوشت نوچ نوچ کے کھالیا تھا اور وہاں اس کا اب صرف ڈھانچہ تھا جس کی کھوپڑی میں آنکھوں کے بڑے بڑے سوراخوں میں ابھی بھی کیڑوں نے اپنا مسکن بنایا ہوا تھا۔

اسامہ کو ابکائی بھی آرہی تھی اور دہشت سے پورے وجود پر کپکپی سی طاری ہو گئی تھی خاص طور پر ٹھوڑی کانپنے سے اس کے دانت بجنے لگے تھے. جس کی وجہ سے اسے عمل پڑھنے میں دشواری ہو رہی تھی۔

اس نے عمارہ کی طرف دیکھا جو انتہائی محو ہو کے عمل پڑھنے میں مصروف تھی اس کے چہرے پر کسی طرح کے خوف کے تاثرات نہیں تھے۔ اس نے دوبارہ قبر کی طرف اپنی نظریں مرکوز کر دیں۔ وہ ایک فوجی تھا اس لیے خوف اس کے ارادوں کو کمزور نہ کر سکا اور مسلسل عمل پڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ قبر جس طرح کھلی تھی اسی طرح خود بخود بند بھی ہو گئی۔

اسامہ سمجھ گیا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا تھا وہ صرف اسے ہی دکھائی دے رہا تھا۔ شاید یہ سب کچھ ہمزادان کا عمل ناکام بنانے کے لیے کر رہے ہیں۔ اس عمل کے دوران وہ دونوں نہ تو بات کر سکتے تھے اور نہ ہی اپنی جگہ چھوڑ سکتے تھے لیکن اسامہ جان چکا تھا کہ ہمزادان تک پہنچ چکے ہیں۔
ساحل نے ایک نظر اسامہ اور عمارہ کی طرف دیکھا اور پھر عارفین سے مخاطب ہوا "دعا کرو کہ اسامہ اور عمارہ اس عمل میں کامیاب ہو جائیں۔"

"ہاں۔۔۔ اگر وہ دونوں اس عمل میں کامیاب ہو گئے تو ان ہمزاد سے ہمیں ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل جائے گا۔ بس وہ مٹی کی گولیاں پوری طرح کھلی نہ ہوں کاش ہمیں تھوڑا سا وقت اور مل جائے۔"
عارفین نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ حوریہ کی دلفریب مسحور کن آواز ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی۔

وہ اپنی سحر انگیز آواز میں کوئی گیت گا رہی تھی اس کی آواز کے طلسم نے ان کے دلوں میں ہلچل سی مچا دی۔ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت معدوم ہوگئی وہ دیوانوں کی طرح اس آواز کی سمت کی طرف چلنے لگے۔

اسامہ اور عمارہ کو یہ آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اسامہ اور عمارہ نے انہیں اس طرح بدحواس تہہ خانے کی دیوار کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ دونوں پریشان ہوگئے مگر وہ نہ تو ان سے پوچھ سکتے تھے کہ کہاں جا رہے ہیں اور نہ ہی انہیں جانے سے روک سکتے تھے۔ انہوں نے انہیں اللہ کے سہارے چھوڑ دیا اور یہ سوچ کر اپنا دھیان عمل کی طرف مرکوز کرنے لگے کہ اگر عمل کامیابی سے پورا ہوگیا تو ان دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا مگر وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ ساحل اور عارفین تو موت کی صدا کی طرف ہی بھاگے ہیں۔

وہ دونوں اس خوبصورت آواز کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ریسٹ ہاؤس سے باہر نکل پڑے۔ آواز کی مقناطیسیت انہیں اپنی طرف کھینچتی ہوئی ایک خوبصورت باغ میں لے آئی۔

ایک گھنے درخت کے قریب حوریہ خوبصورت لباس میں ستار تھامے بیٹھی تھی۔ حسن و زیبائش سے وہ کسی پری جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ گھاس پر بیٹھی تھی۔ اس کا فیروزی جالی کا فراک دائرے کی شکل میں گھاس پر پھیلا ہوا تھا۔ وہ اپنی خم دار لمبی انگلیوں سے ستار کی تاروں کو چھیڑتی اور اپنی مسحور کن آواز کے جادوئی سر ہواؤں میں بکھیر دیتی۔

پہلے وہ وقفہ کے ساتھ تھوڑا تھوڑا گا رہی تھی مگر اب وہ بغیر رکے مسلسل گا رہی تھی۔ اب عارفین اور ساحل کو اس کی آواز چبھنے لگی تھی اور دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہو گئی تھیں مگر ان پر کچھ ایسا سحر طاری تھا کہ وہ وہاں سے جانے پر آمادہ نہ تھے۔

آہستہ آہستہ وہ آواز اتنی تیز ہو گئی کہ ساحل اور عارفین کی دماغ کی رگیں پھٹنے لگیں۔ کانوں کے پردے چرنے لگے۔ دل ڈوبنے لگا۔ وہ دونوں اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کے گھٹنوں کے بل بیٹھ کے چیخنے لگے ''خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ۔۔۔
''حوریہ اٹھ کے اپنے گانے کے ساتھ ساتھ جھومنے لگی۔

ساحل اور عارفین زمین پر گر کے مچھلی کی طرح تڑپنے لگے ہاتھ ان کے کانوں پر ہی تھے۔ ان کی دماغ کی رگیں باہر کی طرف ابھر گئی تھیں۔ وہ درد سے چلا رہے تھے۔

حوریہ گھومتے گھومتے اپنے خوبصورت روپ سے اپنے اصل روپ میں آ گئی۔ وہی مردوں جیسی سفیدی مائل سر د جلد، مردہ آنکھیں، پپڑی جمے سیاہ ہونٹ، کفن جیسے سفید چولے میں وہ بدمست جھونکے کی طرح ادھر ادھر اڑ رہی تھی۔ وہ دشمن کے شکار کے مزے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

اس دوران روشنی کی ایک شعاع حوریہ کی طرف بڑھی اور پھر خیام کا روپ دھار گئی۔ خیام کے ہاتھ میں ایک بڑا سا آئینہ تھا جو تقریبا چار فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا تھا۔

خیام کو دیکھ کر حوریہ کے لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ اسے یقین تھا کہ خیام اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اسے اب شکار کا زیادہ مزا آ رہا تھا کہ خیام کے سامنے اس کے دوستوں کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی اور ان کے کانوں اور ناک سے لہو بہے گا۔

وہ اپنے خاص انداز میں گاتی ہوئی ہوا میں ادھر ادھر اڑ رہی تھی۔

خیام بھی ہوا میں اڑتا ہوا ایک پہاڑ کے قریب کسی خاص جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ حوریہ اس کے پیچھے ضرور آئے گی۔ وہ اسی باغ میں ہی کھڑا تھا جہاں ساحل اور عافین زمین پر گرے پڑے تڑپ رہے تھے۔ حوریہ بھی مسکراتی ہوئی خیام کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سورج پوری آب و تاب کے ساتھ دمک رہا تھا۔ دھوپ بہت تیز تھی۔

جس جگہ خیام اور حوریہ کھڑے تھے سورج ان کے بالکل سامنے تھا۔

حوریہ کو اپنی شیطانی قوتوں پر بہت بھروسا تھا وہ ساحل اور عارفین کے ساتھ خیام کو بھی ختم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

خیام نے اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہوا آئینہ حوریہ کے سامنے کیا تو حوریہ کا عکس اس آئینے پر روشنی کے ایک ڈاٹ کی صورت میں نمودار ہوا۔ خیام ایک روحانی جسم تھا اس لیے اس کے ہاتھ آئینے کو چھو نہیں رہے تھے آئینہ اس کے ہاتھوں میں گویا معلق تھا مگر اس کی روحانی قوتوں کے باعث وہ آئینہ خیام کی گرفت میں ہی تھا۔

خیام نے اپنے ہاتھوں کو تھوڑا ترچھا کیا تو آئینہ اس طرح ترچھا ہو گیا کہ روشنی کے اس ڈاٹ سے سورج کی شعاعیں ٹکرائیں۔ آئینے سے تیز روشنی نکل کر حوریہ سے ٹکرائی۔ حوریہ کا گیت چیخوں میں بدل گیا اور وہ اپنی جگہ سے غائب ہو گئی۔ آئینہ بھی کرچی کرچی ہو کے ہوا میں بکھر گیا۔

خیام نے ساحل اور عارفین کی طرف دیکھا وہ اب سکون میں آ چکے تھے مگر نڈھال لیٹے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ ہمت کر کے اٹھ کے بیٹھ گئے۔ انہوں نے تشکر آمیز نگاہوں سے خیام کی طرف دیکھا۔ حوریہ تو غائب ہو گئی تھی مگر خیام کو خطرے کی سرسراہٹیں محسوس ہو رہی تھیں۔ آس پاس درختوں کے جھنڈ تیزی سے ملے تھے جیسے کوئی چیز تیزی سے ان میں سے گزری ہے۔

فضا میں عجیب طرح غرغراہٹوں کی آوازیں بھی گونجنے لگی تھیں۔ پھر اچانک خیام کو تین ہیولے دکھائی دیئے جو زرغام، فواد اور وشاء کا روپ دھار گئے۔

وہ تینوں جیسے چلتے پھرتے مردے تھے مگر ان کے جسم ہوائی تھے۔ تینوں انتہائی طیش میں تھے۔ غصہ اور انتقام الاؤ بن کر ان کی آنکھوں میں سلگ رہا تھا۔

زرغام نے دہکتی آنکھوں سے خیام کی طرف دیکھا ''تم حوریہ کو تھوڑی دیر کے لیے غائب تو کر سکتے ہو مگر اسے مار نہیں سکتے کیونکہ روح کی موت کبھی نہیں ہوتی۔۔۔ مگر جن مادی وجود والے انسانوں کو تم بچانے کی کوشش کر رہے ہو۔۔۔ وہ ہم سے نہیں بچ سکتے۔۔۔ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ تم خود کو ہمارے حوالے کر دو۔ میرے تابع ہو جاؤ۔ میں نہ صرف ان چاروں کی جان بخش دوں گا بلکہ انہیں ان کے گھروں تک پہنچا دوں گا۔''

خیام نے ہنستے ہوئے زرغام کی بات کا جواب دیا

''جن لوگوں کو تم بچانے کی بات کر رہے ہو وہ موت سے نہیں ڈرتے۔۔۔وہ تمہیں ختم کرنے کے لیے سر پر کفن باندھ کر آئے ہیں۔۔۔ تمہاری بات ٹھیک ہے روح کی موت نہیں ہو سکتی مگر شیطان ہمزاد کو تباہ کیا جا سکتا ہے جو دنیا میں بھی انسان کو بہکاتا ہے اور مرنے کے بعد اگر تمہارے جیسے خناس کے قابو میں آجائے تو بھی تباہی کا باعث بنتا ہے۔۔۔ پروردگار اگر چاہے تو ایک ساعت میں ہی شیطان کو ختم کر سکتا ہے مگر وہ شیطان کو ہمارے ایمان پرکھنے کے لیے زندہ رکھتا ہے۔''

''ہمیں کوئی ختم نہیں کر سکتا۔۔۔'' فواد نے قہقہہ لگایا۔

'اسامہ اور عمارہ قرآن پاک کی جو آیات پڑھ رہے ہیں۔۔۔ تم سب اس سے برباد ہونے والے ہو کیونکہ ان کا عمل پورا ہونے والا ہے اور اس عمل کے دوران تم انہیں ختم نہیں کر سکتے۔''

خیام کی اس بات پر زرغام پھر ہنسا ''ہم انہیں ختم نہیں کر سکتے مگر انہیں ڈرا کر اس عمل سے روک سکتے ہیں۔ ان کا حال دیکھو ان کے پورے جسم پر سانپ رینگ رہے ہیں۔''

اس جال میں ان کی موت یقینی ہے۔ دہشت کے مارے ان کا عمل ٹوٹ جائے گا۔ جونہی ان کا عمل ٹوٹا یہ سانپ انہیں ڈس لیں گے۔''

ساحل اور عارفین یہ سنتے ہی ریسٹ ہاؤس کی طرف بھاگے۔۔۔ وہ اپنے نڈھال جسم کو گھسیٹتے ہوئے لمبے لمبے قدم رکھ رہے تھے۔

وہ تہہ خانے میں داخل ہوئے تو ان کی چیخیں نکل گئیں عمارہ اور اسامہ کے جسموں پر سینکڑوں سانپ اس طرح رینگ رہے تھے کہ ان کے جسموں کے حصے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

ساحل نے ایک نظر اسامہ اور عمارہ کی طرف دیکھا اور پھر عارفین سے مخاطب ہوا ''دعا کرو کہ اسامہ اور عمارہ اس عمل میں کامیاب ہو جائیں۔''

''ہاں۔۔۔ اگر وہ دونوں اس عمل میں کامیاب ہو گئے تو ان ہمزاد سے ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا مل جائے گا۔ بس وہ مٹی کی گولیاں پوری طرح کھلی نہ ہوں کاش ہمیں تھوڑا سا وقت اور مل جائے۔''

عارفین نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ حوریہ کی دلفریب مسحور کن آواز ان دونوں کی سماعت سے ٹکرائی۔

وہ اپنی سحر انگیز آواز میں کوئی گیت گا رہی تھی اس کی آواز کے طلسم نے ان کے دلوں میں ہلچل سی مچا دی۔ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت معدوم ہوگئی وہ دیوانوں کی طرح اس آواز کی سمت کی طرف چلنے لگے۔

ساحل اور عارفین دیوانہ وار ان کی طرف لپکے کہ سانپوں کو ان کے جسموں سے نوچ نوچ کر پھینک دیں، چاہے ان کی جان ہی چلی جائے۔ ابھی وہ عمارہ اور اسامہ کے قریب بھی نہ گئے تھے کہ خیام کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

"ان سانپوں کو چھونا مت ورنہ اسامہ اور عمارہ کا عمل ٹوٹ جائے گا اور یہ سانپ انہیں ڈس لیں گے۔ اسامہ اور عمارہ کا زندہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ابھی تک کامیابی سے عمل پڑھ رہے ہیں۔" وہ دونوں جہاں کھڑے تھے وہاں رک گئے۔ انہوں نے خیام کی طرف دیکھا جو ان کے سامنے کھڑا تھا۔ مگر چند سیکنڈ میں ہی ساحل اور عارفین اپنی جگہ سے غائب ہو گئے۔ ایک پل ضائع کیے بغیر خیام بھی غائب ہوگیا۔ ساحل اور عارفین باہر اسی جگہ پہنچ گئے جہاں زرغام، حوریہ، وشاء اور فواد کھڑے تھے۔ خیام بھی وہاں ظاہر ہوگیا۔

زرغام نے غصے سے بھری نگاہوں سے خیام کی طرف دیکھا "تم میری طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

یہ کہہ کر زرغام نے ساحل اور عارفین کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور پھر اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف جھٹکا۔ عارفین اور ساحل روئی کے پتلوں کی طرح ہوا میں معلق ہو گئے پھر زرغام نے مشرق کی طرف اپنے ہاتھ کو دھکیلا۔

خیام ان کی مدد کرنے کے لیے آسان کی طرف اڑا تو وشاء نے تیزی سے کچھ پڑھا جس سے ہوا میں خیام کے سامنے دو فٹ چوڑا اور تین فٹ لمبا آئینہ آگیا۔ وشاء نے اس کے ساتھ وہی طریقہ استعمال کیا جو اس نے حوریہ کے ساتھ کیا تھا۔

خیام کا عکس ایک ڈاٹ کی شکل میں آئینے پر ابھرا۔ وشاء نے اپنے ہاتھوں کی حرکت سے آئینے کو اس طرح ترچھا کیا کہ سورج کی شعاع اس ڈاٹ سے ملی جس کے ساتھ خیام کی چیخیں فضا میں گونجیں اور پھر وہ غائب ہوگیا۔ اس عمل سے وہ کچھ دیر کے لیے خود کو ظاہر کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوگیا۔

ساحل اور عارفین مشرق کی سمت اس طرح اڑ رہے تھے جیسے کوئی ہوائی طاقت انہیں اڑا رہی ہو۔ وہ دونوں اس آبشار کے قریب تھے جو نیچے چھوٹے چھوٹے چشمے بناتی ہوئی نہر میں گر رہی تھی۔ زرغام نے اپنے ہاتھ کو زور سے جھٹکا تو وہ دونوں برفیلے پانی کی اس نہر میں جا گرے۔ انہیں تیراکی بھی نہیں آتی تھی۔ برفیلے پانی نے ان کی رگوں میں بہتا لہو جیسے منجمد کر دیا۔

وہ چیختے چلاتے بار بار اوپر آتے "بچاؤ.....بچاؤ....." مگر ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

اب وہ اپنی موت کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ان کی جلد سرد اور سفید ہو گئی تھی۔ رفتہ رفتہ ان کی چیخیں بھی دبنے لگی تھیں۔ وہ بے چینی سے ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے ارد گرد دیکھ رہے تھے کہ شاید خیام انہیں بچانے کے لیے آئے مگر زندگی کی ڈور کے ساتھ ساتھ امید بھی چھوٹتی جا رہی تھی۔

عارفین کی سانسیں ڈوب رہی تھیں.... ساحل کی اپنی حالت ٹھیک نہیں تھی پھر بھی وہ عارفین کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان کے دانت بج رہے تھے جسم پر کپکپی طاری تھی ساحل بمشکل چلایا "اسامہ.... عمارہ" مگر بے سود کیونکہ ان کی آواز تہہ خانے تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

اسامہ اور عمارہ کا عمل مکمل ہو گیا جس کے ساتھ ہی ان کے جسموں پر لپٹے سانپ بھی غائب ہو گئے۔ چاروں قبروں پر جلے ہوئے چراغ بجھ گئے۔ اسامہ اور عمارہ نے خوشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ عمارہ خوشی سے چلائی۔ "اسامہ! ہمارا عمل کامیاب ہو گیا ہے شیطان ہمزاد ختم ہو گئے ہیں بغیر ہوا کے چراغوں کا بجھنا اسی بات کی علامت ہے۔"

ادھر عارفین کے ساتھ ساتھ اب ساحل کی سانسیں ڈوبنے لگی تھیں.... اب وہ خود کو ڈوبنے سے بچا نہیںسکتے تھے۔ ان کے بازو اور ٹانگیں برفیلے پانی سے بے جان ہو رہی تھیں۔

اچانک درخت کا موٹا تنا ساحل کو خود کے قریب گرتا ہوا محسوس ہوا۔ زندگی کی امید نے ان کے بے جان جسموں میں جان بھر دی۔ ساحل نے ہاتھ بڑھا کر اس تنے کو پکڑ لیا۔ وہ دونوں اس تنے کی مدد سے جھیل سے باہر آ گئے۔

ان کی حالت بہت خراب تھی وہ بے سود زمین پر گر گئے اور کانپنے لگے

"تنے کا اس طرح ہم پر جھک جانا بالکل جادوئی عمل تھا مگر یہ کس نے کیا" ابھی یہ ساحل سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اسی درخت کے قریب ایک روشنی سی دکھائی دی جو رفتہ رفتہ اس کے قریب آنے لگی اور پھر وشاء کا روپ دھار گئی۔

پہلے تو ساحل اور عارفین خوفزدہ ہو گئے کیونکہ ان کے جسموں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اپنا دفاع کر سکیں۔

مگر اس بار وشاء کا روپ بہت مختلف تھا۔ وہ سفید لباس میں تھی اس کا سفید دوپٹہ ہوا میں لہرا رہا تھا اس کے چہرے پر وہی معصومیت وہی خوبصورتی تھی جو زندگی سے بھرپور وشاء میں تھی۔

ساحل کا دل اسی طرح دھڑکا جیسے اس کی اپنی وشاء اس کے سامنے ہو مگر اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا کہ وہ ایک بار پھر ہمزاد کے دھوکے میں نہ آجائے۔

وشاء کا ہوائی نورانی جسم اس کے بالکل قریب آگیا.... وہ اس کے پاس بیٹھ گئی اس کی آنکھیں احساس وفا سے جھلملا رہی تھیں۔ لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

ساحل اس سے پیچھے نہیں ہٹ رہا تھا نہ جانے دل کیوں کہہ رہا تھا کہ اگر یہ فریب ہے تو اس فریب میں مبتلا ہو جاؤں....

وشاء نے دھیرے سے کہا "تمہیں نئی زندگی مبارک ہو.... تم سب نے مل کر موت کو شکست دے دی ہے۔"

ساحل کے دل نے کہا کہ زندگی کی نوید سنانے والی وشاء ہی ہو سکتی ہے۔ اس کی آنکھیں بھگ گئیں۔ "وشائی.... تم میری وشاء ہو...."
وشاء مسکرائی مگر اس کی آنکھوں میں ساحل کے لیے گلہ تھا "بس تم سے ایک بات کہنے آئی ہوں۔ اگر کوئی آپ کی زندگی میں سچی محبت لے کر آئے تو اسے کبھی نہ ٹھکراؤ۔.... محبت پر پیسہ اور آسائشوں کو

ترجیح مت دو....اگر آپ کسی محبت کے بدلے میں محبت دیں گے تو رب کو آپ کو نعمتوں سے سرشار کر دے گا۔ کوئی اپنے رب سے امید تو باندھ کے دیکھے وہ کسی کو مایوس نہیں کرتا۔"

یہ کہہ کر وشاء کھڑی ہوگئی اور ہوامیں معلق ہو کے ساحل سے پیچھے ہٹنے لگی۔

"وشاء رکو.... میری بات تو سنو...." ساحل ہوامیں ہاتھ اکڑائے اسے پکارتا رہا۔ وشاء پیچھے ہٹتی ہوئی ایک بار پھر روشنی میں تبدیل ہوگئی اور پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد ساحل اور عارفین کو پانچ روشنی کی شعاعیں آسمان کی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دیں۔

اسامہ اور عمارہ، ساحل اور عارفین کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان تک آپہنچے۔

'اوہ میرے خدیا۔۔۔ان کی تو حالت تو بہت خراب ہے۔'' عمارہ نے ساحل اور عارفین کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا جن کے جسموں پر کپکپی طاری تھی۔ گیلے کپڑوں کے باعث ان کا جسم مزید ٹھنڈا پڑ رہا تھا۔ ہونٹ نیلے ہو گئے تھے۔

''انہیں کسی طرح ریسٹ ہاؤس تک لے جانا ہوگا ورنہ ان کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔''

عمارہ نے اسامہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو خود بمشکل چل کر یہاں تک آیا تھا۔ اس کی کمر اور ٹانگ میں تکلیف تھی۔

''تم اکیلی انہیں کس طرح لے جاؤ گی۔۔۔میں ادھر ہی آگ جلا دیتا ہوں۔'' اسامہ نے کہا۔

''ع۔۔۔ع۔۔۔عمارہ بس تھوڑا سا سہارا دے دے ہم خود چل کر جا سکتے ہیں۔'' اس نے سہارا دے کر ساحل کو کھڑا کیا اور پھر ساحل عمارہ کا سہارا لیتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر ریسٹ ہاؤس تک چلا گیا۔ اسے ریسٹ ہاؤس کے کمرے میں بٹھا کے عمارہ نے ایک گرم کمبل اسے اوڑھا دیا اور پھر عارفین کو لانے کے لیے دوبارہ دوڑتی ہوئی ریسٹ ہاؤس سے باہر بھاگی۔

اسامہ عارفین کے پاس بیٹھا اس کے ہاتھ مل رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں عمارہ وہاں تک پہنچ گئی۔۔۔وہ بہت تیز بھاگ کر آئی تھی۔۔۔اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ اس نے عارفین کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور پھر عارفین بھی ساحل کی طرح عمارہ کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ ریسٹ ہاؤس تک پہنچ گیا۔ اسامہ بھی لنگڑا کر چلتا ہوا ان کے ساتھ ساتھ ریسٹ ہاؤس تک آ گیا۔

عمارہ نے ان دونوں کو ہال نما بڑے کمرے میں آتش دان کے قریب بٹھایا۔
اسامہ نے جلدی سے آتش دان میں آگ لگا دی۔ ریسٹ ہاؤس اب اپنی پرانی حالت میں تھا۔۔۔کھنڈر نما۔۔۔دھول و مٹی سے اٹکا ہوا۔

آگ ٹھیک طرح سے لگ گئی تو اسامہ نے عمارہ سے کہا ''جلدی سے ان کے گرم کپڑے نکالو۔''

عمارہ نے بیگ سے ان دونوں کے گرم کپڑے اور جرسیاں نکالیں۔ اس نے دو پینٹ شرٹس اور دو جرسیاں اسامہ کو دیں اور خود کمرے سے باہر صحن میں چلی گئی۔ اسامہ نے ساحل اور عارفین کو کپڑے دیئے ''ادھر آگ کے قریب اپنے کپڑے بدل لو۔''

ان دنوں نے اپنے کپڑے بدل لیے اسامہ نے ان کے گیلے کپڑے کرسیوں پر پھیلا دیئے۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد ان دونوں کو کافی سکون ملا تھا۔ وہ ٹھٹھرتے ہوئے آگے کے قریب بیٹھ گئے۔

''عمارہ۔۔۔'' اسامہ نے عمارہ کو آواز دی۔ عمارہ اندر آئی تو اسامہ نے اس سے تولیہ مانگا۔

عمارہ نے اسامہ کو تولیہ پکڑایا۔ اسامہ نے تولیہ لیا اور ساحل اور عارفین کے بال خشک کرنے لگا۔
عمارہ بھی ان دونوں کے قریب بیٹھ گئی ''اب کچھ بہتر محسوس کر رہے ہو۔۔۔''
عمارہ نے ساحل اور عارفین سے پوچھا۔۔۔ دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''حیرت کی بات ہے تم دونوں جھیل سے باہر نکلے کیسے۔ تمہیں تو تیرا کی نہیں آتی۔''

عمارہ نے ساحل سے پوچھا تو ساحل کی جگہ اسامہ بولا ''یہ سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔ اس وقت ان سے کچھ مت پوچھا۔ کسی طرح سے ان دونوں کے لیے چائے بن جائے تو ان دونوں کو کافی سکون ملے گا۔''

''میرے پاس چائے کا سارا سامان ہے مگر پکاؤں گی کیسے؟'' عمارہ نے کہا۔

''ساس پین تو ہے نا؟'' اسامہ نے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔'' عمارہ نے جواب دیا۔

''تم ایسا کرو کہ صحن میں کچھ اینٹیں رکھو۔ میں یہاں سے لکڑیاں لے آتا ہوں۔'' اسامہ کی بات سنتے ہی عمارہ صحن میں چلی گئی اس نے اینٹوں کا چولہا بنایا اور ساس پین میں دودھ اور پانی ملا کر ایک طرف کھ دیا۔

اتنی دیر میں اسامہ لکڑیاں لے آیا اور لکڑیوں میں آگ بھڑکا دی۔

عمارہ نے چائے بنائی اور ٹرے میں کپ رکھ کے ساحل اور عافین کے پاس چلی گئی۔ اسامہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ساحل اور عارفین کے پاس آگیا۔

اسامہ نے ان دونوں کو چائے دی اور خود بھی ان کے قریب بیٹھ گیا۔ عمارہ بھی اپنا کپ لے کر ان کے پاس بیٹھ گئی۔

''ساحل! تم اور عارفین بہت بہادر ہو۔ تمہاری ہمت کی وجہ سے ہم اپنا عمل مکمل کر پائے۔ ہم نے ان شیطان ہمزاد کا خاتمہ کر دیا ہے اب ہم اپنے گھر والوں کو یہ خوشخبری سنائیں گے۔'' عمارہ نے کہا۔

مگر ساحل کی آنکھیں آنسوؤں سے جھلملا رہی تھیں۔ ''ان لوگوں کو یہ بھی بتا دینا کہ ہم خیام، فواد۔۔۔وشاء اور حوریہ کی قبریں بھی دیکھ کر آئے ہیں۔''

اسامہ نے ساحل کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ساحل اس کے کندھے سے سر لگا کے رونے لگا۔

ساحل کو اس طرح دیکھ کر سب اداس ہو گئے۔

''اگر ان دونوں کی حالت ٹھیک ہوتی تو ہم ابھی سفر پر روانہ ہو جاتے مگر ان دونوں کی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہے۔'' عمارہ نے کہا۔

''یہ دونوں پہلے سے بہتر ہیں اور ویسے بھی گاڑی میں سردی نہیں لگتی۔ ایک دو گھنٹہ پہلے آرام کرتے ہیں پھر گھر کے لیے روانہ ہوں گے۔ تم تیاری مکمل کر لو۔'' اسامہ نے کہا۔

''تھوڑی بہت چیزیں پیک کرنی ہیں اس میں اتنا وقت نہیں لگے گا مجھے تو تم تینوں کی فکر ہے۔۔۔ تم تینوں فٹ نہیں ہو۔'' عمارہ نے بڑی سی شال اوڑھتے ہوئے کہا۔

''ہم ٹھیک ہیں۔۔۔ تم ہماری فکر نہ کرو۔'' اسامہ نے عمارہ کو ایک بار پھر تسلی دی۔

اسامہ نے آتش دان کے سامنے ایک گدا بچھا دیا اور ایک کمبل کو موڑ کر اس کا تکیہ سا بنا دیا اور پھر ساحل سے کہا ''تم اور عارفین لیٹ جاؤ۔''

''ہم ٹھیک بیٹھے ہیں۔'' ساحل نے جواب دیا۔

''ہم نے سفر کرنا ہے، تم دونوں آرام کر لو۔'' اسامہ نے پھر زور دیا۔

ساحل اور عارفین گدے پر لیٹ گئے۔ اسامہ نے ان پر کمبل ڈال دیا اور پھر وہ عمارہ کے قریب آیا ''تم میرے ساتھ آؤ۔۔۔ ایک ضروری کام کرنا ہے۔''

''اب ایسا کون سا کام ہے۔۔۔؟'' عمارہ نے حیرت سے پوچھا۔

''باہر صحن میں آؤ۔۔۔ میں سمجھاتا ہوں۔'' اسامہ نے کہا۔

عمارہ اس کے ساتھ باہر صحن میں چلی گئی۔

''اب بتاؤ۔۔۔ کون سا کام ہے۔۔۔'' عمارہ نے پوچھا۔

''ہم نے شیطانوں کو تو ختم کر دیا ہے۔۔۔۔میں چاہتا ہوں کہ اس غلاظت کو بھی جلا ڈالیں جنہیں زرغام کالے جادو میں استعمال کرتا تھا۔''

اسامہ نے تہہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔۔۔تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔ہمیں وہ سب ناپاک چیزیں جلا دینی چاہئیں تاکہ کوئی اور اس شیطانی علم کی طرف مائل نہ ہو۔'' یہ کہہ کر عمارہ تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھی جو ٹوٹ کر ایک طرف گرا ہوا تھا۔ وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر گئی۔

اسامہ بھی آہستہ آہستہ سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔ اس نے اور عمارہ نے ساری غلاظت اکٹھی کر کے ایک بوری میں ڈالی۔ عمارہ نے کالے جادو کی کتابیں بھی اس بوری میں ڈال دیں۔ اسامہ خود مشکل سے چل رہا تھا اس لیے عمارہ اس بوری کو اٹھا کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ اسامہ ابھی تہہ خانے میں ہی تھا تو عمارہ صحن میں بوری رکھ کے واپس بھی آگئی۔ اسامہ اور عمارہ نے وشاء، حوریہ، فواد اور خیام کی قبروں کے قریب کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھی اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور پھر واپس اوپر صحن میں آ گئے۔

اسامہ نے غلاظت سے بھری اس بوری کو آگ لگا دی۔ عمارہ پیکنگ کرنے لگی۔ جب روانگی کی ساری تیاری مکمل ہوگئی تو اسامہ نے ساحل اور عارفین کو جگایا۔ وہ دونوں بھی تیار ہو گئے۔ جب سامان اٹھا کر سب ریسٹ ہاؤس سے باہر جانے لگے تو ساحل نے عمارہ سے کہا ''ایک بار وشاء کی قبر دیکھ لوں۔''

عمارہ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اسامہ سے کہا ''تم دونوں ادھر ہی ٹھہرو۔۔۔ ہم ابھی آتے ہیں۔''

ساحل اور عارفین اب خود سے چل سکتے تھے۔ اب انہیں سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ ساحل اور عمارہ تہہ خانے کی سیڑھیاں اتر کر اس چھوٹے سے قبرستان میں گئے۔
ساحل وشاء کی قبر کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔ وہ ایک بار پھر جذبات کی رو میں بہنے لگا۔۔۔ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ گلوگیر آواز میں بولا ''مجھے معاف کر دو وشاء۔''

عمارہ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ ''وشاء کے لیے سورہ فاتحہ پڑھو اور اس کی مغفرت کی دعا مانگو۔۔۔ اس طرح آنسو بہانے سے روحوں کو اذیت ہوتی ہے۔''

ساحل نے سورہ فاتحہ پڑھی اور وشاء کے ساتھ ساتھ حوریہ، فواد اور خیام کے لیے بھی دعا مانگی۔ وہ دونوں اوپر ریسٹ ہاؤس کے صحن میں آئے اور پھر سارے اس ریسٹ ہاؤس سے باہر نکل گئے۔

گاڑی تک پہنچنے کا مسئلہ بھی ان کے لیے کافی کٹھن تھا۔ انہیں پہاڑوں کے دشوار گزار غاروں سے گزر کر گاڑی تک پہنچنا تھا۔ انہوں نے ہمت کی اور اس دشوار گزار راستے سے گزر کر گاڑی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

اسامہ تو وہیں زمین پر سر بسجود ہو گیا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوئے اور اب صحیح سلامت گھر واپس لوٹ رہے ہیں۔ ساحل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور عمارہ اس کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ گئی اسامہ اور عارفین پیچھے بیٹھ گئے۔

وہ شام کے پانچ بجے وہاں سے روانہ ہوئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ہی ان کے موبائلز کی سروس بحال ہو گئی۔ اسامہ ساحل اور عارفین نے اپنے اپنے گھر والوں کو فون کیا اور انہیں اپنی کامیابی اور خیریت کی اطلاع دی۔ گھر والوں سے بات کر کے انہیں ایک عجیب سا سکون ملا۔ انہیں محسوس ہوا کہ جذبات سے بھرپور زندگی ہاتھوں میں خوشیوں کے گلاب اٹھائے ان کی منتظر ہے۔

ان کی گاڑی پہاڑوں پر بل کھاتے سانپ جیسی سڑک پر لہائی کی طرف دوڑ رہی تھی۔ بادل جیسے بار بار گاری کے آگے آکر چھیڑ خانی کر جاتے تھے۔

عمارہ نے اپنی والدہ رابعہ کا نمبر ملایا تو بیل جانے لگی۔ عمارہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی کہ وہ کب اپنی ماں کی آواز سنتی ہے۔ رابعہ واش روم میں تھی اس لیے اس نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔

عمارہ نے دوبارہ کوشش کی مگر ماں سے بات نہ ہو سکی پھر اس نے ظفر کا نمبر ملایا۔

''ہیلو عمارہ۔۔۔کہاں ہو تم لوگ۔۔۔خیریت سے تو ہو۔ ہم تو تم سب سے موبائلز پر فون کرتے رہے مگر رابطہ ہی نہیں ہوا اور نہ تم میں سے کسی نے فون کیا۔''

''انکل ہم سب خیریت سے ہیں۔ ہمارے موبائلز پر سگنل ہی نہیں تھے۔ ہم تو ایک دوسرے سے بھی رابطہ نہیں کر سکتے تھے۔ امی تو ٹھیک ہیں نا۔''

''ہاں۔۔۔ٹھیک ہیں۔ مگر تمہاری سے وجہ سے بہت پریشان ہیں۔'' ظفر نے کہا۔

''میں جو خوشی کی خبر سنانے والی ہوں۔ اس سے آپ سب کی پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔'' عمارہ نے خوشی بھرے لہجے میں کیا۔

''تو پھر سناؤ عمارہ۔۔۔''ظفر نے بے چینی سے کہا۔

''ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہیں اب صحیح سلامت گھر لوٹ رہے ہیں۔'' عمارہ اتنی خوش تھی کہ اس کی آواز فون سے باہر آرہی تھی۔

تھوڑی دیر کے لیے ظفر کی طرف خاموشی چھا گئی۔ خوشی کے احساس سے اس کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ وہ گلوگیر لہجے میں بولا ''اپنوں کی جدائی کے غم نے تو مجھے مار ہی ڈالا تھا۔۔۔ یہ خبر سن کر میں پھر سے جی اٹھا ہوں۔''

''انکل آپ خیام، فواد اور حوریہ کے گھر والوں کو بھی بتا دیں۔'' عمارہ نے کہا۔

''عمارہ میں سب کو بتا دوں گا۔ تم سب نے میرے گھر آنا ہے۔ میں، خیام، فواد اور حوریہ کے گھر والوں کو ساحل اور عارفین کے گھر والوں کو اپنے گھر ہی بلا لوں گا۔ اسامہ کی والدہ تو اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ گجرات رہتی ہیں۔۔۔ ان کے لیے آنا مشکل ہو گا اس لیے انہیں نہیں کہوں گا۔ تم لوگ آجاؤ تو ہم خود کسی دن شکریہ ادا کرنے ان کے گھر جائیں گے۔۔۔ ہماری اس کامیابی کا کریڈٹ تو اسامہ کو ہی جاتا ہے۔ تم سب خیریت سے پہنچ جاؤ ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔''ظفر نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اسامہ ہمارا ہیرو ہے لیکن مزے کی بات بتاؤں کہ یہ دوا ناڑی فوجی ساحل اور عارفین بھی اس جنگ میں بہت بہادری سے لڑے ہیں۔" یہ کہہ کر عمارہ ہنسنے لگی۔

"اللہ تم لوگوں کو اپنے امان میں رکھے۔۔۔" "میں پہلے رابعہ کو یہ خبر سناتا ہوں۔" یہ کہہ کر ظفر نے فون بند کر دیا۔

عمارہ، اسامہ اور عارفین ظفر کے گھر پہنچے تو سب نے مل کر ان کا استقبال کیا۔

اسی مہینے کی چوبیس تاریخ کو عارفین اور ویبنا کی شادی طے کر دی گئی۔

عارفین اور ویبنا کی شادی کی تقریب میں اسامہ اور عمارہ بھی ایک دوسرے کو منگنی کی انگوٹھی پہنچا کر ایک نئے رشتے میں بندھ گئے۔

ختم شد ❤️❤️